لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۳۷

سیر الصحابہؓ کے حصہ مہاجرین کی تیسری جلد

مہاجرینؓ

حصہ دوم

جس میں

بقیہ اُن صحابہ کرامؓ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل، اور ان کے مذہبی، علمی، سیاسی، مجاہدات اور کارناموں کی تفصیل ہے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور ہجرت کی

از

شاہ معین الدین احمد ندوی

باہتمام مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

طبع دوم ۱۹۵۲ء

۷۸۶

فہرست اسماء

(بلحاظ ترتیب کتاب)

فہرست اسمائے صحابہؓ

(بلحاظ حروف تہجی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، آبائی سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر، ماں کا نام زینب تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصین،

ولادت یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غزوۂ احد میں جو ۳ھ میں پیش آیا، چودہ[۱۴] برس کے تھے، اس حساب سے ان کی پیدائش کا تخمینی زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے، اور ۶ نبوی میں جب حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمر کا سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا،

اسلام حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کو پرتو فگن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن میں ان کی نشو ونما ہوئی بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف باسلام ہوگئے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا تھا جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب کے ساتھ گھر کے کمسن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہیں، جن غیر معتبر راویوں نے حضرت ابن

عمرؓ کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے، درحقیقت ان کو بیعتِ رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے، صحیح بخاری مین خود حضرت ابن عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوے تو مین چھوٹا بچہ تھا،[1] ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ وقتِ نگاہ نہین رکھتا، جو اس زمانہ مین اس کو کسی مذہب کے بذاتِ خود ردّ و قبول پر آمادہ کر سکے،

ہجرت انوارِ اسلام کی چمک کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ظلم وطغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمرؓ اور ان کا خاندان بھی ان کی ستم کیشیون سے محفوظ نہ رہا، اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی،

بدر ہجرت کے بعد حق و باطل کی پہلی آویزش غزوۂ بدر ہے، اس وقت ابن عمرؓ کی عمر کل ۱۳ سال کی تھی، تاہم جانبازی کے شوق مین شرکت کی درخواست کی، مگر صغیر السن ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمائی،[2]

احد اس کے ایک سال بعد، دوسرا معرکہ احد مین ہوا، اس مین بھی انھون نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ[14] سال سے متجاوز نہین ہوئے تھے، اس لئے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہوگئی،[3]

خندق احد کے دو سال بعد ۵ھ غزوۂ خندق مین ۱۲ کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی، چنانچہ یہی وہ سب سے پہلا معرکہ ہے جس مین ان کو سرکارِ رسالت سے شرکت کی اجازت ملی تھی،[4]

بیعت رضوان ۶ھ مین صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہوے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا، اور حسن اتفاق یہ کہ یہ شرف اپنے پدر عالی قدر سے پہلے حاصل کر لیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمرؓ نے عبداللہ کو ایک انصاری

---

[1] صحیح بخاری باب اسلام عمرؓ [2] ابن سعد ج ۴ ق اوّل تذکرہ ابن عمرؓ [3] بخاری کتاب المغازی جلد ۲ ص ۵۸۸ [4] ایضاً باب غزوۂ خندق،

کے پاس گھوڑا لانے کے لئے بھیجا تھا کہ جہاد میں وہ اس پر سوار ہو سکیں، عبد اللہ باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے پہنچکر پہلے خود بیعت کی اور اس کے بعد گھوڑا لے کر گئے، اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انھوں نے بھی جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا،[1]

خیبر | اس کے بعد غزوۂ خیبر میں بھی وہ مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال وحرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہیں،[2]

فتح مکہ | قریش اور اسلام کی فتح وشکست کا آخری معرکہ فتح مکہ تھا، اس وقت ابن عمرؓ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہو چکے تھے، اور ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامانِ جنگ میں ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا، جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی، اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لئے گھانس کاٹ رہے تھے، اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو تعریف کے لہجہ میں فرمایا، کہ عبد اللہ ہے عبد اللہ، فتح کے بعد بیت خانہ کعبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے، چنانچہ ان کا بیان ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے تھے، اسامہ بن زیدؓ ان کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہؓ اور بلالؓ جلو میں تھے، خانہ کعبہ کے صحن میں اونٹ بٹھا کر کنجیاں منگائیں، اور کعبہ کھول کر تینوں ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگوں کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا میں تھا،[3]

غزوۂ حنین | فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین میں بھی صف آرا تھے، چنانچہ حنین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ حنین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے اعتکاف کی

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ [2] صحیح بخاری جلد ۲، باب غزوۂ خیبر ص [3] بخاری کتاب المغازی باب فتح مکہ

نذر کے متعلق پوچھا، جو جاہلیت کے زمانہ مین مانی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے پورا کرنے کا حکم دیا،[۱]

محاصرۂ طائف اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ مین بھی ابن عمرؓ پیش پیش تھے، چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے کہ جب محاصرہ مین مسلمانون کو کامیابی نہ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جائین گے، یہ ارشاد لوگون پر گران گذرا، انھون نے عرض کیا، کیا بغیر فتح کئے ہوئے لوٹ چلین؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑلو چنانچہ دوسرے دن لڑے، اور فتح کے بجائے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائین گے، اس مرتبہ لوگون نے بخوشی منظور کر لیا، اس پر آپ مسکرا دیئے،[۲]

حجۃ الوداع حجۃ الوداع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا، اس مین مسلمانون کا جم غفیر آپ کے ہمرکاب تھا، حضرت ابن عمرؓ بھی اس شرف مین شریک تھے، چنانچہ حجۃ الوداع کے واقعات مین ان کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہؓ نے بال منڈائے تھے اور بعضون نے صرف ترشوانے پر اکتفا کی تھی،[۳]

غزوۂ تبوک ۹ھ مین غزوۂ تبوک پیش آیا، اس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ رومیون کے مقابلہ کے لئے تبوک کا رخ کیا تھا، حضرت ابن عمرؓ اس مین بھی شریک تھے، چنانچہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجر[۴] کی طرف گذرے تو فرمایا، ان لوگون کے مسکن مین داخل نہ ہو، جنھون نے (خدا کی نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب مین مبتلا ہو جاؤ جس مین وہ مبتلا ہوئے، اگر گذرنا ہو تو خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ،[۵]

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حنین [۲] بخاری کتاب المغازی غزوۂ طائف [۳] بخاری جلد ۲ باب حجۃ الوداع

[۴] قدیم اقوام عاد و ثمود کی آبادیان [۵] بخاری کتاب المغازی غزوہ تبوک۔

غرض غزوۂ خندق سے لے کر آخر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین کوئی ایسی بڑی اہم نہ تھی جسمین انھون نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی ہو،

عہد صدیقی | ابن عمرؓ عہد صدیقی مین کہین نہین نظر آتے،

عہد فاروقی | البتہ عہد فاروقی کے بعض فتوحات مین شریک رہے، لیکن محض ایک سر فروش مجاہد کی حیثیت سے، نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ نہاوند کی جنگ مین شریک ہوئے اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کوتا گے مین پرو کر دوا مین پکاتے تھے جب اس مین پیاز کا مزہ آجاتا تھا تو اس کو نکال کے دوا پی لیتے تھے[1] شام اور مصر کی فتوحات مین بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن ان فتوحات مین ان کا کوئی نمایان کارنامہ نہین ہے اور اس زمانہ مین سلطنت کے انتظامی امور مین بھی انھون نے کوئی حصہ نہین لیا، غالبًا اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عزیزون کو اس مین پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہان امت کے نفع و نقصان کا کوئی سوال پیش آجاتا، تو حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا وقت آخر ہوا، اور ابن عمرؓ کو اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہین رکھتے جس سے ان کے خیال مین آیندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت مین حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ مین یہ جرأت تو کر گیا، مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہون، مین پہنچا تو پہلے حضرت عمرؓ لوگون کے حالات پوچھتے رہے، پھر مین نے جرأت کر کے عرض کی کہ مین لوگون کی چہ میگوئیان گوش گذار کرنے حاضر ہوا ہون، ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائین گے، فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریون اور اونٹون کو چراتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو شرط کیا

[1] ابن سعد جزو سوم قسم اول ص ۱۱۸،

حشر ہوگا؟ ایسی حالت میں انسانون کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہین بڑھ کر ہے، حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر مین کسی اپنا جانشین نامزد نہ کرون تو کوئی مضائقہ نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نامزد نہین فرمایا تھا، اور اگر کر جاؤن تو بھی کوئی حرج نہین کہ ابوبکرؓ نامزد کر گئے تھے[1]، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا نام لیا، تو مین سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دین گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنا جائین گے[1] چنانچہ انھون نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانون کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا، جسمین متعدد اکابر صحابہ شامل تھے،

عہد عثمانی، | ابن عمرؓ اپنے والد کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ مین نظر آتے ہین، کیونکہ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب مین عبداللہ بحیثیت مشیر شریک ہون، مگر صرف مشورہ دے سکتے ہین خلیفہ نہین نامزد کئے جا سکتے[2]،

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین ان کو ملکی معاملات مین حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انھون نے اس سے کوئی فائدہ نہین اٹھایا، حضرت عثمانؓ نے قضاء کا عہدہ پیش کیا، انھون نے معذرت کر دی کہ مین نہ دو شخصون کے درمیان فیصلہ کرتا ہون، اور نہ دو شخصون کی امامت کرتا ہون کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہین، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے، دوسرا عالم مائل الی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے، اور صحیح رائے قائم کرتا ہے اس کے لئے نہ عذاب ہے، نہ ثواب" حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمھارے باپ تو فیصلے کرتے تھے، بولے یہ صحیح ہے، لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات مین دشواری پیش آتی تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشواری ہوتی تھی تو جبریلؑ

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۰۰ مصر [2] طبری ص ۵، ۲۷۷،

سے دریافت فرماتے تھے، میں کس کی طرف رجوع کروں گا؟ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جس نے خدا کی پناہ مانگی، اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس لئے خدارا مجھ کو کہیں کا عامل نہ بنایئے، ان کے انکار پر حضرت عثمانؓ نے زیادہ اصرار نہیں کیا، البتہ یہ عہد لے لیا کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا،[1]

مگر ملکی انتظام سے اس کنارہ کشی کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے، چنانچہ ۲۶ھ میں، افریقیہ (تونس، الجزائر، مراکش) کی مہم میں شریک ہوئے،[2] پھر ۳۰ھ میں خراسان اور طبرستان کے معرکوں میں سعید بن عاصؓ کے ساتھ تھے،[3] جب فتنہ و فساد شروع ہوا، تو بالکل کنارہ کش ہو گئے، اور پھر کسی چیز میں حصہ نہیں لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہیں ہم سب آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہیں، فرمایا، جہاں تک میرے امکان میں ہے اپنے لئے ایک پچھنے کے برابر بھی خون نہ بہنے دوں گا، لوگوں نے دھمکی دی کہ اگر آپ اس بار گراں کو نہیں سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے، لیکن انھوں نے اس دھمکی کی بھی مطلق پرواہ نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنوں کا مرکز بن گیا تھا اپنے کو بچائے رکھا،[4]

البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں سے کس کی خلافت تسلیم کی، ابن حجر کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارہ میں مسلمانوں کا اختلاف تھا اس لئے ابن عمرؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، کیونکہ ان کی رائے تھی کہ جب تک کسی شخص پر لوگوں کا اجماع نہ ہو جائے اس وقت اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنی چاہیئے،[5]

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۰۸ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۴ [3] ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۴ [4] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۱۱ [5] فتح الباری جلد ۵ ص ۱۸،

لیکن مستدرک نے غسان بن عبد الحمید کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ نے اس شرط پر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی کہ وہ ان کے ساتھ خانہ جنگی مین نہ شریک ہون گے اور جناب امیر نے ان کو اس کی اجازت بھی دیدی تھی[۱] ہمارے نزدیک مستدرک کی روایت زیادہ صحیح اور قرین قیاس ہے، کیونکہ ابن حجر نے جس اصول کی بنا پر ابن عمرؓ کا حضرت علیؓ کی خلافت سے دست کش ہونا بتایا ہے، اس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، گو حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام مسلمانون کا اتفاق نہین ہوا تھا، تاہم اسلام کے ارباب حل و عقد یعنی مہاجرین و انصار کی اکثریت حضرت علیؓ کے ساتھ تھی اور ان کی نہایت ہی مختصر جماعت آپ سے الگ رہی، البتہ یہ مسلّم ہے کہ انھون نے جنگ جمل اور صفین مین کسی کا ساتھ نہین دیا، اور ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا ایک قطرہ خون نہین گرا، لیکن ضمیر حق پرست تھا، اس لئے جنگ مین حضرت علیؓ کے ساتھ نہ دینے پر آخر دم تک متاسف رہے، فرماتے تھے کہ گو مین نے اپنا ہاتھ آگے نہین بڑھایا، لیکن حق پر مقاتلہ افضل ہے[۳]

جنگ صفین کے بعد جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم بنایا گیا تو ابوموسیٰؓ نے خلافت کے لئے ابن عمرؓ کا نام پیش کیا تھا،[۴] مگر عمرو بن العاصؓ نے اس سے اختلاف کیا حکم کے، فیصلہ سناتے وقت آپ بھی عام مسلمانون کے ساتھ امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ سننے کے گئے دومتہ الجندل آئے تھے،

ان واقعات کے بعد مسلمانون مین دو نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے ایک وہ جو حضرت علیؓ کو برا سمجھتا تھا، دوسرا وہ جو حضرت عثمانؓ کی برائیان بیان کرتا تھا کہ وہ احد مین بھاگ کھڑے ہوئے

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۸ طبع حیدرآباد۔ [۲] استیعاب جلد اوّل ص ۱۸۱ [۳] مستدرک جلد ۳ ص ۵۵۸ [۴] ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۷۷،

تھے، اس بارہ مین حضرت ابن عمرؓ کی راے پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ کو اللہ نے معاف کیا، (قرآن پاک مین اس کی آیت ہے) مگر تم معاف کرنا نہین چاہتے، اور علیؓ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، اور آپ کے داماد تھے اور دیکھو کہ وہ گھر ان کا ہے جہان تم دیکھ رہے ہو[1] حضرت علیؓ کے بعد پھر امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کرلی، اور اس عہد کے بعض معرکون مین شریک ہوئے چنانچہ قسطنطنیہ کی مہم مین شریک تھے[2]

خلافت یزید امیر معاویہؓ کے بعد جب یزید تختِ حکومت پر بیٹھا، تو حضرت ابن عمرؓ نے محض اختلافِ امت کے فتنہ سے بچنے کے لئے اس کی بیعت کرلی، اور فرمایا، اگر یہ خیر ہے، تو ہم اس سے راضی ہین، اور اگر شر ہے تو ہم نے صبر کیا،[3]

کچھ دنون کے بعد جب مدینہ والون نے فسخ بیعت کیا، تو آپ نے اسی فتنہ سے بچنے کے خاطر اپنے اہل وعیال کو بلاکر فرمایا کہ مین نے اس شخص کے ہاتھ پر خدا اور رسول کی بیعت کی ہے، اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر دھوکہ باز کا ایک ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا کہ یہ فلان کی فریب کاری ہے، اور سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ خدا کے ساتھ شرک کیا جائے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر خدا اور رسول کے لئے بیعت کرلے اور پھر اس کو فسخ کردے، اس لئے تم مین سے کوئی شخص فسخِ بیعت مین حصہ نہ لے، اگر کسی نے حصہ لیا تو میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی،[4]

یزید کی بیعت آپ نے کسی لالچ یا خوف کی بناپر نہین کی تھی، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا، تو عمرو بن العاصؓ کو ان کے پاس ان کا عندیہ لینے کے لئے بھیجا انھون نے جاکر دبی زبان

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ [2] ابن اثیر حالات حملہ قسطنطنیہ [3] ابن سعد جزء ۴ قسم اول تذکرہ ابن عمر [4] ایضاً ص ۱۳۳ تھوڑے تغیر کے ساتھ یہ واقعہ بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۳ مین بھی مذکور ہے،

سے اس کا اظہار کیا، اور اس کے عوض ایک رقم خطیر پیش کرنا چاہی، رشوت کا نام سنکر وہ غصہ سے کانپ اٹھے، اور اُسی وقت عمرو بن العاصؓ کو کھڑے کھڑے نکال دیا،[۱]

معاویہ بن یزید، مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت

یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوا، مگر اس کی خلافت صرف تین مہینہ رہی، اس کے بعد وہ خود خلافت سے دست بردار ہوگیا،[۲]

اس کی وفات کے بعد ایک طرف مکہ مین عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا، اور عراق حجاز و یمن کے لوگون نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی، دوسری طرف شام مین مروان نے اپنی بیعت لی، گو اکثر اسلامی ممالک ابن زبیرؓ کی طرف مائل تھے، لیکن حضرت ابن عمرؓ ان کے دعوائے خلافت کو بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے،[۳] چنانچہ ان ہی کے زمانہ مین جب فریقین مین جنگ برپا تھی، تو ایک شخص نے اُن سے آکر کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ فتنہ کو روکنے کے لئے لڑو، انھون نے جواب دیا تھا کہ جب فتنہ تھا تو ہم لڑے، فتنہ یہ تھا کہ مسلمانون کو کفار اس کی اجازت نہین دیتے تھے کہ وہ اپنے خدا کی عبادت کر سکین، اب یہ خانہ جنگی جہاد نہین، بلکہ بادشاہی کے لئے لڑائی ہے،[۴] مگر با این ہمہ جب عبد الملک کی طرف سے حجاج ابن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ گیا، اور خانہ کعبہ کے ایک حصہ کو اپنے گولون کا نشانہ بنایا تو وہ سخت برہم ہوے، اور اپنی برہمی کو قابو مین نہ رکھ سکے،[۵]

خلافت عبد الملک

مروان کے بعد جب عبد الملک کی خلافت پر بیعت ہوئی، تو آپ نے بھی تحریری بیعت نامہ بھیجدیا، جس کا مضمون یہ تھا کہ "خدا اور رسول کی سنت پر مین اور میرے لڑکے

---

[۱] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۲۱ [۲] ابو الفداء جلد ا ص ۱۹۳، مطبوعۂ مصر [۳] ابن سعد قسم اول جزء ۴ تذکرۂ ابن عمرؓ [۴] صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب حتی لاتکون فتنۃ [۵] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۸ حیدر آباد،

امیر المومنین عبد اللہ عبد الملک کی سمع و طاعت کا بقدر استطاعت عہد کرتے ہیں،[1] عبد الملک حضرت ابن عمرؓ کا بڑا احترام کرتا تھا، اور مذہبی معاملات میں ان کی اقتدا کرتا تھا، اور حج کے موقع پر ارکان میں آپ کی اقتدا کا فرمان جاری کرتا تھا،[2]

علالت اور وفات۔ ۷۳ھ میں تراسی چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بجھی ہوئی تھی، ان کے پاؤں میں چبھ گئی، یہ زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا، اور یہی زخم ان کی موت کا باعث ہوا، عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ حجاج کے اشارہ سے اس طرح زخمی کئے گئے تھے، البتہ اس کی تفصیل میں اختلاف ہے، مستدرک کی روایت ہے کہ حجاج نے جب خانۂ کعبہ میں منجنیق نصب کرائی اور ابن زبیرؓ کو شہید کرایا، تو اس کا یہ فعل تشنیع ابن عمرؓ کو بہت ناپسند ہوا، آپ نے اس کو بہت برا بھلا کہا، حجاج برافروختہ ہو گیا، اور اس کے اشارے سے شامیوں نے ان کو زخمی کر دیا،[3]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عبد الملک نے حجاج کو ہدایت کی تھی کہ وہ ابن عمرؓ کی مخالفت نہ کرے، یہ حکم اس پر بہت شاق گذرا، لیکن عدول حکمی بھی نہیں کر سکتا تھا، اس لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا، اور آپ کو زخمی کرا دیا،[4]

ابن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیرؓ پر یہ اتہام لگایا کہ انھوں نے نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے، حضرت ابن عمرؓ نے اس کی تردید کی، اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے، نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے، نہ تجھ میں یہ مجال ہے، مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ علانیہ کوئی برا

---

[1] بخاری جلد ۲ باب کیف یبایع الامام الناس [2] بخاری جلد ۱ ص ۲۲۵ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۰، [4] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد،

برتاؤ نہین کرسکتا تھا۔ اس لئے خفیہ انتقام لیا"

ابن خلکان اور اسد الغابہ مین اس کے علاوہ دو روایتین نقل کی گئی ہین، ایک یہ کہ ایک دن حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا، کہ عصر کا وقت تنگ ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہین کرسکتا، حجاج نے کہا جی مین آتا ہے کہ "تمہاری آنکھین پھوڑ دون"، فرمایا تجھ کوتاہ بین سے یہ بھی کچھ بعید نہین، دوسری روایت یہ ہے کہ عبد الملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام حجاج مناسک حج مین حضرت ابن عمرؓ کی اقتدا کرین، حضرت ابن عمرؓ حجاج کے عرفات اور دوسرے مواقف سے بغیر حجاج کا انتظار کئے بڑھ جاتے تھے، حجاج کی فرعونیت کب اس کو گوارا کرتی، مگر عبد الملک کے حکم سے مجبور تھا، اس لئے آپ کی جان کا خواہان ہوگیا،[۲]

ابن عبد البر نے استیعاب مین بھی یہی دونون روایتین نقل کی ہین، اگرچہ ان روایتون کی صورت واقعہ مین اختلاف ہے، مگر تضاد نہین، اس لئے ان مین سے کسی کو غلط نہین کہا جاسکتا، ہوسکتا ہے کہ یہ تمام واقعات یکے بادیگرے آتے رہے، مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ ابن عمرؓ کے سامنے اس کی پیش نہین چلتی، اور وہ اس کو مطلق دھیان مین نہین لاتے، تو آخر مین آپ کا قصہ ختم کردینے کا فیصلہ کرلیا، لیکن علی الاعلان وہ آپ پر ہاتھ نہین ڈال سکتا تھا اس لئے یہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیون مین سے کسی کو حکم دیا کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگون کا اژدحام ہوتا ہے مسموم نیزہ سے آپ کے پاؤن مین خراش دیدین، اس اژدحام مین زخمی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہوسکے گا، اور زہر کے اثر سے آپ کا کام بھی تمام ہوجائے گا، اور یہی ہوا، جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عیادت کو آیا، اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کاش مجھ کو ملزم کا پتہ چل جاتا، تو مین اس کی گردن اڑا دیتا، آپ نے فرمایا تم ہی نے یہ سب کچھ کیا اور پھر کہتے ہو کہ مین مجرم کو قتل کردیتا، تم حرم مین اسلحہ باندھنے

[۱] ابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ [۲] ابن خلکان جلد ا ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ و اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۰

کی اجازت دیتے، نہ یہ واقعہ پیش آتا، یہ سنکر وہ خاموش ہوگیا[1]،

حضرت ابن عمرؓ کو مدینہ منورہ میں وفات پانے کی تمنا بہت تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت نازک ہوئی، تو دعا کرتے تھے کہ خدایا مجھ کو مکہ میں موت نہ دیجئے[2]، اور اپنے صاحبزادہ سالم سے وصیت بھی کی کہ اگر میں مکہ ہی میں مرجاؤں تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی پھر اسی میں پیوند خاک ہوتے اچھا نہیں معلوم ہوتا، وصیت کے چند دنوں بعد سفر آخرت کیا[3]، اور علم وعمل کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا،

تجہیز وتکفین وفات کے بعد، وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا، مگر حجاج نے مداخلت کی، اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً مقام فخ، مہاجرین کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے[4]،

فضل وکمال حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، آپ کی بارگاہ کی دائمی حاضر باشی، سفر وحضر کی ہمرکابی، فاروقِ اعظم کی تعلیم وتربیت اور خود ان کی تلاش وجستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنادیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بیکران تھے آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا، جو علم وعمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے[5]

تلاوت وتفسیر قرآن تلاوت قرآن کے ساتھ آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سور وآیاتِ پر فکر وتدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف بقرہ پر ۱۴ برس صرف کئے[6]، اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر وتاویل کا غیر معمولی ملکہ

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۶، [2] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۳۶ [3] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۳۰، [4] تلخیص مستدرک جلد ۳ وابن سعد [5] تذکرہ ابن عمرؓ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۳۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد [6] موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی،

پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا ملکہ آپ میں عنفوانِ شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ اکابر صحابہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، ابن عمرؓ بھی موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی اس مثال

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا، (ابراھیم)	تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے، کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے جسکی جڑ مضبوط ہے، اور شاخیں آسمان تک ہیں، وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے،

کے متعلق صحابۂ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مردِ مسلم کی طرح سدا بہار ہے، اس کے پتے کبھی خزان رسیدہ نہیں ہوتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب میں تمام صحابہ رضی حتی کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تک خاموش رہے، تو آپ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن ابن عمرؓ پہلے ہی سمجھ چکے تھے، لیکن اکابرِ صحابہؓ کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، جب حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تم نے جواب کیوں نہ دیا، تمہارا جواب دینا مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا،[1]

قرآن کے الفاظ کے معنوں پر بہت غائر نظر تھی، وہ ان کے ایسے جامع معنی اختیار کرتے تھے جو مفہوم پر پورے طور سے حاوی ہوتے تھے، چنانچہ "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ" میں دلوک کے معنی ڈھلنے کے لیتے تھے،

"دلوک" لغت میں ڈھلنے، زرد ہونے، غروب ہونے، تینوں معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے،

---

[1] بخاری و فتح الباری کتاب التفسیر سورۂ ابراہیم و کتاب العلم باب الفہم،

حضرت ابن عمرؓ اس کے معنی مطلق ڈھلنے کے لیتے تھے[1]، اس معنی سے ظہر، عصر، اور مغرب تینوں کے اوقات متعین ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ میل یا زوال کی تین منزلیں ہیں، ایک متعارف جسمیں سمت الراس سے زوال ہوتا ہے، جو ظہر کا وقت ہے، دوسرا جس میں سمت نظر سے ڈھلتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے تیسرا وہ جسمیں سمت افق سے ڈھل کر غروب ہو جاتا ہے، یہ مغرب کا وقت ہے،

بعض اوقات آیات کے شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جاتے ہیں، ابن عمرؓ اپنی فہم قرآنی سے اس قسم کے شکوک کا ازالہ کر دیتے تھے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیہ،

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ	خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے، اس کو عذاب
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ،	الیم کی بشارت دیدو،

کے بارہ میں یہ شبہہ پیدا ہوا کہ زکوٰۃ دینے کے بعد کیوں انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے، اور عدم انفاق کی صورت میں عذابِ الیم کی وعید کیوں ہے، اس نے ابن عمرؓ سے پوچھا، آپ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے، جو سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتا، وہ قابلِ افسوس ہے اور یہ آیہ زکوٰۃ کے نزول کے قبل کی ہے، زکوٰۃ تو خود ہی مال کو طاہر کر دیتی ہے[2]،

اسی آیہ میں ایک شخص نے کنز کے معنی پوچھے، آپ نے ایسے لطیف معنی بتائے کہ اگر یہ آیہ نزولِ زکوٰۃ کے بعد کی بھی ہوتی، تب بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتا، کنز کے لغوی معنی مالِ مدفونہ کے ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے بتایا کہ کنز اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے، اس معنی سے لاینفقون کا مفہوم صرف یکنزون سے ادا ہو جاتا ہے اور لاینفقونہا سے مزید تاکید ہو جاتی ہے، اور کنز کے لغوی

---

[1] موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی باب ماجاء فی دلوک الشمس و غسق اللیل [2] بخاری جلد اص ۱۸۹، کرزن پریس دہلی [3] موطا امام مالک ص ۱۰۹

معنی بھی نہین جانتے، کیونکہ جب زکوٰۃ نہ دی جائے گی، تو خواہ مخواہ جمع ہی ہوگا، ورنہ پھر زکوٰۃ کا مطالبہ اور عذابِ الیم کی وعید کیون ہوتی اور جمع بمنزلہ دفن کے ہے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک کے اصل مفہوم ومنشاء اور اس کے انداز بیان کو سمجھنے مین ابن عمرؓ کو کیسا ملکہ حاصل تھا،

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ فتنہ مین قتال کے بارے مین کیا فرماتے ہین، قرآن کا حکم ہے کہ:

قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ — ان لوگون سے مقاتلہ کرو یہان تک فتنہ نہ باقی رہے

یہ سوال مسلمانون کی خانہ جنگی کے زمانہ مین کیا گیا تھا، انھون نے فرمایا تم فتنہ کے معنی کیا سمجھتے ہو یہان قتال علی الفتنہ کا یہ مطلب نہین ہے کہ تم بادشاہت کے لئے لڑو، بلکہ قتال سے وہ قتال مراد ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ فرمایا تھا، کہ ان کے دین مین داخل ہونا مسلمانون کے لئے فتنہ تھا،[1]

صحیح بخاری مین اس واقعہ کے متعلق جو روایت ہے وہ اس سے زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کے ہنگامہ کے زمانہ مین دو آدمی ان کے پاس آئے، اور کہا سب لوگ ختم ہو چکے، آپ عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہین، آپ کیون نہین میدان مین آتے" فرمایا خدا نے بھائی کا خون حرام کیا ہے، اس لئے مین نہین نکلتا، دونون نے کہا خدا تو خود فرماتا ہے،

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ — یعنی ان سے لڑو یہان تک کہ فتنہ باقی نہ رہے

الدِّينُ لِلَّهِ، — اور دین خالص خدا کے لئے ہو جائے،

فرمایا بیشک ہم لڑے یہان تک فتنہ باقی نہ رہا، اور دین خدا کے لئے ہوگیا، اور تم لوگ اس لئے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر خدا کے لئے ہو جائے، دوسری روایت مین ہے کہ انھون نے

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۹۴،

کہا یہ اُس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد مین کم تھے، اور وہ اپنے مذہب کا اعلان نہین کر سکتے، اور جب کرتے تھے تو کفار ان کو ستاتے تھے، یہی وہ فتنہ تھا جس کو روکنے کے لئے جہاد تھا، اب مسلمانون کی تعداد بہت بڑھ گئی، اس لئے اب اس فتنہ کا ڈر نہین رہا،[۱]

حدیث | تفسیر قرآن کے بعد حدیثِ نبوی کا درجہ ہے، ابن عمرؓ کا شمار اساطینِ حفاظِ حدیث مین ہے، اگر ان کی مرویات کی تعداد حدیث کی کتابون سے علٰحدہ کر لی جائے، تو ان کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائینگے، ان کی مجموعی تعداد ۱۶۳۰ ہے، ان مین ۱۷۰ متفق علیہ ہین، اور ۸۱ مین بخاری اور ۳۱ مین مسلم منفرد ہین،[۲]

حدیث کی طلب وجستجو | ابن عمرؓ کو حدیث نبویؐ کا اتنا شوق اور اس کی اس قدر جستجو تھی کہ اپنی غیر حاضری کے اقوال اور افعال نبویؐ، ان لوگون سے جو آپ کی خدمت مین حاضر رہا کرتے تھے، پوچھ لیا کرتے تھے، اور اس کو یاد رکھتے تھے،[۳] اگر کوئی ایسی حدیث یا ایسا مسئلہ سنتے، جو ان کے علم مین نہ ہوتا، تو فوراً خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حدیث کے راوی کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتے، ایک مرتبہ کسی نے ایک ایسا مسئلہ بیان کیا، جو ان کے علم مین نہ تھا، فوراً خدمتِ نبوی مین حاضر ہو کر اس کی تصدیق کی،[۴] ایک مرتبہ ایک لیثی نے ابو سعید خدریؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا چاندی کی بیع صرف اس صورت مین جائز رکھی ہے کہ برابر ہو، ان کو اس کا علم نہ تھا، اس لئے ابو سعید خدریؓ کے پاس جا کر اس کی تصدیق کی،[۵]

حدیث کی اشاعت وتعلیم | اس تلاش وجستجو نے ابن عمرؓ کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا، جس سے ہزارون لاکھون مسلمان سیراب ہوئے، ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا، حضرت ابن عمرؓ

---

[۱] یہ دونون روایتین صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۴۸ کتاب التفسیر باب قاتلوھم حتی لاتکون فتنة مین ہین
[۲] تہذیب الکمال ص ۲۰۷ مطبوعہ مصر [۳] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ [۴] صحیح مسلم کتاب صلوٰة المسافرین وقصرہا جلد ۱ ص ۲۷۵ مطبوعہ مصر [۵] ایضاً ص ۲۳، باب الربا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال سے زیادہ زندہ رہے، اس مین آپ کا مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا، اسی لئے[1] آپ نے کوئی عہدہ قبول نہین کیا کہ اس سے یہ بابرکت سلسلہ منقطع ہو جاتا، مدینہ مین مستقل حلقہ درس تھا، اس کے علاوہ اشاعت کے لئے سب سے بہترین موقع حج کا تھا، جس مین تمام اسلامی ملکون کے مسلمان جمع ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتوی دیتے تھے، اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھین،[2] لوگون کے گھرون پر جاکر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ وہ ابن عمرؓ کے ساتھ عبداللہ بن مطیع کے یہان گئے، عبداللہ نے خوش آمدید کہا، اور ان کے لئے فرش بچھایا، انھون نے کہا مین اس وقت تمھارے پاس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہون، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دست برداری کی، وہ قیامت کے دن ایسی حالت مین آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا[3]

ان کی تعلیم کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا، علی بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ مین حالت نماز مین کنکریون سے شغل کر رہا تھا، نماز تمام کر چکا تو ابن عمرؓ نے ٹوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی طریقہ بتایا،[4]

ایک مرتبہ سعید بن یسار، مکہ کے راستہ مین آپ کے ساتھ تھے، صبح ہونے کے قریب ہوئی تو سعید نے سواری سے اتر کر وتر پڑھی، اور بڑھ کر پھر ابن عمرؓ سے مل گئے، انھون نے پوچھا کہان تھے، کہا صبح ہو جانے کے خوف سے سواری سے اتر کر وتر ادا کی، ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمھارے لئے اسوۂ حسنہ نہین ہے، سعید نے کہا خدا کی قسم ضرور ہے، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ ہی پر بیٹھے بیٹھے

---

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۱۸۳ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۸ [3] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۵۴ [4] موطا امام مالک العمل فی الجلوس فی الصلوۃ ص ۳۰

وتر پڑھتے تھے[1]،

خود آپ کی ذات گرامی اوصاف نبوی کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی، جو سیکڑون درس اور ہزارون تلقینات سے زیادہ کارآمد تھی، جس کا صرف ایک نظر دیکھ لینا اور چند ساعتین آپ کی صحبت اٹھا لینا برسون کے درس وتدریس کے برابر ہوتا ہے، آپ کے صحیفۂ زندگی مین تمام احادیث عملاً بعنوان جلی مرقوم تھین، وہ تمام صحابہ اور تابعین جنھون نے ان کو دیکھا تھا، بالاتفاق ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے، حضرت ابوحذیفہؓ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہر شخص کو کچھ نہ کچھ بدل گیا، مگر عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ نہین بدلے، حضرت عایشہؓ فرمایا کرتی تھین کہ عہد نبوی کی حالت وکیفیت کا عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ کوئی پابند نہین رہا، حضرت نافع جو عبداللہ بن عمرؓ کے خادم اور شاگرد خاص تھے، اور جو ان کی خدمت مین تیس برس رہے تھے، وہ تابعین اور اپنے شاگردون سے کہتے کہ اگر اس زمانہ مین ابن عمرؓ ہوتے تو ان کو آثار نبوی کی اس شدت سے اتباع کرتے ہوئے دیکھکر تم یہی کہتے کہ یہ دیوانہ ہین[2]،

آپ کی ذات دوسرون کے لئے نمونہ تھی، لوگ دعا کرتے تھے کہ خدایا ہماری زندگی مین ابن عمرؓ کو زندہ رکھ کہ ان کی اقتدا سے فیضیاب ہوتے رہین، ان سے زیادہ عہد رسالت کا کوئی واقف کار نہین[3]،

اکابر علما، مشکلات مین ان کی طرف رجوع کرتے تھے، سعید بن جبیر جو خود بھی بڑے تابعی تھے، بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے لعان کے متعلق مجھ سے سوال کیا، مجھ کو معلوم نہ تھا مین نے ابن عمرؓ سے جاکر دریافت کیا[4]، ابن شہاب زہری جن سے بڑا کوئی محدث تابعین مین

---

[1] موطا امام مالک باب الامر بالوتر ص ۴۴ [2] مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۱، وابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ [3] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۰۶ [4] مسلم کتاب اللعان جلد اول ص ۵۹۷،

نہین گذرا، کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ وہ ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ برس تک افادۂ خلق مین مصروف رہے، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات چھپی نہ تھی۔[1]

چونکہ آپ ایک عالم کے مقتدا تھے، آپ کا ہر قول و فعل دوسرون کے لئے نمونہ بنجاتا تھا، اس لئے اپنے ان امور و اعمال کی جن کو سنت سے تعلق نہ ہوتا، بلکہ طبعًا یا بدرجہ مجبوری سرزد ہوتے تصریح فرما دیتے تھے، آپ مردہ مین بال بنوا رہے تھے، لوگ گرد و پیش جمع ہوکر دیکھنے لگے، فرمایا یہ سنت نہین ہے، بلکہ بال تکلیف دے رہے تھے، اس لئے بنوا دیے،[2]

ایک شخص آپ کے پہلو مین نماز پڑھ رہا تھا، چوتھی رکعت مین پلتھی مار کر بیٹھا، اور دونون پاؤن موڑ لئے، آپنے اس کو مذموم تبایا، اس نے کہا آپ ایسے ہی بیٹھتے ہین، فرمایا مجبوری سے کرتا ہون۔[3] آپ کا بدن بھاری تھا اس لئے مسنون طریقہ سے نہین بیٹھ سکتے تھے،

احتیاط فی الحدیث لیکن اس فضل و کمال، اس وسعتِ علم، اور اس وقتِ نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے مین حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہین کہ صحابہ کی جماعت مین ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے مین کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث مین کمی و بیشی سے بہت ڈرتے تھے،[4] ابو جعفرؓ کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثون مین کمی و زیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے،[5] سعد اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہین، کہ حدیث نبوی مین ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہین گذرا،[6] اس لئے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ مدینہ کے راستہ مین میرا اور ابن عمرؓ کا ساتھ ہوا، اس درمیان مین انھون نے صرف ایک حدیث بیان کی،[7]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ تذکرۂ ابن عمرؓ [2] ابن سعد جز ۴ قسم اول ص ۱۱۴ [3] موطا امام مالک العمل فی الجلوس فی الصلوٰۃ ص ۳۰ [4] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۴ [5] مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۱ [6] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ [7] بخاری باب الفہم فی العلم جلد اول ص ۱۶

امام شعبی کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا لیکن انھوں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی، اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ روایتِ حدیث کو برا سمجھتے تھے یا کم بیان کرتے تھے بلکہ بلا ضرورت نہیں بیان کرتے تھے،

وہ احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں روایت کرنا ضروری سمجھتے، اور اس میں تغیر پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبید بن عمیرؓ حدیث سنا رہے تھے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المنافق کشاۃ من بین ربیضتین اذا اتت ھولاء نطحتھا" حضرت ابن عمرؓ نے فوراً ٹوک دیا کہ یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ یوں فرمایا ہے "مثل المنافق بین غنمین" عبید عمر میں آپ سے بڑے تھے، اس لئے ان کو غیرت آگئی بہت برہم ہوئے، ان کے اس بے جا غصہ کا یہ جواب دیا کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا، تو نہ تردید کرتا،[1]

اس احتیاط کی بنا پر اکابر علما آپ کی مرویات کو اتنی قابل اعتماد سمجھتے تھے کہ پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام شعبی فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ کی روایت بہت درست ہوتی تھی،[2] ابن شہاب زہریؒ ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسری رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے کتاب اللہ کے بعد صداقت اور وثوق میں دوسرا درجہ دیا ہے زیادہ تر ان ہی کی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمرؓ سے اُن کے خادم و شاگرد نافع نے بیان کی ہیں، اور ان سے امام مالک نے سنا ہے حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا، اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافع ابن عمرؓ کی صحبت میں تیس برس رہے، پھر امام مالک حضرت نافعؒ کے حلقہ درس میں دس بارہ برس بیٹھے، اسی طرح مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کا سلسلہ

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۳۲ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۸،

محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے اور بجا کہا جاتا ہے کہ

این سلسلہ از طلائے ناب است — این خانہ تمام آفتاب است

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ عبد اللہ بن مسعودؓ، بلالؓ، صہیبؓ، رافع بن خدیجؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ جیسے اکابر امت ہیں،[1]

تلامذہ آپ کے علم کی کثرت، اور فیضان نے آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، صاحبزادوں میں بلال، حمزہ، زید، سالم، عبد اللہ، عبید اللہ، عمر، پوتوں میں ابوبکر، محمد، عبد اللہ، غلاموں میں نافع، اسلم، بھتیجوں میں حفص، عبد اللہ، عام لوگوں میں زید، خالد، عروہ ابن زبیرؓ، موسیٰ بن طلحہؓ، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، عامر بن سعد، حمید بن عبد الرحمٰن، سعید ابن مسیب، عون بن عبد اللہ، قاسم، محمد بن ابی بکرؓ، مصعب بن سعد، ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعریؓ، انس بن سیرین، بسر بن سعید، بکر بن عبد اللہ المزنی، ثابت البنانی، جبلہ بن سحیم، حرملہ حکم بن مینا، حکیم بن ابی حرہ، حمید بن عبد الرحمٰن حمیری، ابو صالح السمان، زاذان ابو عمر، زبیر بن عربی، زیاد بن جبیر، ابو عقیل، زہرہ بن معبد، سالم بن ابی الجعد، زید بن جبیر جشمی، سعد بن عبیدہ، سعید ابن حارث، سعید بن یسار، سعید بن عمرو، صفوان بن محرز، طاؤس، عطاء، عکرمہ، مجاہد، سعید ابن جبیر، ابو الزبیر، عبد اللہ بن شقیق عقیلی، عبد اللہ بن ابی ملیکہ، عبد اللہ بن مرہ ہمدانی، عبد اللہ ابن کیسان، عبید بن جریج، عبد اللہ بن مقسم، عکرمہ بن خالد مخزومی، علی بن عبد اللہ البارقی، علی بن عبد الرحمٰن وغیرہم،[2]

فقہ حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے کہ اسی پر تشریع اسلامی کا دارومدار ہے، حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجۂ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم و افتا میں کٹی، مدینہ کے ان

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۲۸ دائرۃ المعارف حیدر آباد و [2] تہذیب التہذیب تذکرہ ابن عمرؓ

ان مشہور صاحب فتاوی صحابہ مین جن کے فتاوی کی تعداد زیادہ ہے ایک ابن عمرؓ بھی تھے[1] فقہ مالکی جو ائمۂ اربعہ مین سے ایک امام کی فقہ ہے اس کا تمام تر دارومدار حضرت ابن عمرؓ کے فتاوی پر ہے[2] اس بنا پر امام مالک فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ ائمۂ دین مین تھے[3] ابن عمرؓ کے فتاوی جمع کئے جائین تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے[4] کبار مشائخ کی رائے ہے کہ تنہا ابن عمرؓ کے اقوال، اسلامی مسائل کے استفتاء کے لئے کافی ہین،

احتیاط فی الفتاوی مگر اس تفقہ کے باوجود حدیث کی طرح فتاوی مین بھی بہت محتاط تھے، جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا، فتوی نہ دیتے، حافظ ابن عبد البر نے استیعاب مین لکھا ہے کہ وہ اپنے فتوون مین اور اعمال مین نہایت سخت محتاط تھے، اور خوب سوچ سمجھ کر کہنے والے اور کرنے والے تھے[5]،

اگر کوئی مسئلہ نہ معلوم ہوتا تو اپنی کسر شان کا لحاظ کئے بغیر نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا، آپ کو علم نہ تھا، فرمایا، "مجھے نہین معلوم"، اس کو ان کی صاف بیانی پر تعجب ہوا، کہنے لگا، ابن عمرؓ بھی خوب آدمی ہین جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کر دی[6]، عقبہ بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، فرمایا، "مجھ کو نہین معلوم، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمرؓ نے مجھ کو ایسا فتوی دیا تھا[7]، ابن عباسؓ کو آپ کا یہ طرز عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز مین ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہین، اور مستفتی کو لوٹا دیتے ہین،"[8] اگر کبھی فتوی دینے کے بعد غلطی معلوم ہوتی تو بلا پس و پیش پہلے فتوی سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتوی سے آگاہ کر دیتے،

ایک مرتبہ عبد الرحمن بن ابی ہریرہؓ نے آبی مردار کے متعلق استفتاء کیا کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہین،

---

[1] اعلام الموقعین ابن قیم جلد اول ص ۱۳ [2] مقدمہ مسوی شرح موطا شاہ ولی اللہ صاحب [3] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۱
[4] اعلام الموقعین ابن قیم جلد اول ص ۱۳ [5] استیعاب جلد اول ص ۳۸۰ [6] ابن سعد ق ۴ ص ۱۲۵ [7] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ [8] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۳

آپ نے ناجائز بتایا، بعد میں قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا، احل لکم صید البحر وطعامہ، چنانچہ انھوں نے عبد الرحمن کے پاس کہلا بھیجا کہ "اس کے کھانے میں کوئی ہرج نہیں"[1] دوسرے عام مفتیوں کو بھی اپنی رائے وقیاس سے فتویٰ دینے سے منع فرماتے تھے، حضرت جابرؓ بصرہ کے مفتی تھے ابن عمرؓ ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہی فرمائی کہ "تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے استفتا کرتے ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر فتویٰ نہ دیا کرو،"[2] آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی ہی نہیں،[3]

قیاس واجتہاد تاہم اس احتیاط کے باوجود بعض مسائل میں قیاس واجتہاد ناگزیر ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں تمام مسائل کا استقصا نہیں ہے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا، ابن عمرؓ پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور عملی مثالوں کی طرف رجوع کرتے تھے، جب مقصد حاصل نہ ہوتا تو اجتہاد کرتے،[4] لیکن مستفتی سے کہدیتے کہ یہ میرا قیاس ہے، طاؤس کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوتا، جس کے بارہ میں کتاب اور سنت میں کوئی حکم نہ ہوتا، تو پوچھنے والوں سے کہتے کہ "اگر کہو تو اپنے قیاس سے بتا دوں"[5]

لیکن قیاس واجتہاد میں بھی آپ کو ایسا خداداد ملکہ حاصل تھا، کہ آپ کی رائے بھی اتنی صائب اور فیصلہ کن سمجھی جاتی تھی کہ بڑے بڑے ائمہ اس کے بعد پھر کسی دوسرے کی رائے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے، امام ابن شہاب زہری نے اپنے شاگرد امام مالک کو ہدایت کی تھی کہ ابن عمرؓ کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے،[6]

---

[1] موطا امام مالک باب ما جاء فی صید البحر ص ۱۸۴، [2] اعلام الموقعین جلد اول ص ۷۶ مصر [3] ایضاً [4] تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول ص ۳۳ [5] اعلام الموقعین جلد اول ص ۶۷ [6] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۳،

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی کوئی بات ان سے چھپی نہ تھی،[۱] امام زین العابدینؓ فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ بڑے صائب الرائے تھے،[۲] بڑے بڑے مشایخ کہا کرتے تھے کہ جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا اس نے پھر تلاش و تفحص کے لئے کچھ نہیں چھوڑا،[۳]

بعض فتاوے ایک شخص نے حاملہ عورت کے روزہ کی نسبت پوچھا کہ اگر حاملہ کو روزہ سخت معلوم ہو، یا اس سے نقصان پہونچنے کا احتمال ہو، تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرے، فرمایا افطار کرلے، اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد گیہوں مسکین کو دیدیا کرے،[۴] قرآن پاک کی آیت وَالَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کے متعلق صحابہؓ کی دو جماعتیں ہیں، ایک اس حکم کو منسوخ سمجھتی ہے، اور دوسری اس کو حاملہ، دودھ پلانے والی اور کبیر السن بوڑھوں کے لئے مخصوص کرتی ہے، حضرت ابن عمرؓ کا یہ فتوی دوسرے فریق کی تائید کرتا ہے،

عورتوں کے استعمالی زیوروں کی زکوٰۃ کے بارہ میں صحابہؓ اور مجتہدین کا اختلاف ہے، ایک گروہ اس کی بھی زکوٰۃ واجب ٹھہراتا ہے، جو حنفیہ کا مسلک ہے، دوسرا گروہ زیور میں زکوٰۃ کے وجوب کا قائل نہیں، حضرت ابن عمرؓ کا عمل دوسرے گروہ کا مؤید ہے، چنانچہ اپنی لڑکیوں کو سونے کے زیورات پہناتے تھے اور ان کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے،[۵] اس سے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمالی زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے کہ وہ ایک طرح سے عملاً عورت کے ضروریات میں ہیں، ہاں البتہ اگر کوئی زیور کو سرمایہ کے طور پر یا تجارت کی غرض سے رکھے تو بے شبہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، صحابہؓ میں حضرت عائشہؓ کا بھی یہی مسلک ہے، اور مجتہدین میں امام شافعی وغیرہ اس طرف گئے ہیں،

سکھائے ہوئے کتے کے شکار کی حلت کا مسئلہ تو خود قرآن پاک میں مذکور ہے، مگر اس کی بعض

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۳ [۲] مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۰ [۳] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۳ [۴] موطا امام مالک ص ۹۶ جدیۃ من افطر فی رمضان [۵] ایضاً ص ۱۰۰ مالا زکوٰۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر

تفصیلات مین لوگون کا اختلاف ہے، حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ اگر کتے نے شکار کا کوئی حصہ خود نہین کھایا ہو، تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ، دونون صورتون مین کھایا جا سکتا ہے[1]،

اگرچہ غلام کے افعال عموماً آقا کی مرضی کے تابع ہین، تاہم اس کے کچھ فطری حقوق ایسے ہین جن مین اس کو کامل اختیار ہے اور آقا کی مرضی اور منشاء کو کوئی دخل نہین، ابن عمرؓ غلام کے ان حقوق کے بڑے محافظ تھے، فرماتے تھے کہ اگر غلام کو آقا نے شادی کی اجازت دیدی، تو پھر طلاق دینے نہ دینے کا کامل اختیار اسی غلام کو ہوگا، آقا کو اس مین کوئی دخل نہ ہوگا، یعنی اگر آقا طلاق دلانا چاہے تو غلام طلاق دینے پر مجبور نہین ہے،

اسی طرح آپ عورتون کے حقوق کے بھی بڑے محافظ تھے کہ ان کے شوہر ان کو بازیچۂ اطفال نہ بنائین کہ جب تک چاہا کھیلا اور جب چاہا بگاڑ دیا، ایک شخص نے آکر پوچھا کہ ابو عبد الرحمن مین نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ مین دیدیا تھا، یعنی طلاق اس کی مرضی پر محول کردی تھی، اس نے طلاق لے لی، آپ کا کیا فتویٰ ہے، فرمایا عورت نے جو کچھ کیا صحیح کیا، (یعنی طلاق پڑ گئی) اس نے کہا ایسا نہ کیجئے فرمایا مین کرتا ہون کہ تم نے خود کیا[2]،

ربا (سود) کے معاملہ مین بہت سخت تھے، اگر ربا کا خفیف شائبہ بھی نکلتا، تو اس کو ناجائز سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک سنار نے پوچھا کہ مین سونے کی چیزین بنا کر اس سے زیادہ وزن کے سونے کے ساتھ بیچتا ہون، اور یہ زیادتی میری محنت کا صلہ ہوتی ہے، آپنے منع کیا، سونار بار بار پوچھتا تھا، اور آپ منع کرتے تھے، آخر مین فرمایا کہ دینار سے دینار اور درہم سے درہم کے تبادلہ مین کسی قسم کی زیادتی نہ ہونا چاہئیے، اس کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے، اور مین تم سے عہد لیتا ہون[3]،

---

[1] موطا امام مالک باجاء فی صید المعلمات ص ۱۸۳ [2] ایضاً باجاء فی طلاق العبد ص ۲۰۹ [3] ایضاً باجاء فی الخلیۃ والبریۃ واشباہ ذالک ص ۲۰۰ [4] ایضاً بیع الذہب والورق عیناً وتبراً ص ۲۶۰،

اس تشدد کی بنا پر آپ قرض کے معاملہ مین کسی جانب سے بھی رعایت پسند نہ کرتے تھے، چنانچہ یہ صورت بھی آپکے نزدیک ناپسندیدہ تھی کہ ایک شخص مدت معینہ کے لئے قرض لے پھر قرض خواہ مدت معینہ سے پہلے روپیہ لینا چاہے اور اس کے عوض مین رقم کا کچھ حصہ چھوڑ دے[۱]، گو ربا کا فائدہ قرض خواہ کو ملتا ہے، اس لئے عام معنی مین یہ شکل ربا کے تحت مین نہین آتی، لیکن چونکہ قرض کے سلسلہ مین رعایت ہے، اور اس سے ایک فریق کو فائدہ پہنچتا ہے، اس لئے اس مین اُن کو ربا کا شائبہ نظر آیا۔

ابن عمرؓ کے فضل و کمال کی جستجو مین جہان تک ہم اندازہ کر سکے ہین، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم شاعری، نسابی، اور خطابت کو آپکی بارگاہ علم مین بار نہ تھا، اس کا ایک کھلا ہوا سبب یہ ہے کہ آپ زہد واتقا کے سبب سے مذہبی علوم کے علاوہ دوسرے علوم مین وقت صرف کرنا پسند نہ فرماتے تھے، اس لئے جو وقت بھی ملتا تھا، وہ اسی علمی جہاد مین صرف ہوتا تھا، دوسرا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے جاہلانہ جذبات سے آپ کا دامن اخلاق ہمیشہ پاک رہا، حسن و عشق، حسب و نسب، غلط تہور و شجاعت آپکے نزدیک بے معنی الفاظ تھے اس لئے آپ شاعر اور نساب نہ بن سکے کہ یہی چیزین عرب کی شاعری کے عناصر اور اسی کی مایۂ خمیر ہین،

سیاست کے خارزار سے ہمیشہ دامن کشان رہے، اس لئے تیغ زبان کے جوہر نہ کھلے چنانچہ انھون نے خطیب کی حیثیت سے کوئی خاص شہرت نہین حاصل کی، تاہم آپ کے مختصر کلمات اور حکیمانہ اقوال بڑے زور خطبون سے زیادہ دقیع، زیادہ باا ثر، اور زیادہ مفید تھے، اہل علم کے بارے مین فرماتے تھے کہ "آدمی اس وقت اہل علم کے زمرہ مین شمار ہونے کے قابل ہوگا، جب وہ اپنے سے بلند آدمی پر حسد نہ کرے گا، اور اپنے سے کمتر کو حقیر نہ سمجھے گا، اور اپنے علم کی قیمت

[۱] زرقانی شرح موطا ص ۱۳۱ مطبوعہ مصر،

نہ ہے گا"، ایمان کے متعلق فرماتے تھے کہ "بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہین پہنچ سکتا جب تک وہ مذہب کے اس بلند مقام پر نہ پہنچ جائے، جہان سے عوام اس کے مذہب مین اس کو احمق نظر آئین"، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "کوئی بندہ خواہ وہ خدا کے نزدیک برگزیدہ ہی کیون نہ ہو، مگر جب دنیا کا کچھ حصہ اس کو مل جاتا ہے تو خدا کے یہان اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ضرور گھٹ جاتا ہے"[1]، نیکی کے بارے مین ارشاد تھا کہ نیکی بہت آسان شے ہے، خندہ جبینی اور شیرین کلامی،[2]

فضائل اخلاق

ابن عمرؓ نے اسلام کے سایہ مین نشو و نما پائی، فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت با برکت نے اس پر اور جلا دی تھی، اس لئے وہ خلق نبوی کا مکمل نمونہ بن گئے تھے اگرچہ تمام صحابہ کرامؓ پر خلق نبوی کا پرتو پڑا تھا، لیکن ابن عمرؓ پر ایسا گہرا اثر تھا کہ ان کی ہر ادا سے شان نبوتی آشکارا تھی، اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر وہ کام اسی طرح کرتے تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھتے تھے، اس کی مثالین حدیث کی کتابون مین بکثرت مذکور ہین،

خشیت الٰہی

خشیت الٰہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، خشیت یہ ہے کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب مین گداز پیدا ہو، قرآن پاک مین صحابہ کی تعریف مین ہے، اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم کہ جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہین، حضرت ابن عمرؓ مین یہ کیفیت بڑی نمایان تھی، چنانچہ جب وہ قرآن پاک کی یہ آیت،

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ (آیہ)

کیا مسلمانون کیلئے وہ وقت نہین آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے دل مین خشوع پیدا ہو،

پڑھتے تھے، تو ان پر بے انتہا رقت طاری ہوتی[3]، ایک مرتبہ حضرت عمیرؓ نے فکیف اذا جئنا من کل

---

[1] ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ مقصد دوم ص ۱۹۱ [2] اسد الغابہ ترجمہ ابن عمرؓ مطبوعہ مصر [3] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ مطبع شرفیہ مصر،

اُمَّتِہٖ بِشَہِیۡدٍ تلاوت کی تو آپ اس قدر روئے کہ ڈاڑھی اور گریبان آنسوؤن سے تر ہو گئے اور پاس بیٹھنے والون پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بہ مشکل برداشت کر سکے[۱]، فتنہ کے زمانہ مین جب ہر حوصلہ مند اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا، ابن عمرؓ اپنے فضل و کمال، زہد و اتقا، لوگون مین اپنی عام ہر دلعزیزی اور مقبولیت بلکہ اکثرون کی خواہش کے باوجود صرف خدا کے خوف سے محترز رہے، نافعؓ کہتے ہین، کہ مین نے اپنے کانون سے سنا، ایک دن ابن عمرؓ خانۂ کعبہ مین سربسجود ہو کر کہہ رہے تھے، کہ خدایا تو خوب جانتا ہے کہ مین نے حصولِ دنیا مین قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہین کی"[۲]

عبادت و ریاضت | آپ بڑے عبادت گذار و شب زندہ دار تھے، اوقات کا بیشتر حصہ عبادتِ الٰہی مین صرف ہوتا، نافعؓ روایت کرتے ہین کہ ابن عمرؓ رات بھر نمازین پڑھتے تھے، صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوا؟ اگر مین ہان کہتا تو پھر طلوعِ سحر تک استغفار مین مشغول ہو جاتے، اور اگر نہین کہتا تو بدستور نماز مین مشغول رہتے[۳]، روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے، بازار کی ضروریات پوری کرتے، پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے[۴]، محمدؓ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہین کہ ابن عمرؓ رات بھر مین چار پانچ مرتبہ اٹھ اٹھ کر نمازین پڑھتے تھے، ابن سیرین کا بیان ہے کہ رات کو جتنی مرتبہ آنکھ کھلتی تھی اٹھ کر نماز پڑھتے تھے[۵]، تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا، ایک رات مین پورا قرآن ختم کر دیتے، حج کسی سال ناغہ نہین ہوا حتی کہ فتنہ کے زمانہ بھی جب مکہ بالکل غیر مامون حالت مین تھا، انھون نے حج نہ چھوڑا، چنانچہ ابن زبیرؓ اور حجاج کی جنگ کے زمانہ مین جب انھون نے حج کا قصد کیا تو لوگون نے روکا کہ یہ حج کا موقع نہین، فرمایا اگر کسی نے روک دیا، تو اسی طرح رک جاؤن گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنون نے روکا تھا (صلح حدیبیہ کے زمانہ مین) تو آپ

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۲۹ [۲] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۹ [۳] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ [۴] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ [۵] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹،

رک گئے تھے اور اگر نہ روکا تو سعی وطواف پورا کرون گا، چنانچہ صرف اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انھون نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ سے مشابہت ہوجائے،[۱] وہ یون بھی تمام مسائل کے بڑے واقف کار تھے اور بکثرت حج کئے تھے، اس لئے صحابہؓ کی جماعت مین مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے،[۲] معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹتی تھی، چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے،[۳] مسجد جاتے وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑین گے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا،[۴]

پابندیٔ سنت

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبوی کا عکس اور پرتو تھی، لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندیٔ سنت کا والہانہ جنون تھا،[۵] صرف عبادات ہی مین نہین بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہان تک کہ جب وہ حج کے لئے سفر مین نکلتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر مین جن جن مقامات پر اترتے تھے وہان وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازین پڑھی تھین وہان یہ بھی پڑھتے تھے،[۶] حج کے سفر مین وہی راستہ اختیار کرتے جن راستون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گذرا کرتے تھے،[۷] انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور نے کبھی طہارت کی تھی، اس مقام پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کرلیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا مین سوار اور پیادہ دونون طریقون سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ مین اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے،[۸]

---

[۱] صحیح بخاری کتاب المناسک باب اذا احصر المعتمر [۲] ابن خلکان جلد اوّل ص ۲۴۱ [۳] ابو داؤ د جلد اوّل [۴] ابن سعد قسم اوّل جزء ۴ ص ۱۰۵ [۵] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۶۱، [۶] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۷ [۷] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۷

[۸] صحیح بخاری جلد اول ص ۱۰۶ مسلم جلد اول باب التعرس بذی الحلیفہ،

عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت مین بھی دعوتِ ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت مین کھانے مین نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہان حاضری ضرور دیتے تھے،[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین داخل ہونے کے قبل بطحا مین تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے،[۲] عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ مین بھی اسوۂ نبویؐ کو پیشِ نظر رکھتے تھے، چنانچہ ارکان مین صرف رکن یمانی کو چھوڑتے تھے، ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے، رنگون مین زرد رنگ استعمال کرتے، چپل پہنتے تھے، لوگون نے دریافت کیا، کہ آپ ایسا کیون کرتے ہین، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے،[۳] غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام حرکات وسکنات جو آپ نے بر سبیل سنت کئے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمرؓ ان سب کی اقتدا کرنا ضروری سمجھتے تھے،

زہد وورع حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زہد وتقوی کا نمونہ تھی، لوگون کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمرؓ کے وقت مین ان کے جیسے بہت سے لوگ تھے، لیکن ابن عمرؓ اپنے زمانہ مین بے نظیر تھے،[۴] عام طور پر لوگون مین آخر عمر مین جب قوی کا انحطاط ہوتا ہے، تو زہد وتقوی کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کی پیشانی پر عنفوانِ شباب ہی مین زہد وورع کا نور چمکتا تھا، اور جوانانِ قریش مین آپ کی ذات دنیا کی ہوا وہوس اور نفس کی خواہشون پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی،[۵] حضرت جابرؓ فرماتے تھے کہ ہم مین سوائے ابن عمرؓ کے کوئی ایسا نہ تھا، جس کو دنیاوی دلفریبیون نے اپنی طرف مائل

[۱] صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۷۰، باب اجابۃ الداعی فی العرس وغیرہا۔ [۲] ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۰۰
[۳] بخاری جلد ۱ ص ۲۸، باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین [۴] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹، اسی مفہوم کی حدیث مستدرک جلد ۳ صفحہ ۵۵۹ مین بھی ہے۔ [۵] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰،

نہ کیا ہو، البتہ ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہین ہوا[1]، اس سے بڑھ کر ان کے زہد و تقویٰ کی کیا سند ہوسکتی تھی کہ خود زبانِ رسالت نے ان کو رجُلِ صالح کی سند عطا کی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نوعمری کے زمانہ مین اکثر مسجد مین سویا کرتے تھے، ایک دفعہ انھون نے دوزخ کے فرشتون کو خواب مین دیکھا، جاکر اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا، انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ، جوان صالح، ہے، اس کے بعد وہ اکثر نمازون مین مشغول رہے[2]، اور آخر عمر تک یہی زندگی قائم رہی، ایک مرتبہ حضرت جابرؓ نے لوگون سے کہا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو، جن مین آپ کے بعد بھی کوئی تغیر نہین ہوا، تو وہ ابن عمرؓ کو دیکھے، ان کے علاوہ ہم سے ہر شخص کو حوادث زمانہ نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے[3]، حضرت زین العابدینؒ فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ زہد و تقویٰ اور اصابت راے مین ہم سب پر فائق تھے[4]، ان کی پوری زندگی بزرگون کے بیانات کی لفظ بہ لفظ تصدیق کرتی ہے، ابن عمرؓ چھوٹی چھوٹی باتون مین بھی تقویٰ اور پابندیِ سنت کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ پانی مانگا، کسی نے شیشہ کے گلاس مین لاکر پیش کیا، انھون نے انکار کردیا، جب دوبارہ وہ لکڑی کے پیالے مین لایا، تو پی لیا، پانی پی کر وضو کے لئے برتن مانگا، انھون نے طشت و آفتابہ پیش کیا، آپ نے انکار کردیا، اور لوٹے سے وضو کیا[5]،

مال و دولت آپ کی نگاہ مین کوئی حقیقت نہین تھی اور بڑی بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا، تو عمرو بن العاصؓ کو حضرت ابن عمرؓ کا عندیہ لینے بھیجا، انھون نے آکر کہا کہ آپ صحابی اور امیر المومنین کے لڑکے ہین، لوگ بھی آپ کی بیعت پر آمادہ ہین، پھر کیون نہ ہم لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلین، انھون نے پوچھا کیا سب

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰ [2] صحیح بخاری کتاب الرؤیا جلد ۲ ص ۱۰۴۰ [3] مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۰ [4] ایضاً [5] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۱۴

آمادہ ہین؟ کہا وہان معدودے چند اشخاص کے سوا سب تیار ہین، کہا اگر تین آدمی بھی میرے مخالف ہین، تو مجھے خلافت کی ضرورت نہین ہے، جب عمرو بن العاصؓ کو یقین ہوگیا کہ وہ کشت و خون کو ناپسند کرتے ہین، تو دبے لفظون مین کہا کہ پھر آپ ایسے شخص کے ہاتھ پر کیون نہ بیعت کرلین جس پر سب متفق ہوجائین گے، اس کے عوض آپ کو اس قدر زمین اور نقد و مال دیا جائے گا کہ آپ کی پشتہا پشت کے لئے کافی ہوگا، یہ سن کر آپ غصہ سے بیتاب ہوگئے، اور کہا تمھاری یہ مجال، ابھی میرے یہان سے نکل جاؤ، اور پھر کبھی صورت نہ دکھانا، میرا دین تمھارے درہم و دینار کے عوض فروخت نہین ہوسکتا مجھ کو امید ہے کہ جب دنیا سے جاؤن گا تو میرا ہاتھ ان آلائشون سے پاک ہون گے، [1]

زہد و تقوی کی اصل آزمایش کا وہ وقت ہوتا ہے، جب دنیا اپنے تمام ساز و سامان اور دلفریبیون کے ساتھ دعوت دیتی ہے، مگر انسان اس کی طرف نظر اٹھاکر بھی نہین دیکھتا، حضرت ابن عمرؓ کو بارہا ایسے موقعے ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ و جلال اور شان و شوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہوسکتے تھے، مگر انھون نے ان کی طرف آنکھ اٹھاکر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگون نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی، اور اس پر سخت اصرار کیا، مگر آپنے صاف انکار کردیا اور ان فتنون مین پڑنا گوارا نہ کیا، [2] اس سلسلہ مین ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے، جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے، سفیان ثوریؒ امام شعبی سے روایت کرتے ہین کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ، مصعب بن زبیرؓ، عبدالملک بن مروان اور ابن عمرؓ چارون آدمی خانہ کعبہ مین جمع تھے، سب کی راے ہوئی کہ ہر شخص رکن یمانی پکڑ کر اپنی اپنی دلی تمناؤن کے لئے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زبیرؓ اٹھے، اور دعا مانگی کہ خدایا تو بڑا ہے، اور تجھ سے بڑی ہی چیزین مانگی جاتی ہین، اس لئے مین تجھکو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی، اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ دلاکر دعا کرتا ہون کہ مجھے اس وقت

---

[1] ابن سعد قسم اول جزو ۴ ص ۱۲۱ [2] استیعاب جلد ا ص ۳۷۰،

زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری حکومت اور عام خلافت تسلیم کر لی جائے" اس کے بعد مصعب بن زبیر اٹھے اور رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگی کہ "تو تمام چیزون کا رب ہے، آخر مین سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے، مین تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر جس کے قبضہ مین تمام عالم ہے، دعا کرتا ہون کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ مین عراق کا والی نہ ہو جاؤن، اور سکینہ میرے نکاح مین نہ آجائے"

اس کے بعد عبد الملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ "اے زمین و آسمان کے خدا! مین تجھ سے ایسی چیز مین مانگتا ہون جس کو تیرے اطاعت گذار بندون نے تیرے حکم سے مانگا ہے، مین تجھ سے تیری ذات کی حرمت، تیری مخلوقات و بیت الحرام کے رہنے والون کے حق کا واسطہ دیکر دعا مانگتا ہون کہ تو مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھا جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے، اور اس مین جو شخص رخنہ اندازی کرے، اس کا سر نہ قلم کر دون، جب یہ لوگ دعا مانگ چکے، تو وہ بادہ حق کا سرشار اٹھا جس کے نزدیک دنیاوی طمطراق کی حقیقت سراب سے زیادہ نہ تھی، اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "تو رحمن و رحیم ہے، مین تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہون، جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت مین رسوا نہ کر، اور اس عالم مین مجھے جنت عطا فرما"[1]

برار روایت کرتے ہین کہ مین ایک مرتبہ ابن عمرؓ کی لاعلمی مین ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا، وہ چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ لوگ کندھون پر تلوارین رکھے، آپس مین کٹے مرتے ہین، اور مجھ سے کہتے ہین کہ ابن عمرؓ ہاتھ لاؤ، بیعت کرین،[2]

عموماً پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے، ایک شخص جورن لایا، آپ نے پوچھا کیا ہے؟ اس نے کہا اگر کھانا ہضم نہ ہو، تو اس سے ہضم ہو جاتا ہے، فرمایا، اس کی مجھ کو کیا ضرورت ہے، مین نے تو مہینون سے شکم سیر ہو کر کھانا ہی نہین کھایا،[3]

---

[1] ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۴ مطبوعۂ مصر [2] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۱۱ [3] ایضاً ص ۱۱۱

مشتبہات سے اجتناب شدتِ ورع کی بنا پر ہمیشہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز فرماتے تھے، عمرو ان نے اپنے زمانہ میں میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمرؓ ادھر رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے[1]، کہ اس میں پتھر کی پرستش کا خیالی شائبہ ہے، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ ہمیشہ عہدِ رسالتؐ اور اس کے بعد خلفائے اربعہؓ کے وقت تک کھیتوں کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کے کرایہ سے منع کیا ہے حضرت ابن عمرؓ نے سنا تو جا کر ان سے تصدیق چاہی، رافع نے کہا کہ ہاں منع کیا ہے، کہا تم کو معلوم ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زمین کا لگان لیا جاتا تھا، اگرچہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم دیا ہوگا، مگر محض اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمادی ہو اور مجھے علم نہ ہوا ہو۔[2]

ککڑی اور خربوزہ صرف اس لئے نہ کھاتے تھے کہ اس میں گندی چیزوں کی کھاد دیجاتی ہے،[3]

ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے، معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے، انھوں نے اس خیال سے پھینکوا دیا کہ سکر نہ پیدا ہو گیا ہو،[4]

اگرچہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، تاہم احتیاط کا مقتضا یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے، چنانچہ جب اپنے صاحبزادے کو گنگناتے ہوئے سنتے تو تنبیہ فرماتے،[5]

اگر کسی چیز میں صدقہ کے شائبہ کا بھی وہم ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے، ایک دن بازار گئے، وہاں ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا اسے لو، اس نے اپنے دام سے خرید لیا، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لئے افطار کے وقت اسی بکری کا دودھ پیش کیا گیا،

---

[1] ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۹۰ بحوالہ مصنف ابن ابی بکر [2] بخاری جلد ا ص ۳۱۵ باب ماکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یواسی بعضہم بعضاً فی المزراعۃ والثمر [3] ابن سعد جزء ۴ ق ا ص ۱۲۰ [4] ایضاً ص ۱۲۲ [5] ایضاً ص ۱۱۴

فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے، اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے، اور غلام صدقہ کا ہے، اس لئے اس کو لیجاؤ، مجھکو اس کی حاجت نہین ہے[۱]

ایک مرتبہ کہین دعوت مین تشریف لے گئے، وہان پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چناگیا، تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا، اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر مین روزہ ہون، یہ عذر پھولدار فرش کی وجہ سے تھا،[۲]

ایک مرتبہ احرام کی حالت مین سردی معلوم ہوئی، فرمایا مجھ کو اڑھا دو، آنکھ کھلی تو چادر کی سنجاف اور پھول بوٹون پر نظر پڑی، جو ابریشم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس مین یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال مین کوئی مضائقہ نہ تھا،[۳]

صدقات وخیرات | صدقہ وخیرات حضرت ابن عمرؓ کا نمایان وصف تھا، ایک ایک نشست مین بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے تھے، دو دو تین تین ہزار کی رقمین تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے،[۴] ایسا اوقات یکمشت ۳۰ ہزار کی رقم خدا کی راہ مین لٹادی،[۵] قرآن پاک مین نیکوکاری کے لئے محبوب چیز خدا کی راہ مین دینے کی شرط ہے، لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، حضرت ابن عمرؓ اس آیت کی عملی تفسیر تھے، آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزون کو راہِ خدا مین دیدیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اُس کو راہِ خدا مین آزاد کر دیتے، اور آپ کی نظر مین وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گذار ہوتا، غلام اس راز کو سمجھ گئے تھے، اس لئے وہ مسجدون کے ہو رہتے، حضرت ابن عمرؓ ان کے ذوقِ عبادت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے، آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ آپ کے غلام آپ کو دھوکہ دیتے ہین، اور صرف آزادی کے لئے یہ دینداری دکھاتے ہین، آپ فرماتے "من خدعنا باللہ انخدعنا لہ"

[۱] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۱۸ [۲] ایضاً ص ۱۲۷ [۳] ایضاً ص ۱۱۰ [۴] اصابہ تذکرہ ابن عمرؓ [۵] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۹

"جو شخص ہم کو خدا کے ذریعہ سے دیتا ہے، ہم اس کا دھوکا کھا جاتے ہیں"[1]، آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی، اس کو راہ خدا میں آزاد کر کے اپنے ایک غلام کے ساتھ بیاہ دیا، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کو آپ چومتے، اور فرماتے کہ اس سے کسی کی بو آتی ہے[2]، اسی طریقہ سے ایک دوسری چاہتی لونڈی کو آزاد کر دیا، اور فرمایا لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ[3]، آپ اس کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہو گئی تھی[4]، ایک مرتبہ انھوں نے نہایت عمدہ اونٹ خریدا، اور سوار ہو کر حج کو چلے، اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی، فوراً اتر پڑے، اور حکم دیا کہ سامان اتار لو، اور اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کر دو[5]،

مسکین نوازی مسکین نوازی آپ کا نمایاں وصف تھا، خود بھوکے رہتے لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے، عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے،

آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی تھیں، اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کے لئے پکاتی ہوں، وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں، فقراء اس کو سمجھ گئے تھے اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آکر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے، بیوی نے عاجز ہو کر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں پر بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں، اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں ابن عمرؓ مسجد سے واپس ہو کر حسب معمول گھر آئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوا دو، کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں، چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا[6]،

اگر دسترخوان پر کسی فقیر کی صدا کانوں میں پہنچ جاتی، تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو اٹھوا دیتے اور

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۲۳ [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ [3] ایضاً ص ۱۰۰ [4] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۱ [5] بخاری جلد ۲ [6] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۲۲،

خود روزہ سے دن گذار دیتے، ایک مرتبہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا کہ ایک فقیر نے صدا لگائی، فرمایا فقیر کو دیدو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہین دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس لئے اس کو نہ دیا، اور کھانے کے عوض نقدی فقیر کو دے کر واپس کیا، تب آپ نے تناول فرمایا[1] ایک مرتبہ بیمار پڑے، کھانے کے لئے انگور کے چند دانے خریدے گئے، ایک سائل آیا، حکم دیا انگور دیدو، لوگون نے عرض کیا آپ اس کو کھا لیجئے اس کو دوسرے دیئے جائینگے فرمایا نہین یہی دیدو، مجبوراً وہی دینے پڑے، اور دیگر پھر اس سے خریدے گئے[2] آپ کا یہ سلوک ان ہی لوگون کے ساتھ تھا، جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے، چنانچہ جب دسترخوان پر بیٹھتے، اور کوئی خوش پوش اور مرفہ الحال دکھائی پڑتا، تو نہ بلاتے، لیکن آپکے بھائی اور لڑکے وغیرہ اس کو بٹھا لیتے، اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا، تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلاتے ہین، اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجتمند ہوتے ہین ان کو چھوڑ دیتے ہین[3]

فیاضی اور سیرچشمی فقراء و مساکین کے علاوہ آپکے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم برستا تھا، اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے پاس چلی جاتی تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے، عطا کہتے ہین کہ ایک دفعہ ابن عمرؓ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لئے، جب ادا کئے، تو دو سو زیادہ آگئے، مین نے واپس کرنا چاہا، تو کہا تمھین لے لو[4] اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی جب واپس کی، تو مقررہ دفعہ درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کئے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہمون سے زیادہ کھرے ہین، فرمایا عمداً ایسا کیا تھا[5] آپکے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دیئے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے، ان کو ان لوگون سے قرض لے کر دیئے[6] جن کو پہلے

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۲۲ [2] ایضاً ص ۱۱۷ [3] ایضاً ص ۱۰۹ [4] ایضاً ص ۱۲۲ [5] ایضاً [6] ایضاً ص ۱۰۹،

دے چکے تھے، اقامت کی حالت میں بھی اکثر روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی مہمان آجاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے،[1] جہان مہمان جاتے ۳ دن کی مسنون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرتے، جب مکہ جاتے، تو عبد اللہ بن خالد کے گھرانے مین اترتے تھے، لیکن ۳ دن کے بعد اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے،[2]

ایک مرتبہ کہین جا رہے تھے، راستہ مین ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمرؓ نے سلام کیا اور سواری کا گدھا اور سر کا عمامہ اتار کر اُس کو دیدیا، ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھکر بولے خدا آپ کو صلاحیت دے، یہ اعرابی تو معمولی چیزون سے خوش ہو جاتے ہین، یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی، فرمایا ان کے والد میرے والد کے دوست تھے، مین نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے،[3]

استغنا | اس فیاضی کے ساتھ صد درجہ مستغنی المزاج واقع ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہین کیا، لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے، تو آپ قبول نہ کرتے، عبد العزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھ کو دیا کیجئے، ان کو جواب مین لکھ بھیجا کہ "جن کی پرورش تمھارے ذمہ ہے، ان کی امداد کرو، اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے" اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے ہاتھ سے مراد لینے والا،[4]

مگر اسی کے ساتھ کسی کا ہدیہ بھی واپس نہین کرتے تھے، چنانچہ مختار اکثر مال ومتاع بھیجا کرتا تھا، آپ قبول کر لیتے، اور فرماتے کہ مین کسی سے مانگتا نہین، لیکن جو خدا دیتا ہے اس کو رد بھی نہین کرتا،[5] آپ کی پھوپھی رملہ نے دو سو دینار بھیجے، انھون نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لئے،[6] امیر معاویہؓ آپ کے سامنے

---

[1] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ابن سعد جزء اول قسم اول ص ۱۱۰ [6] ابن سعد قسم اول جزء اول ص ۱۱۶

ایک لاکھ کی رقم اس خیال سے پیش کرنی چاہی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہو جائیں، آپ نے فرمایا میرا ایمان اتنا ارزاں نہیں ہے،[۱]

محبت نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کا سرمایۂ حیات، اور جانِ حزین کی تسکین کا باعث تھی، آپ کی وفات کے بعد ایسے شکستہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا،[۲] وفات نبوی کے بعد جب آپ کا ذکر آتا، تو بے اختیار رو پڑتے،[۳] جب سفر سے لوٹتے تو روضۂ نبوی پر حاضر ہو کر سلام کہتے،[۴] ذاتِ نبوی کے ساتھ اس شیفتگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آلِ اطہار سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو، اس نے کہا عراقی، فرمایا لوگو! ذرا اس کو دیکھنا، یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے، جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے باغ دنیا کے دو پھول ہیں،[۵]

یہ محبت آلِ اطہار کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ جس چیز کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی، اس سے آپ کو یہی شغف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمرؓ ہمیشہ اس کو پانی دیتے تھے کہ خشک نہ ہو جائے،[۶] مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ محبت تھی کہ تنگی کی حالت میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی، اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی، کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا، قیامت میں میں اس کا شفیع ہوں گا،[۷]

اختلافِ امت کا لحاظ حضرت ابن عمرؓ اس کام سے جس میں امت مسلمہ کے اختلاف و افتراق کا ذرا بھی

---

[۱] ابن سعد ق اجزء ۴ ص ۱۳۴، [۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۸۹ بحوالہ مصنف ابن ابی بکر، [۳] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ، [۴] ایضاً

[۵] بخاری جلد ۲ ص ۸۸۶ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ، [۶] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۷، [۷] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۱۳،

خطرہ بھی نکلتا ہو، احتراز فرماتے تھے، ان کی حق پرستی مسلم ہے، لیکن امت کے ضرر کے خیال سے بعض مواقع پر خاموش ہو جاتے تھے، فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے دعویٰ سے کہا کہ خلافت کا ہم سے زیادہ حق دار کون ہے، میرے دل میں خیال آیا کہ جواب دوں کہ تم سے زیادہ وہ حقدار ہے جس نے تم کو اور تمھارے باپ کو اس پر مارا تھا، مگر فساد کے خیال سے خاموش رہا[^1] اختلافِ امت سے بچنے کا ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں خیال رکھتے تھے، منیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں قصر کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی یہی طریقہ رہا، حضرت عثمانؓ بھی ابتدا میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے، مگر کچھ دنوں کے بعد پوری چار پڑھنے لگے، حضرت ابن عمرؓ بھی تفریق کے خیال سے امام کے پیچھے چار پڑھتے لیکن اکیلے ہوتے تو قصر کرتے، اور فرماتے کہ الخلاف منکر، اختلاف ناپسندیدہ ہے[^2]، فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری خلافت پر دو شخص کے علاوہ پوری امت محمدیؐ متفق ہو جائے تو بھی میں ان سے نہ لڑوں گا،[^3] لوگوں کو نصیحت کرتے کہ ہم دوسروں سے اس لئے لڑتے تھے کہ دین فساد کا ذریعہ نہ بنے، اور خالص خدا کے لئے ہو جائے، اور تم لوگ اس سے لڑتے ہو کہ دین غیر خدا کا ہو کر فتنہ و فساد کی بنیاد بن جائے، ایک شخص نے کہا کہ آپ سے زیادہ فتنہ پرداز امتِ محمدیؐ میں کوئی نہیں، فرمایا یہ کیسے، خدا کی قسم نہ میں نے ان کا خون بہایا، نہ ان کی جماعت میں اختلاف ڈالا، نہ ان کی مجتمعہ قوت منتشر کی، اس نے برسبیل مبالغہ کہا کہ اگر آپ چاہتے تو دو شخص بھی آپ کی خلافت میں اختلاف نہ کرتے، آپ نے فرمایا میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ ایک شخص کہے کہ میں تمھاری خلافت سے راضی ہوں، دوسرا کہے کہ میں راضی نہیں ہوں، براء روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن عبد اللہ بن عمرؓ کی لاعلمی میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا، وہ فرماتے جاتے تھے کہ لوگ تلواریں لئے آپس میں کٹے مرتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ،[^4]

[^1]: طبقات ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۳۰ و بخاری
[^2]: ابو داؤد جلد ۱ ص ۱۹۶ و مسلم جلد ۱ باب قصر الصلوٰۃ بمنیٰ
[^3]: ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۱
[^4]: (footnote marker only; no separate note)

اسی اختلافِ امت سے بچنے کے لئے ہر خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے۔ کہ مبادا انکار کسی نئے فتنہ کی بنیاد نہ بنجائے، چنانچہ فتنہ کے زمانہ مین ہر امیر کے پیچھے نماز پڑھ لیتے، اور زکوٰۃ ادا کردیتے خود فرماتے تھے کہ مین دورِ فتن مین جنگ و جدل سے الگ رہتا ہون، اور ہر غالب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہون[1]، مگر یہ اطاعت اسی حد تک تھی جہان تک مذہب اجازت دیتا، اور اگر اس سے مذہبی پابندی مین کوئی خلل پڑتا، تو اطاعت ضروری نہین سمجھتے تھے، چنانچہ ابتدا اگر حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے لیکن جب اس نے نماز مین تاخیر شروع کی، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بلکہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے[2]،

اس احتیاط کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین فتنہ و فساد اور افتراق و انشقاق کا جو طوفان اٹھا، جس مین بہت کم ایسے مسلمان تھے، جن کا ہاتھ ایک دوسرے کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو، ابن عمرؓ اپنے کمالِ احتیاط کے باعث اس ہنگامۂ عام مین بھی بچے رہے، چنانچہ محمدؒ کہتے ہین کہ اگر ہم مین سے کوئی شخص مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، تو وہ عبد اللہ بن عمرؓ ہین[3]،

اظہارِ حق مین جرأت و بیباکی اس مصالحانہ اور مرنج و مرنجان زندگی کے باوجود دینی اور مذہبی معاملات مین ان کی حق گوئی مصالحِ امت کے خیال پر غالب آجاتی تھی، چنانچہ بنی امیہ کے جابرانہ طرزِ عمل پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حجاج ثقفی کے مظالم سے دنیائے اسلام تنگ آگئی تھی، مگر کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، لیکن حضرت ابن عمرؓ بے خوف و خطر اس کے منہ پر کہہ دیتے، ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، حضرت ابن عمرؓ بھی تھے، آپ نے فرمایا، یہ خدا کا دشمن ہے، اس نے حرم الٰہی کو رسوا کیا، بیت اللہ کو تباہ کیا، اولیاء اللہ کو قتل کیا[4]، ایک مرتبہ حجاج نے دورانِ خطبہ مین کہا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے کلام اللہ مین تغیر و تبدل کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے جھلا کر فرمایا کہ "تو جھوٹ

---

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۱۰ [2] طبقات جز ۴ ق ۱ تذکرہ ابن عمر [3] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۲،

سکتا ہے نہ ابن زبیرؓ مین اتنی طاقت ہے، اور نہ تیری یہ مجال ہے[1] مرض الموت مین جب حجاج عیادت
کو آیا، اور انجان بنکر کہا، کاش زخمی کرنے والے کا مجھکو علم ہو جاتا، تو بگڑ کر کہا کہ وہ تمھارا نیزہ تھا، حجاج نے
پوچھا یہ کیسے کہا تم نے ایام حج مین لوگون کو مسلح کیا، اور حرم محترم مین ہتھیارون کو داخل کیا، پھر پوچھتے
ہو، کس نے زخمی کیا،[2] ایک مرتبہ حجاج مسجد مین خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا
وقت آخر ہوگیا، آپنے آواز دی کہ نماز کا وقت جا رہا ہے، تقریر ختم کرو، اس نے نہ سنا، دوبارہ پھر کہا، اس
مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا، تیسری مرتبہ پھر کہا، تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا، اگر مین اٹھ جاؤن
تو تم بھی اٹھ جاؤ گے؟ لوگون نے کہا ہان چنانچہ یہ کہکر کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہین ہے
اٹھ گئے، اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا، اور نماز پڑھی، اور ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیون کیا،
کہا کہ ہم لوگ نماز کے لئے مسجد آتے ہین، اس لئے جس وقت نماز کا وقت آجائے، اس وقت فوراً
تم کو نماز پڑھنی چاہئے، نماز کے بعد جس قدر تمھارا دل چاہے، بکا کرو،[3] اسی وجہ سے خلفائے بنو امیہ اپنی
رعونت کے باوجود ان کا بہت لحاظ کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے خط لکھنے
کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب بسم اللہ کے بعد اپنا نام لکھتا، پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتا کہ منجانب فلان الی
فلان، لیکن خلفائے امیہ نے جہان اور بدعات رائج کین، وہان اس طریقہ کو بھی بدل دیا، اور اظہار
ترفع کے لئے یہ طریقہ رائج کیا کہ خط مین پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے، پھر بھیجنے والا اپنا نام تحریر کرے،
ابن عمرؓ کی خودداری اس کو گوارا نہین کر سکتی تھی، اس لئے انھون نے جو بیعت نامہ لکھا، اس مین
اسی سابق طریقہ پر من عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مروان لکھا، اس تحریر کو دیکھ کر درباریون نے
کہا کہ ابن عمرؓ نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے، عبد الملک نے کہا کہ ابو عبد الرحمن کی ذات سے
اتنا بھی بہت غنیمت ہے،[4]

۱؎ ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۳۵، ۲؎ بخاری جلد ۱ ص ۱۳۲، ۳؎ ابن سعد ق ۱ ص ۱۱۱، ۴؎ ایضاً ص ۱۱۲،

مساوات اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بیجا عظمت ظاہر ہو مٹا دیا، ابن عمرؓ اس مساوات کا عملی نمونہ تھے، وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات مین فرق آتا ہو، ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ جہان لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے وہان نہ بیٹھتے،[۱] اپنے غلامون کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا، اور ان کو عزتِ نفس کی تعلیم دیتے تھے، دستور تھا کہ غلام تحریر مین پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا، انھون نے اپنے غلامون کو ہدایت کردی کہ جب مجھ کو خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھو،[۲] غلامون کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے، ایک مرتبہ دسترخوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اس کو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا،[۳] غلامون کے کھانے پینے کا خیال بال بچون کی طرح رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگون کے کھانے مین تاخیر ہو گئی، خانسامان سے پوچھا غلامون کو کھانا کھلا دیا، اس نے نفی مین جواب دیا، برہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلا دو، انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلامون کے خورد و نوش کا خیال نہ رکھے[۴] غلامون کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے، اور نہ کبھی ان کو مار پیٹ کرتے تھے، اگر کبھی غصہ کی حالت مین ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اس کو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے، سالم کہتے ہین کہ ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہین کی، ایک مرتبہ غصہ مین ارلع کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی، اور فرمایا مین ایسی بات زبان سے نکال رہا ہون، جو نہ نکالنی چاہئے،[۵] ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو آزاد کر دیا،[۶]

تواضع و انکسار اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفت نہ ہوگی، اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہین پیدا ہو سکتا، ابن عمرؓ مین یہ صفات بھی بدرجۂ اتم موجود تھین، اپنی تعریف

---

[۱] ابن سعد ق ۱ جز ۴ ص ۱۲۰ [۲] ایضاً ص ۱۲۲ [۳] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۲۸ [۴] مسلم جلد ۱ ص ۳۶۹ باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک الخ [۵] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۸ [۶] مسلم جلد ۲ ص ۱۲۵،

سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمرؓ اپنی تعریف سننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف
کر رہا تھا، انھون نے اس کے منہ مین مٹی جھونک دی اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مداحون کے منہ مین خاک ڈالا کرو[۱]، اپنے لئے معمولی انسانون سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے،
ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سبط ہو تم وسط ہو، فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے، اور امت وسط پوری
امت محمدی ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہین، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے، تو جھوٹا
ہے، بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرتے، بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے، طفیل بن کعب جو
روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمرؓ بلا امتیاز تاجر، مسکین
اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن مین نے ان سے پوچھا آپ بازار کیون جاتے
ہین، حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہین، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہین، فرمایا صرف لوگون کو سلام کرنے کی
غرض سے[۲]، اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے، تو پلٹ کر سلام کرتے[۳]، تواضع کا ایک
مظہر حلم بھی ہے، ابن عمرؓ تلخ سے تلخ باتین سنکر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ
کو پیہم گالیان دینی شروع کین، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ مین اور میرے بھائی عالی
نسب ہین، پھر خاموش ہوگئے[۴]،

ہر دلعزیزی اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگون مین آپ کو محبوبیت
حاصل تھی، مجاہد کہتے ہین کہ ایک دن مین ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کر رہے تھے،
انھون نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ لوگ مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہین کہ اگر چاندی سونے
کے عوض بھی محبت خریدنا چاہون تو اس سے زیادہ نہین مل سکتی[۵]،

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۹۴ [۲] موطا امام مالک ص ۳۸۰ باب جامع السلام [۳] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۳۲
[۴] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۸ [۵] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۲۴،

سادگی ابن عمرؓ کی تصویر حیات تکلفات کے آب و رنگ سے یکسر پاک تھی، گو آپ بہت فارغ البال تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ ۲۰، ۲۰ ہزار ایک ایک نشست مین لوگون کو دیڈالتے تھے، لیکن خود ان کی زندگی یہ تھی کہ کل اثاث البیت ۱۰۰ درہم سے زیادہ کا نہ تھا، مہران کا بیان ہے کہ مین نے ابن عمرؓ کے اثاث البیت کا جائزہ لیا، تو فرش اور بستر ملا کر بھی اس کی قیمت سو درہم (یعنی تقریباً بیس روپیے) تک نہین پہونچی تھی،[۱] فاروق اعظم کا بیٹا اور یہ مسکنت اللہ اکبر! ہر وہ چیز ناپسند تھی جس مین تنعم کی بو ہوتی، چنانچہ جمعہ کے علاوہ اور دنون مین خوشبو کا استعمال بھی پسند خاطر نہ تھا، ایک مرتبہ کپڑے بخورات مین بسائے گئے، ان کو جمعہ کے دن استعمال کیا، پھر اتار کر رکھدیا، اتفاق سے دوسرے دن سفر پیش آیا، منزل کے قریب پہونچکر کپڑے مانگے تو وہی جوڑا پیش کیا گیا، لیکن اس مین خوشبو کا اثر تھا، اس لئے واپس کردیا،[۲] طریقۂ طعام بھی نہایت سادہ تھا، اگر دسترخوان نہ بچھتا، تو بڑے برتن مین کھانا رکھدیا جاتا، سب مع اہل و عیال اسی کے گرد بیٹھکر کھا لیتے، اس کش مکش مین کھانے والون کو کبھی کھڑے ہوکر کھانا پڑتا،[۳]

دعوت وغیرہ مین عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمرؓ کا دسترخوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی، اور مجھ سے کہا مدینہ والون کو مدعو کر آؤ، مین نے عرض کیا، کس چیز کی دعوت دیتے ہین، روٹی تک تو ہے نہین، فرمایا بس خدا تم کو بخشے گوشت موجود ہے شوربہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا، کھالے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا،[۴]

اسی سادگی کی بنا پر تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ جو کام خود کر سکتے تھے، وہ دوسرون سے نہ کراتے تھے، حتی کہ اونٹنی وغیرہ بٹھانے مین بھی دوسرون

۱؎ ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۲۱، ۲؎ ایضاً ص ۱۰۸، ۳؎ ایضاً ص ۱۰۹، ۴؎ ایضاً ص ۱۲۱،

سے نہ مدد لیتے تھے، گھر بھی اپنے ہاتھ سے بناتے تھے، خود فرماتے تھے کہ میں نے بلا کسی اعانت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے ایک گھر بنایا تھا،[۱]

ذریعۂ معاش حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب صحابہؓ کے وظیفے مقرر کئے گئے، تو ڈھائی ہزار ان کا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور اسامہ بن زیدؓ کا ۴ ہزار مقرر ہوا، انھوں نے اعتراض کیا کہ جب میں کسی چیز میں ان سے اور آپ ان کے والد سے پیچھے نہ رہے تو پھر اس تفریق کا کیا سبب ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ سچ کہتے ہو، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد کو تمہارے والد سے اور ان کو تم سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، یہ جواب سنکر وہ خاموش ہوگئے،[۲] اس کے علاوہ لگانی زمینیں بھی تھیں،[۳]

لباس لباس بہت معمولی پہنتے تھے، عموماً قمیص، ازار، اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، چپل پہنتے تھے، ازار نصف ساق تک ہوتا تھا، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ رنگ پسند تھا،[۴] کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانسو تک کی چادر اوڑھے دیکھا ہے، انگوٹھی بھی رکھتے تھے جس پر عبداللہ بن عمرؓ کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہنتے نہ تھے،[۵]

حلیہ شکل وصورت میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے، دراز قامت اور بھاری بھر کم تھے، رنگ گندمی تھا،[۶] کندھوں تک کاکلیں تھیں، کبھی کبھی مانگ بھی نکالا کرتے تھے،[۷] ڈاڑھی بقدر ایک مشت رکھتے تھے، مونچھیں اس قدر گہری کترواتے تھے کہ لبوں کی سپیدی نمایاں ہوجاتی تھی، زرد خضاب کرتے تھے،[۸]

---

[۱] بخاری جلد ۲ ص ۹۳۲ [۲] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۹ [۳] بخاری جلد ۲ باب کراء المزارع [۴] ابن سعد جزء ۴ ق ا تذکرۂ ابن عمرؓ [۵] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ [۶] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۳۳ [۷] ایضاً تذکرۂ ابن عمرؓ

ازواج و اولاد ابن عمرؓ کے متعدد بیویاں تھیں، جن سے بارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں، ابوبکر، ابوعبیدہ، واقد، عبداللہ، عمر، حفصہ اور سودہ صفیہ بنت ابی عبید کے بطن سے تھے، عبدالرحمن ام علقمہ بنت علقمہ کے بطن سے تھے، سالم، عبید اللہ، ابوسلمہ اور قلابہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھے،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب عمیر نام، ابوہریرہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف بن غیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس[1]، اصلی خاندانی نام عبد شمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر رکھا، کنیت کی وجہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک "ہریرہ" (بلی) پالے تھا، شب میں اس کو ایک درخت میں رکھتا تھا، اور صبح کو جب بکریاں چرانے جاتا، تو ساتھ لے لیتا، اور اس کے ساتھ کھیلتا، لوگوں نے یہ غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر مجھ کو ابوہریرہ کہنا شروع کیا[2]، دوس کا قبیلہ یمن میں آباد تھا،

قبل از اسلام بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، اس لئے فقر و افلاس بچپن کے ساتھی بن گئے تھے، بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑے پر ملازم تھے، اور خدمت یہ سپرد تھی کہ جب وہ کہیں جانے لگتے تو یہ پاپیادہ ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے اس کی سواری کے ساتھ چلیں، اتفاق سے بعد میں یہی عورت ان کے نکاح میں آگئی[3]،

اسلام و ہجرت ابوہریرہؓ کے ایک ہم قبیلہ طفیل بن عمرو دوسی ہجرت عظمیٰ کے قبل مکہ ہی میں قرآن کے معجزانہ سحر سے مسحور ہو چکے تھے، اور قبول اسلام کے بعد اس کی تبلیغ کے لئے یمن لوٹ آئے تھے، ان ہی کی کوششوں سے دوس میں اسلام پھیلا اور غزوۂ خیبر کے زمانہ میں یہ یمن کے اسی خانوادوں کو لے کر

[1] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۵۰، [2] ترمذی مناقب ابوہریرہؓ، [3] ابن سعد ترجمہ ابوہریرہؓ دوسی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین مدینہ حاضر ہوئے، لیکن آپ اس وقت خیبر مین تشریف رکھتے تھے اس لئے یہ لوگ مدینہ سے خیبر پہنچے[1] اسی قبیلہ کے ساتھ ابوہریرہؓ بھی تھے، اور راستہ مین بڑے شوق وولولہ کے ساتھ یہ شعر

یالیلۃ من طولہا وعنائہا ۔۔۔ علی انہا من دار الکفر نجت

پڑھتے جلتے تھے، اسی ذوق وشوق کے ساتھ خیبر پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، ان کا ایک غلام راستہ مین گم ہوگیا تھا، اتفاق سے اسی وقت وہ دکھائی دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہؓ تمھارا غلام آگیا، عرض کیا خدا کی راہ مین آزاد ہے[2]

بیعت اسلام کے بعد دامن نبوی سے ایسے وابستہ ہوئے کہ مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا[3]

غزوات غزوات مین ان کی شرکت کی تصریح نہین ملتی، مگر اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ اسلام کے بعد متعدد غزوات مین شریک ہوئے، چنانچہ ان کا بیان ہے کہ مین جن جن لڑائیون مین شریک رہا، غزوۂ خیبر کے علاوہ ان سب مین مال غنیمت ملا، کیونکہ اس کا مال حدیبیہ والون کے لئے مخصوص تھا،

مان کا اسلام دولت اسلام سے بہرہ ور ہونے کے بعد فکر ہوئی کہ بوڑھی مان کو بھی جو زندہ تھین اس سعادت مین شریک کرین، مگر وہ برابر انکار کرتی رہین، ایک دن حسب معمول ان کو اسلام کی دعوت دی، انھون نے شان نبوت مین کچھ ناروا الفاظ استعمال کئے، ابوہریرہؓ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور یہ واقعہ بیان کرکے مان کے اسلام کے لئے طالب دعا ہوئے، رحمت عالمؐ نے دعا فرمائی، واپس ہوئے تو دعا قبول ہوچکی تھی، والدہ اسلام کے لئے نہا دھوکر تیار ہورہی تھین، ابوہریرہؓ گھر پہنچے تو ان کو اندر بلایا، اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۵۲ [2] بخاری جلد ۱ باب اذا قال لعبدہ ہو للہ ونوی العتق خیبر جانے کا واقعہ ابن سعد سے ماخوذ ہے [3] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۳۱۶ [5] طبقات ابن سعد جزء ۴ ق ا ص ۵۴

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے سامعہ نواز ترانہ کے ساتھ ان کا استقبال کیا، یہ فوراً الٹے پاؤں فرطِ مسرت سے روتے ہوئے کاشانۂ نبویؐ پر حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ بشارت ہو آپ کی دعا قبول ہوئی، خدا نے میری ماں کو اسلام کی ہدایت بخشی"[1]

عہدِ خلفاء | حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت مین ملکی معاملات مین کوئی حصہ نہین لیا، اس لئے کہین نمایان طور پر نظر نہین آتے اس مدت مین اپنے محبوب مشغلے حدیث کی اشاعت مین جس کی تفصیل آئندہ آئے گی خاموشی کے ساتھ مصروف رہے،

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا، انھون نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا، اس دن سے ان کا فقر و افلاس ختم ہوا، چنانچہ جب وہان سے واپس ہوئے تو دس ہزار روپیہ پاس تھا، حضرت عمرؓ نے بازپرس کی کہ اتنی رقم کہان سے ملی؟ عرض کی گھوڑیون کے بچون، عطیون اور غلامون کے ٹیکس سے، تحقیقات سے ان کا بیان صحیح نکلا، تو حضرت عمرؓ نے دوبارہ ان کے عہدہ پر واپس کرنا چاہا، مگر انھون نے انکار کر دیا، حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کو امارت قبول کرنے مین کیون عذر ہے، اس کی خواہش تو حضرت یوسفؑ نے کی جو تم سے افضل تھے، عرض کی، وہ نبی اور نبی زادہ تھے، مین بیچارہ ابو ہریرہ امیمہ کا بیٹا ہون، مین تین باتون سے ڈرتا ہون، ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہون، دوسرے یہ کہ بغیر حجت شرعی کے فیصلہ کردون، تیسرے یہ کہ مار اجاؤن، میری آبرو ریزی کی جائے، اور میرا مال چھینا جائے[2]

حضرت عثمانؓ کا عہدِ خلافت خاموشی مین بسر کیا، البتہ آخر مین حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے بعد لوگون کو ان کی امداد و اعانت پر آمادہ کرتے تھے، اور محاصرہ کی حالت مین حضرت عثمانؓ کے گھر مین موجود تھے، کچھ اور لوگ بھی تھے، ان سب کو خطاب کر کے کہا مین نے آنحضرت

[1] مسلم جلد ۲ فضائل ابی ہریرہ [2] اصابہ جلد ۷، ص ۲۰۶،

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف میں مبتلا ہو گے، لوگوں نے پوچھا "یا رسول اللہ اس وقت ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہیئے، فرمایا تم کو امین اور اس کے حامیوں کے ساتھ ہونا چاہیئے، اس سے حضرت عثمان غنی رضی کی طرف اشارہ تھا،[1]

حضرت عثمان رضی کے محاصرہ تک حضرت ابوہریرہ رضی کا پتہ چلتا ہے، اس کے بعد آپ کی شہادت جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ میں کہیں نہیں نظر آتے، اس کا سبب یہ ہے کہ اس فتنہ عام کے زمانہ میں اکثر محتاط صحابہ رضی گوشہ نشین ہو گئے تھے، بہتوں نے تو آبادی چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی، حضرت ابوہریرہ رضی بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے کہیں روپوش ہو گئے تھے، ان فتنوں کے بعد امیر معاویہ رضی کے عہد حکومت میں مروان کبھی کبھی ان کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا تا تھا،[2]

علالت ۵۷ھ میں مدینہ میں بیمار ہوئے، بڑے بڑے لوگ عیادت کو آتے تھے، خود مروان بن حکم بھی آتا تھا، بیماری کی حالت میں زندگی کی کوئی آرزو باقی نہ رہی تھی، اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جلد سے جلد یہ دار الابتلا چھوڑ کر دار البقا میں داخل ہو جائیں، ابو سلمہ بن عبد الرحمن عیادت کو آئے، دعا کے مطابق ان کی صحت کے لئے دعا کی، انھوں نے کہا خدایا اب دنیا میں نہ لوٹا، پھر ابو سلمہ کو مخاطب کر کے بولے "وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے، جب انسان موت کو سونے کے ذخیرہ سے زیادہ پسند کرے گا، اگر تم زندہ رہے، تو دیکھو گے کہ جب آدمی کسی قبر پر گذرے گا، تو تمنا کرے گا کہ کاش بجائے اس کے وہ اس میں دفن ہوتا،[3]

بستر مرگ پر پیش آنے والی منزل کے خطرات کو یاد کر کے سخت روتے تھے، لوگ رونے کا سبب پوچھتے تو فرماتے کہ میں اس دنیا کی دلفریبیوں پر نہیں روتا بلکہ سفر کی طوالت اور زاد راہ کی قلت پر آنسو بہاتا ہوں، اس وقت میں دوزخ جنت کے نشیب و فراز کے درمیان ہوں نا معلوم کہیں

[1] مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۳۴۵ [2] مسلم جلد ۱ ص ۱۵۴ باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوٰۃ [3] ابن سعد جزو ۴ ق ۲

ان مین سے کس راستہ پر جانا ہو گا[۱]

وصیت | آخر وقت مین تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایتین دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مجھ کو عمامہ اور قمیص پہنانا اور عرب کے پرانے دستور کے مطابق میری قبر پر نہ خیمہ نصب کرنا، اور نہ جنازہ کے پیچھے آگ لے چلنا، اور جنازہ لیجانے مین جلدی کرنا کہ اگر مین صالح ہون گا تو جلد اپنے رب سے ملون گا، اور اگر بدقسمت ہون گا تو ایک بوجھ تمہاری گردن سے دور ہو گا[۲]،

وفات اور تجہیز و تکفین | انتقال کے بعد اس وصیت کی پوری تعمیل کی گئی، ولید نے نماز جنازہ پڑھائی اکابر صحابہؓ مین حضرت ابن عمرؓ ابو سعید خدریؓ موجود تھے نماز کے بعد حضرت عثمانؓ کے صاحبزادون نے کندھا دے کر جنت البقیع پہنچایا، اور مہاجرین کے گورِ غریبان مین اس مخزنِ علم کو سپردِ خاک کیا انا للہ وانا الیہ راجعون[۳]، انتقال کے وقت ۷۸ سال کی عمر تھی[۴]،

ترکہ | انتقال کے بعد ولید حاکمِ مدینہ نے امیر معاویہؓ کو آپ کی وفات کی خبر دی تو انھون نے ترکہ کے علاوہ بیت المال سے دس ہزار درہم آپ کے ورثہ کو دلوائے، اور ولید کو ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی[۵]،

حلیہ | رنگ گندم گون، شانے کشادہ، دانت آبدار تھے، اور آگے دو دانتون کے درمیان جگہ خالی تھی، زلفین رکھاتے تھے، اور بالون مین زرد خضاب کرتے تھے،

لباس | عموماً سادہ ہوتا تھا، بھی صرف دو رنگین کپڑے استعمال کرتے تھے، کبھی کبھی کتان وغیرہ کے بیش قیمت لباس بھی استعمال کر لیتے تھے،

فضل و کمال | حضرت ابوہریرہؓ ان صحابہ مین ہین جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہین، آپ

[۱] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۶۲ [۲] ایضاً ص ۶۲، ۶۳ [۳] ایضاً ص ۶۳ [۴] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۳۱۸ [۵] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۰۸،

بالاتفاق صحابۂ کرامؓ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے اگرچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور انس بن مالکؓ بھی حفاظ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہؓ کو کثرتِ روایت میں ان پر بھی تفوق حاصل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوہریرہؓ علم کا ظرف ہیں،[۱]

ذوقِ علم — حضرت ابوہریرہؓ کو علم کی بڑی جستجو تھی، ان کا ذوقِ علم حرص کے درجہ تک پہنچ گیا تھا، ان کی علمی حرص کا اعتراف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ "قیامت کے دن کون خوش قسمت آپ کی شفاعت کا زیادہ مستحق ہوگا، فرمایا کہ تمھاری حرص علی الحدیث کو دیکھ کر میرا پہلے سے خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہ کرے گا"[۲]

عام طور پر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات کرتے ہوئے جھجکتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہؓ نہایت دلیری سے پوچھتے تھے، عبد اللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا کہ "ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے روایت کرتے ہیں" انھوں نے جواب دیا "پناہ بخدا" ان کی روایات میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہ کرنا، اس کی وجہ محض یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں بہت جری تھے، اس لئے وہ ایسے ایسے سوالات کرتے تھے، جن کو ہم لوگ نہیں کرسکتے تھے[۳]

وہ خود جیسے علم کے شائق تھے، چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کے دل میں طلب علم کا یہی جذبہ پیدا ہوجائے، ایک دن بازار جاکر لوگوں کو پکارا کہ تم کو کس چیز نے مجبور کر رکھا ہے؟ لوگوں نے پوچھا کس شے سے؟ کہا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہورہی ہے، اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو، لوگوں نے پوچھا کہاں؟ کہا مسجد میں، چنانچہ سب دوڑ کر مسجد آئے، لیکن یہاں کوئی مادی میراث نہ تھی، اس لئے لوٹ گئے اور کہا وہاں کچھ بھی تقسیم نہیں ہوتا، البتہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، کچھ

[۱] بخاری کتاب العلم [۲] مسند احمد ابن حنبل جلد ۲ ص ۳۰۷، ۳۰۸ [۳] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۰،

لوگ قرآن پاک کی تلاوت مین مصروف تھے کچھ حلال وحرام پر گفتگو کر رہے تھے بولے تم لوگون پرافسوس ہے، یہی تمہارے نبی کی میراث ہے[۱]

حدیث مین ان کا پایہ | اس تلاش وجستجو نے ان کو حدیث کا بحر بے کران بنادیا تھا حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ جو خود بھی بڑے حافظ حدیث تھے فرماتے تھے کہ "ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ حدیث جانتے تھے[۲]" امام شافعی کا خیال ہے کہ "ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر حفاظ مین سب سے بڑے حافظ تھے[۳]" اعمش ابو صالح سے روایت کرتے ہین کہ ابوہریرہؓ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سب سے بڑے حافظ حدیث تھے

علامہ ذہبی اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین کہ ابوہریرہؓ علم کا ظرف تھے، اور صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت مین بلند پایہ رکھتے تھے[۴]" حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین، کہ "ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر رواۃ مین سب سے بڑے حافظ تھے، اور تمام صحابہ مین کسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ نہین فراہم کیا[۵]"

کمال کی آخری حد یہ تھی، کہ آپ کو خود اپنی ہمہ دانی کا یقین واثق تھا چنانچہ ایک موقع پر اپنی زبان سے کہا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین کسی ایسے شخص کو نہین جانتا جس کو مجھ سے زیادہ احادیث یاد ہون[۶]، ترمذی کی روایت مین صرف عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کا استثنا ہے[۷]،

کثرت روایت کا سبب | بہت سے اکابر اور علمائے صحابہؓ کے مقابلہ مین حضرت ابوہریرہؓ کے کثرت علم اور وسعت معلومات کا سبب یہ تھا کہ ان کو اس قسم کے مواقع حاصل تھے، جو دوسرے صحابہؓ کو حاصل نہ تھے، یہ خود اپنی کثرت روایت کے وجوہ واسباب بیان کرتے تھے کہ "لوگ اعتراض کرتے ہین، کہ ابوہریرہ بہت حدیثین بیان کرتا ہے، حالانکہ مہاجر وانصار ان حدیثون کو نہین بیان کرتے، مگر معترضین اس پر غور نہین کرتے، کہ ہمارے مہاجر بھائی بازارون مین اپنے کاروبار مین لگے رہتے

---

[۱] جمع الفوائد کتاب العلم بحوالہ طبرانی الاوسط جلد ۱ ص ۲۱ [۲] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۰ [۳] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۳۱ [۴] ایضاً ص ۲۸
[۵] تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۲۶۶ [۶] مستدرک حاکم جلد ۳ تذکرہ ابوہریرہؓ [۷] ترمذی مناقب ابوہریرہؓ،

تھے اور انصار اپنی زراعت کی دیکھ بھال میں سرگردان رہتے تھے، میں محتاج آدمی تھا، ہیر اساوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گذرتا تھا، اور جن اوقات میں وہ لوگ موجود نہ ہوتے تھے اس وقت بھی میں موجود رہتا تھا، دوسرے جن چیزوں کو وہ بھلا دیتے تھے، میں ان کو یاد رکھتا تھا۔[1] حضرت ابوہریرہ رضی کی اس توجیہ کی تصدیق کبار صحابہ رضی کرتے تھے، چنانچہ ابو عامر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ رضی کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا، ابو محمد آج تک ہم کو نہ معلوم ہوسکا کہ یہ یمنی (ابوہریرہ رضی) اقوال نبوی کا بڑا حافظ ہے، یا تم لوگ، انھوں نے جواب دیا کہ بلا شبہہ انھوں نے بہت سی ایسی حدیثیں سنیں جو ہم لوگوں نے نہیں سنیں، اور بہت سی ایسی باتیں جانتے ہیں، جو ہمارے علم سے باہر ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ دولت وجائداد والے تھے، ہمارے گھر بار اور اہل وعیال تھے، ہم ان میں پھنسے رہتے تھے، صرف صبح وشام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیکر لوٹ آتے تھے، اور ابوہریرہ رضی مسکین اور مال ومتاع کی زحمتوں اور بال بچوں کی ذمہ داری سے سبکدوش تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے آپکے ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہم سب کو یہ یقین ہے کہ انھوں نے ہم سب سے زیادہ احادیث نبوی سنیں، اور ہم میں سے کسی نے ان پر یہ اتہام نہیں لگایا کہ وہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے ان کو بیان کرتے ہیں۔[2] حضرت عبداللہ بن عمر رضی فرماتے تھے کہ "ابوہریرہ رضی ہم سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے حاضر باش تھے۔[3]" ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی نے ان کو بلا کر پوچھا، تم یہ کیسی حدیثیں بیان کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ میں نے (فعل نبوی) دیکھا اور (قول نبوی) سنا وہی تم نے بھی سنا اور دیکھا، عرض کی آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر زیب وزینت میں مصروف رہتی تھیں

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۲ ص ۵۶ و مسلم جلد ۲ فضائل ابی ہریرہ رضی [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۲ و ترمذی مناقب ابوہریرہ رضی [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱،

اور خدا کی قسم میری توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی چیز نہیں ہٹاتی تھی[۱]"

ایک مرتبہ مروان کو ان کی کوئی بات ناگوار ہوئی، اس نے غصہ میں کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ "ابوہریرہ رضی بہت حدیثیں روایت کرتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ ہی دن پہلے مدینہ آئے تھے" بولے جب میں مدینہ آیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے، اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی، اور آپ کی وفات تک سایہ کی طرح آپکے ساتھ رہا، آپ کے ازواج مطہرات کے گھروں میں جاتا تھا، آپ کی خدمت کرتا تھا، آپکے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہتا تھا، آپ کی معیت میں حج کرتا تھا، اس لیئے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حدیثیں جانتا ہوں، خدا کی قسم وہ جماعت جو مجھ سے قبل آپ کی صحبت میں تھی، وہ بھی میری حاضر باشی کی معترف تھی، اور مجھ سے حدیثیں پوچھا کرتی تھی، ان پوچھنے والوں میں عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۲]"

آپ دعا بھی ازدیاد علم ہی کی مانگتے تھے، زید بن ثابت رضی کا بیان ہے کہ ایک دن میں ابوہریرہ رضی اور ایک دوسرا شخص مسجد میں بیٹھے دعا اور ذکر خدا میں مشغول تھے، اس درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے، ہم لوگ خاموش ہوگئے، آپنے فرمایا، اپنا کام جاری رکھو، اس ارشاد پر میں اور دوسرا شخص ابوہریرہ رضی کے قبل دعا کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے جاتے تھے، اس کے بعد ابوہریرہ رضی نے دعا کی کہ خدایا جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے قبل مانگ چکے ہیں، وہ بھی مجھے دے، اس کے علاوہ ایسا علم عطا فرما جو پھر فراموش نہ ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی، اس کے بعد ہم دونوں شخصوں نے عرض کی "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو بھی ایسا علم عطا ہو جو فراموشی کی دست برد سے محفوظ رہے" فرمایا وہ دوسی نوجوان کے حصہ میں آچکا[۳]، اسی طرح ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسیان حدیث کی شکایت کی آپنے فرمایا چادر پھیلاؤ

---

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۰۹ [۲] اصابہ جلد ۷ ص ۲۰۵ [۳] تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۶۶،

انھون نے چادر پھیلا دی، آپنے اس مین دونون دستِ مبارک ڈالے، پھر فرمایا کہ اس کو سینہ سے لگا لو، کہتے ہین کہ اس کے بعد سے مین پھر کبھی نہ بھولا[1]

حدیث کی تحریر و کتابت | حضرت ابوہریرہؓ حدیثون کے بارہ مین بہت احتیاط سے کام لیتے تھے چنانچہ بھولنے یا الفاظ کے ردوبدل کے ڈر سے جو کچھ سنتے تھے اس کو قلمبند کر لیتے تھے، فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمرو کا ایک واقعہ خود ان کی زبان سے سنا ہوا بیان کرتے ہین، کہ انھون نے ابوہریرہؓ کو ایک حدیث سنائی، ابوہریرہؓ نے اس سے لاعلمی ظاہر کی، حسن نے کہا، مین نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے، فرمایا کہ اگر مجھ سے سنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوگی، چنانچہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ایک کتاب دکھائی، جسمین تمام حدیثین درج تھین، اسی مین وہ حدیث بھی تھی، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مین نے تم سے کہا نہ تھا کہ اگر تم نے مجھ سے سنی ہے، تو وہ ضرور لکھی ہوگی،[2]

لیکن صحاح کی ایک اور روایت مین ہے جو خود ان ہی سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ مجھ سے زیادہ حدیث اس لئے جانتے تھے کہ وہ آپ کی باتون کو لکھ لیا کرتے تھے، اور مین نہین لکھتا تھا،[3] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین گو نہین لکھ لیتے تھے، مگر بعد کو ان کو بھی لکھنا ضروری معلوم ہوا،

امتحان | ابوہریرہؓ کی کثرتِ روایت کی وجہ سے بعض اشخاص کے دل مین ان کی روایات کی جانب سے شکوک و شبہات پیدا ہوئے، چنانچہ ایک مرتبہ مروان نے امتحان کی غرض سے انکو بلوایا، اور اپنے کاتب کو تخت کے نیچے بٹھا کر ان سے حدیثین پوچھنا شروع کین، یہ بیان کرتے جاتے تھے اور کاتب چھپا ہوا، ان کی لاعلمی مین لکھتا جاتا تھا، دوسرے سال پھر اسی طریقہ سے امتحان لیا، اس مرتبہ بھی انھون نے بلا کم و کاست وہی جوابات دیئے، جو ایک سال قبل دے چکے تھے، حتی کہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۱ [3] صحیح بخاری کتاب العلم

ترتیب مین بھی کوئی فرق نہ آیا،[۱]

اشاعت حدیث حضرت ابوہریرہؓ کا یہ خاص امتیاز ہے کہ خدا نے آپ کو جس فیاضی سے علم کی دولت عطا کی، اسی فیاضی سے آپ نے اس کو مسلمانون کے لئے وقف عام کیا، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، جہان بھی کچھ مسلمان مل جاتے ان کے کانون تک اقوالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دیتے، جمعہ کے دن، نماز کے قبل کا وقت حدیث کے لئے مخصوص تھا چنانچہ ہر جمعہ کو نماز سے پہلے لوگون کے سامنے حدیثین بیان کرتے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قایم رہتا جب تک مقصورہ کا دروازہ نہ کھلتا، اور امام برآمد نہ ہوتا[۲]

حضرت ابوہریرہؓ کے علم وعرفان کی بارش سے عورتین بھی سیراب ہوتی تھین، گو اس طبقہ کو وہ باقاعدہ تعلیم نہین دیتے تھے، لیکن اگر کسی عورت سے کوئی فعل خلافِ احکام نبویؐ سرزد ہوجاتا، تو فوراً ٹوک دیتے اور اس بارے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اس کو بتا دیتے، ایک مرتبہ ایک عورت سے ملے اس کے پیراہن سے خوشبو کی لپٹ آتی تھی، پوچھا تو مسجد سے آتی ہے، اس نے کہا ہان پھر پوچھا مخصوص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگائی تھی؟ اس نے کہا ہان، فرمایا، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس عورت کی نماز جو مخصوص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگاتی ہے، اس وقت تک مقبول نہ ہوگی، جب تک کہ وہ غسل نہ کرڈالے[۳] یعنی اس کی خوشبو دھل نہ جائے، کیونکہ وہ فتنہ بنجاتی ہے، غرض اس عہدِ مبارک کی خواتین بھی ان کے خرمن علم کی خوشہ چین تھین، چنانچہ آپکے زمرۂ رواۃ مین حضرت عایشہؓ کا نام بھی نظر آتا ہے،

آپکے دامنِ کمال مین جس قدر علمی جواہر تھے، سب عام مسلمانون تقسیم کردیئے، لیکن وہ احادیث جو فتنہ سے متعلق تھین، اور جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۰ [۲] ایضاً ص ۵۱۳ [۳] ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۲۱،

زبان سے نہ نکالیں کہ یہ خود فتنہ کی بنیاد بن جائیں، فرماتے تھے کہ "میں نے احادیث نبوی ؐ دو ظرف
میں محفوظ کی ہیں"، ایک ظرف کی پھیلائیں، اگر دوسرے کو پھیلا دوں تو نرخرہ کاٹ ڈالا جائے،[1]
صوفیہ کہتے ہیں، کہ یہ اسرارِ توحید کی امانت تھے، متکلمین کہتے ہیں کہ وہ اسرارِ دین تھے، لیکن محدثین
کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ فتنہ کی حدیثیں تھیں،

اشاعتِ علم فریضۂ مذہبی اور عمل خیر ہے، لیکن اگر اس میں مذہبی خدمت کے جذبہ کے بجائے
نمود و نمایش کا شائبہ شامل ہو جائے، تو یہی عمل شر بنجائے گا، ابوہریرہؓ جس جذبہ کے تحت اس فرض
کو انجام دیتے تھے، اس کے متعلق خود ان کا بیان ہی کہ اگر سورۂ بقرہ کی یہ آیت

اِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ	ان لوگوں پر جو ہمارے نازل کئے ہوئے، کھلے
الْبَيِّنَاتِ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ	ہوئے احکام اور ہدایت کی باتوں میں جن کو
فِي الْكِتَابِ أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ	ہم نے لوگوں کے لئے کتاب میں کھول کر بیان
وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ،	کر دیا ہے چھپاتے ہیں، خدا بھی لعنت بھیجتا ہے اور
	لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں،

. . . .

نہ ہوتی تو میں کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا،[2]

حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہے، ان میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں، اور
۹۳ میں بخاری اور ۹۳ میں مسلم منفرد ہیں،[3] احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان ذخیرہ کی اشاعت کی نسبت
سے آپکے رواۃ و تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا، اکابر صحابہؓ میں زید بن ثابتؓ، ابو ایوب انصاریؓ، عبداللہ
ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابی بن کعبؓ، انس بن مالکؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن زبیرؓ

[1] صحیح بخاری کتاب الفتن و ابن سعد جلد ۴ ق ۲ ص ۵۷ [2] ایضاً [3] تہذیب الکمال ص ۴۶۲

جابر بن عبد اللہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، اور عام صحابہؓ و تابعین ہیں، ابو رافع، واثلہ، جابر، مروان
ابن حکم، قبیصہ بن ذویب، سعید بن مسیب، سلیمان الاغر، قیس بن ابی حازم، مالک بن ابی عامر اصبحی،
ابو اسامہ بن سہل بن حنیف، ابو ادریس خولانی، ابو عثمان نہدی، ابو رافع صائغ، ابو زرعہ، بن عمرو،
ابو مسلم، ابن فارض، بسر بن سعید، بشیر بن نہیک، بعجہ جہنی، ثابت بن عیاض، حفص بن عاصم بن عمر
الخطابؓ، حمید و ابو سلمہ، ابنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حمید بن عبد الرحمٰن حمیری، حنظلہ بن علی اسلمی،
خباب صاحب مقصورہ، خلاس بن عمرو، حکم بن میناء، خالد بن غلاق، ابو قیس، زیاد بن رباح، سالم بن
عبد اللہ، زرارہ بن ابی اوفی، سالم ابو الغیث، سالم مولی شداد، سعید بن ابی سعید، ابو سعید مقبری،
حسن بصری، محمد بن سیرین و سعید بن عمرو بن سعید بن العاص سلیمان بن یسار، ابو الحباب، سعید بن
یسار، سنان بن ابی سنان، عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ، شریح ابن ہانی، شفی بن ماتع، طاؤس، عکرمہ
مجاہد، عطا، عامر شعبی، عبد اللہ بن رباح انصاری، عبد اللہ بن شقیق، عبد اللہ بن ثعلبہ، ابو الولید عبد اللہ بن
حارث، سعید بن حارث، سعید بن سمعان، سعید بن مرجانہ، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن، عبد الرحمٰن بن
سعد المقعد، عبد الرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری، عبد الرحمٰن بن یعقوب، عبد الرحمٰن بن ابی نعیم البجلی،
عبد الرحمٰن بن مہران، اعرج، عبید اللہ بن عبد اللہ، عبید اللہ بن سفیان حضرمی، عطاء بن میناء،
عطاء بن یزید لیثی، ابو سعید مولی بن کریز، عجلان بن مولی فاطمہ، عراک بن مالک، عبید بن حنین، عبید اللہ
بن ابی رافع، عطاء بن یسار، عمرو بن ابی سفیان، عنبسہ بن سعید بن العاص، محمد بن قیس بن مخرمہ
موسیٰ، عیسیٰ ابنا طلحہ بن عبید اللہؓ، عروہ بن زبیرؓ، محمد بن عباد، جعفر، محمد بن ابی عائشہ، محمد بن زیاد حجیؓ،
محمد بن عبد الرحمٰن، موسیٰ بن یسار، نافع بن جبیر بن مطعم، نافع مولی ابن عمر، نافع مولی ابی قتادہ، ابو
ابن ماہک، ہیثم بن ابی سنان، یزید بن ہرمز، ابو حازم الاشجعی، ابو بکر بن عبد الرحمٰن، ابو تمیمہ ہجیمی، یزید بن
اصم، موسیٰ بن وردان، ابو الشعثاء المحاربی، ابو صالح السمان، ابو غطفان بن طریف المری، یہ حضرت

ابوہریرہؓ کے رواۃ کی نہایت مختصر فہرست ہے، صحابہؓ اور تابعینؒ ملاکر ان کے رواۃ کی تعداد ۸۰۰ سے متجاوز ہوجاتی ہے[۱]،

ایک اعتراض اور اس کا جواب بعض روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ ان کی مرویات پر اعتراض کرتے تھے اس کا سبب یہ نہین تھا کہ وہ ان کی روایتون پر شک کرتے تھے، بلکہ ان کے تفقہ پر انھین اعتراض تھا، ان کا کہنا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات و واقعات کے لحاظ سے بعض باتین ارشاد فرمائی ہین، اور حضرت ابوہریرہؓ موقع ومحل کا لحاظ کئے بغیر ان حدیثون کو بیان کر دیتے ہین جن سے ان احادیث کا اصل منشا فوت ہوجاتا ہے اور اس حیثیت سے ان کا اعتراض صحیح تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ فقہ الحدیث کا لحاظ نہین کرتے تھے، فقہ مین ان کا کوئی امتیازی درجہ نہین تھا، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ مین جو جماعت منصب افتا پر فائز تھی اس مین ایک ابوہریرہؓ بھی تھے[۲]،

عام تعلیم عام تعلیمی لحاظ سے وہ صحابہؓ کی جماعت مین بہت نمایان تھے، عربی مادری زبان تھی، اس کے علاوہ فارسی بھی جانتے تھے، ایک مرتبہ ایک ایرانی عورت استغاثہ لیکر آئی کہ شوہر نے مجھ کو طلاق دیدی ہے، اور لڑکا لینا چاہتا ہے، یہ عورت فارسی مین گفتگو کرتی تھی، اور ابوہریرہؓ اسی زبان مین جواب دیتے تھے[۳]، اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے بھی واقفیت رکھتے تھے، چنانچہ توراۃ کے مسائل سے کافی واقفیت تھی[۴]، لکھنے مین بھی پوری مہارت رکھتے تھے، چنانچہ احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا،

اخلاق وعادات حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر مین دارالاسلام آئے، اس حساب سے ان کو کل چارسال صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا، اگرچہ بظاہر یہ مدت کم معلوم ہوتی ہے،

---

[۱] تہذیب التہذیب ترجمہ ابوہریرہؓ [۲] اعلام الموقعین جلد اول ص ۱۳ [۳] ابوداؤد جلد ا ص ۲۲۷ [۴] اصابہ جلد ۵ ص ۲۰۵

لیکن اس حیثیت سے کہ اس مدت مین سفر و حضر، خلوت و جلوت مین ایک لمحہ کے لئے بھی خدمت اقدس سے جدا نہ ہوئے، اور اس قلیل مدت مین جو لمحات بھی میسر آئے ان سے پورا فائدہ اٹھایا، یہ چھوٹی مدت کیفیت کے اعتبار سے بڑی طویل مدت کے برابر ہو جاتی ہے، اس ملازمت رسول کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ پر تعلیمات نبوی کا بہت گہرا رنگ چڑھا تھا، اور آپ اسلامی تعلیمات کا مکمل ترین نمونہ بن گئے تھے:

خوف قیامت خشیت الٰہی اور خوف قیامت صحابۂ کرام کا خاص وصف تھا، ابوہریرہؓ اس سے لرزہ براندام رہتے تھے، خوف خدا اور قیامت کے احتساب کے ذکر سے چیخ کر بیہوش ہو جاتے تھے، ایک بار شفیا اصبحی مدینہ آئے، دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون ہین، لوگون نے کہا، ابوہریرہؓ، چنانچہ یہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے، اس وقت ابوہریرہؓ لوگون سے حدیث بیان کر رہے تھے، جب حدیث سنا چکے اور مجمع چھٹا، تو انھون نے ان سے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنایئے، جس کو آپ نے اُن سے سنا ہو، سمجھا ہو، اور جانا ہو، ابوہریرہؓ نے کہا ایسی ہی حدیث بیان کرون گا، یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا، تو کہا مین تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرون گا، جو آپ نے اس گھر مین بیان فرمائی تھی، اور اس وقت میرے اور آپ کے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا، اتنا کہکر پھر زور سے چلائے اور بیہوش ہو گئے، افاقہ ہوا، تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا مین تم سے ایسی حدیث بیان کرون گا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر مین بیان فرمائی تھی، اور وہان میرے اور آپ کے سوا کوئی نہ تھا، یہ کہا اور چیخ مار کر غش کھا کر منہ کے بل گر پڑے، شفیا اصبحی نے تھام لیا، اور دیر تک سنبھالے رہے، ہوش آیا تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب خدا بندون کے فیصلہ کے لئے اترے گا، تو سب سے پہلے تین آدمی طلب کئے جائین گے، عالم قرآن، راہ خدا مین مقتول، اور دولت مند، پھر خدا عالم سے پوچھے گا، کیا مین نے

تجھ کو قرآن کی تعلیم نہین دی، وہ کہے گا، ہان خدایا، فرمائے گا تو نے اس پر کیا عمل کیا؟، وہ کہے گا رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا، خدا فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھ کو قاری کا خطاب دین، چنانچہ خطاب دیا، پھر دولتمند سے سوال کرے گا، کیا مین نے تجھ کو صاحب مقدرت کرکے لوگون کی احتیاج سے بے نیاز نہین کردیا؟، وہ کہے گا، ہان خدایا، فرمائے گا تو نے کیا کیا، وہ کہے گا مین صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا، خدا فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تو فیاض اور سخی کہلائے، اور لوگون نے کہا، پھر وہ جس کو راہ خدا مین اپنی جان دینے کا دعوی تھا پیش کیا جائے گا، اس سے سوال ہوگا، تو کیون مار ڈالا گیا؟ وہ کہے گا، تو نے اپنی راہ مین جہاد کا حکم دیا، مین تیری راہ مین لڑا اور مارا گیا، خدا فرمائے گا، تو جھوٹ کہتا ہے، بلکہ تو چاہتا تھا کہ تو دنیا مین جری اور بہادر کہلائے، تو یہ کہا جا چکا، یہ حدیث بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے زانو پر ہاتھ مارکر فرمایا ابوہریرہ! سب سے پہلے ان ہی تینون سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی،[1]

عبادت وریاضت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو عبادت سے خاص ذوق تھا، شب بیداری آپ کا محبوب مشغلہ تھا، خود بھی شب بیداری کرتے تھے، اور گھر والون سے بھی شب بیداری کراتے تھے آپ کا کنبہ تین آدمیون پر مشتمل تھا، ایک خود، دوسری بیوی، اور تیسرا خادم، یہ تینون بالالتزام باری باری سے اٹھکر ایک ایک تہائی شب مین نماز پڑھتے تھے ایک ختم کرکے دوسرے کو جگاتا، اور دوسرا تیسرے کو، اسی طریقہ سے تینون مل کر پوری رات نماز مین گذار دیتے،[2]

ہر مہینہ کے شروع مین تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، اگر کسی سبب سے شروع مین نہ رکھ سکتے، تو آخر مین پورے کرتے[3] ارکانِ عبادت کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کرتے تھے، بلکہ شدت احتیاط کے باعث اس مین مبالغہ سے کام لیتے تھے، نعیم بن عبداللہ بیان کرتے ہین کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۵۳ [3] ایضاً،

مسجد کی چھت پر وضو کرتے تھے، مین نے دیکھا کہ ہاتھ اٹھا کر شانون تک دھوتے، اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میری امت کے وہ اعضا جو وضو مین دھوئے جاتے ہین چمکین گے، اس لئے تم لوگون سے جہان تک ہوسکے، اس کی چمک کو بڑھاؤ[1]، عکرمہ راوی ہین کہ ابوہریرہؓ بارہ ہزار تسبیحین روزانہ پڑھتے تھے، اور کہتے تھے کہ بقدر گناہ تسبیح کرتا ہون، مضارب بن حزء بیان کرتے ہین، کہ رات کو مین نکلا کرتا تھا، ایک دن نکلا تو تکبیر کی آواز سنی، قریب جا کر دیکھا تو ابوہریرہ تھے، پوچھا یہ کیا کر رہے ہو، کہا خدا کا شکر ادا کرتا ہون کہ ایک دن وہ تھا کہ مین برہ بنت غزوان کے پاس پیٹ کی روٹی پر لازم تھا، اس کے بعد خدا نے یہ دن دکھایا کہ وہ میرے عقد مین آگئی[2]، آپ تسبیح و تہلیل مین مصروف رہتے تھے، ایک تھیلی مین کنکریان اور گٹھلیان بھری رہتی تھین، جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے، جب تھیلی ختم ہو جاتی تو لونڈی کو حکم دیتے وہ بھر لاتی[3]،

محبت رسولؐ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی محبت شیفتگی کے درجہ تک تھی، ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے، تمام مہاجرین و انصار اپنے اپنے کاروبار مین لگے رہتے، لیکن ان کا کام صرف یہ تھا کہ جمال نبوی کے دیدار سے شوق کی آگ بجھائین، ایک موقع پر اس کا اظہار بھی کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کا مشاہدۂ جمال میری جان کا سرمایۂ راحت اور میری آنکھون کی ٹھنڈک ہے[4]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لطیف غذا کھانے سے محض اس لئے پرہیز کرتے تھے کہ حضور نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا، ایک مرتبہ لوگون نے ان کو بھنی ہوئی بکری کی دعوت دی، انھون نے

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۲۳ [2] اصابہ جلد ۷ ص ۲۰۶ [3] ابوداؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابتہ اھلہ [4] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۲۳،

محض اس لیے قبول کرنے سے انکار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال مین سدھارے کہ کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہین کھائی۔[1]

محبت آلِ رسولؐ ذاتِ نبوی کیساتھ اس والہانہ تعلق کا فطری اقتضایہ تھا کہ آلِ اطہار کے ساتھ بھی یہی شیفتگی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے حضرت حسنؓ کو بلا کر گود مین بٹھایا، اور ان کے منہ مین منہ ملا کر تین مرتبہ فرمایا کہ "خدایا مین اس کو محبوب رکھتا ہون، اس لیے تو بھی محبوب رکھ، اور اس کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ" اس کے بعد سے جب یہ حضرت حسنؓ کو دیکھتے تھے تو ان کی آنکھین پرنم ہو جاتی تھین،[2] عمیر بن اسحق راوی ہین کہ ایک مرتبہ ابوہریرہؓ حضرت حسنؓ سے ملے تو کہا کہ "اپنے شکم مبارک کا وہ حصہ کھولیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا، آپ نے کپڑا ہٹا دیا، اور ابوہریرہؓ نے اسی مقام پر بوسۂ عقیدت ثبت کر دیا۔[3]

والدہ کی خدمت گزاری حق العباد مین ایک بڑا حق یہ ہے کہ انسان تا بمقدور ان ضعیف اور سب سے بڑے محسن والدین کی خدمت گزاری کو باعثِ فخر، اور ذریعۂ نجات سمجھے جنھون نے اس کو بچہ سے جوان بنایا، اسلام نے خاص طور پر ان کے اعزاز و احترام اور خدمت گزاری کی تعلیم دی ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے اس فریضہ کا یہانتک لحاظ رکھا کہ مان کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی بھر حج نہین کیا۔[4]

اظہار حق مین بے باکی حق گوئی اور راست بازی حضرت ابوہریرہؓ کا خاص جوہر تھا، اعلانِ حق مین وہ اس قدر جری اور دلیر تھے کہ بڑے بڑے شخص کو اسکی لغزش پر فوراً ٹوک دیتے تھے،

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب الاطعمہ باب ما کان النبی صلعم و اصحابہ یاکلون [2] مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۵۳۲،
[3] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۴۸۸ [4] مسلم ج ۲ باب ثواب العبد و اجرہ اذا نصح لسیدہ و احسن و ابن سعد تذکرہ ابوہریرہؓ

آپ کا قیام مدینہ میں تھا، مروان یہاں کا حاکم تھا، اس لیے اکثر اس سے سابقہ پڑتا تھا، ایک مرتبہ اس کے یہاں گئے، تو تصویریں آویزاں دیکھیں، فرمایا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو میرے مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے (اگر دعوائے تخلیق ہے) تو کوئی ذرہ، غلہ یا جو پیدا کرکے دکھائے[1]۔

مروان کے زمانۂ امارت میں مدینہ میں چک (ہنڈی) کا رواج ہو چلا تھا، حضرت ابوہریرہؓ کو معلوم ہوا تو مدینہ جاکر مروان سے کہا تم نے ربا حلال کردیا، مروان نے اس سے برأت ظاہر کی، فرمایا، تم چکوں کو رائج کیا، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیاء خوردنی کی بیع کی، اس وقت تک ممانعت فرمائی ہے جب تک پہلا بائع اس کو ناپ نہ لے، حضرت ابوہریرہؓ کی اس تنبیہ سے مروان نے یہ طریقہ منسوخ کردیا[2]۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ مسجد نبوی میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے، مروان بھی موجود تھا، آپ نے لوگوں کو مخاطب کرکے سنایا کہ میں نے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی[3]۔

فقر و غنا حضرت ابوہریرہؓ کی زندگی کے دو دور تھے، پہلا افلاس، تنگدستی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوا دوسرے میں جاہ و ثروت اور فارغ البالی نصیب ہوئی، فقر و فاقہ کا دور نہایت درد انگیز تھا، مسلسل فاقوں سے غش پر غش آتے تھے لیکن رحمۃ للعالمین کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا، اس زمانہ میں آپ نے سخت سختیاں برداشت کیں، لیکن زبان کبھی سوال سے آلودہ نہ ہوئی، ایک مرتبہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۲ احادیث ابوہریرہؓ [2] مسلم ج ا کتاب البیوع باب بیع المبیع قبل القبض مطبوعہ مصر، ومسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹ [3] بخاری ج ۲ کتاب الفتن باب قول النبی صلعم ہلاک امتی علی ایدی اغیلمۃ سفہاء

بھوک کی شدت سے بہت بے قرار ہوئے تو راستہ مین بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا، ان سے ایک آیت پوچھی، وہ بتا کر گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، توآپ اس حسنِ طلب کو سمجھ گئے، اور ساتھ لیجا کر ان کو اور تمام اصحاب صفہ کو کھانا کھلایا[1]،

جب فقر و فاقہ کا دور ختم ہوا، اور خدا نے فارغ البال کیا، اس وقت فقیرانہ سادگی کو قائم رکھتے ہوئے کبھی کبھی فارغ البالی کا بھی اظہار کیا، چنانچہ ایک مرتبہ کتان کے دو رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کر کے کہا واہ وا، ابوہریرہؓ آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان غش کھا کر گرتے تھے، اور گذرنے والے تمھاری گردن پر پیر رکھکر کہتے تھے، کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہوگیا ہی، حالانکہ تمھاری یہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی[2]،

سادگی | لیکن امارت کی حالت مین بھی زندگی مین کوئی خاص تبدیلی نہین کی، جب شہر سے نکلتے تو سواری مین گدہا ہوتا جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا، چھال کی رسی کی لگام ہوتی، غرض اس سادگی سے نکلتے کہ کسی کو امارت کا اندازہ بھی نہ ہوتا، جب کوئی سواری کے سامنے آجاتا تو (مذاق سے) خود کہتے کہ راستہ چھوڑ، دو، امیر کی سواری آرہی ہے[3]،

فیاضی | فقر و غنا دونون حالتون مین بلند حوصلہ اور فیاض رہے، لوگون کو کھلانے پلانے مین بڑی سیر چشمی سے کام لیتے تھے، عبداللہ بن رباح راوی ہین کہ ایک مرتبہ چند آدمیون کا وفد امیر معاویہؓ کے پاس گیا، جس مین ہم اور ابوہریرہؓ بھی تھے، رمضان کا زمانہ تھا، ہم لوگون کا معمول تھا کہ کھانے پر ایک

---

[1] ترمذی ابواب الزہد باب جا، فی معیشۃ اصحاب النبی صلعم [2] بخاری کتاب الاعتصام باب ماذکر النبی صلعم وحض علی اتفاق اہل العلم [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۶۰

دوسرے کو بلایا کرتے تھے، ان سب مین سب سے زیادہ ابوہریرہؓ دعوت کرتے تھے،[۱]

گو مہمان نوازی صحابۂ کرامؓ کا عام وصف تھا، تاہم لوگون کا خیال تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے زیادہ مہمان نواز کم صحابی تھے،[۲]

حضرت ابوذر غفاریؓ

نام و نسب | جندب نام، ابوذر کنیت، "مسیح الاسلام" لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، جندب بن جنادہ ابن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حرام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری، مان کا نام رملہ تھا، اور قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتی تھین،

قبل از اسلام | حضرت ابوذرؓ کا قبیلہ بنو غفار رہزنی کیا کرتا تھا، جاہلیت مین ابوذرؓ کا بھی یہی پیشہ تھا، اور وہ نہایت مشہور راہزن تھے، تن تنہا نہایت جرأت اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے لیکن کچھ دنون کے بعد ان کی زندگی مین دفعۃً انقلاب ہوا، اور ایسا سخت ہوا کہ رہزنی یک لخت ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی کی طرف مائل ہو گئے، چنانچہ ظہور اسلام کے پہلے جب سارا عرب ضلالت مین مبتلا تھا، خدا کی پرستش کرتے تھے، ابو معشر راوی ہین کہ ابوذرؓ جاہلیت ہی سے موحد تھے، خدا کے سوا کسی کو معبود نہین سمجھتے تھے، اور بتون کی پوجا نہین کرتے تھے، ان کی خدا پرستی عام طور پر لوگون مین مشہور تھی، چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ تھے کہ "ابوذرؓ مکہ مین تمھاری طرح ایک شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے"[۳] ابوذرؓ کی خدا پرستی صرف اعترافِ توحید تک محدود نہ تھی، بلکہ جس طرح بن پڑتا تھا نماز بھی پڑھتے تھے وہ خود کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے تین سال قبل سے نماز پڑھتا تھا، لوگون

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۴۸ [۲] ایضاً [۳] ابن سعد جزو ۴ ق ۱، ص ۱۶۶

نے پوچھا کس کی نماز پڑھتے تھے"، کہا خدا کی، پھر پوچھا "کس طرف رخ کرتے تھے"، جواب دیا، جس طرف خدا پھیر دیتا۔[1] اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ع

ہر جا کنیم سجدہ بآن آستان رسید

اسلام کی تلاش مین پہلی آزمایش

چونکہ ابو ذرؓ جاہلیت ہی سے راہ حق کے متلاشی تھے، اس لیے حق کی پکار سنتے ہی لبیک کہا، اور اس وقت دعوت حق کا جواب دیا، جب چار آدمیون کے سوا ساری دنیا کی زبانین اس اعلانِ حق سے خاموش تھین، اس اعتبار سے اسلام لانے والون مین ان کا پانچوان نمبر ہے۔ ان کے اسلام کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ دلچسپ داستان خود ان کی زبان سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ جب مین قبیلہ غفار مین تھا تو مجھکو معلوم ہوا کہ مکہ مین کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے، مین نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا، وہ واپس آئے تو مین نے پوچھا، کہو کیا خبر لائے؟ انھون نے کہا، "خدا کی قسم یہ شخص نیکیون کی تعلیم دیتا ہے، اور برائیون سے روکتا ہے"، اسقدر مجمل بیان سے میری تشفی نہین ہوئی، اس لیے مین خود سفر کا مختصر سامان لیکر مکہ چل کھڑا ہوا، وہان پہنچا تو یہ دقت پیش آئی کہ مین رسول اکرمؐ کو پہچانتا نہ تھا، اور کسی سے پوچھنا بھی مصلحت نہ تھی، اس لیے خانہ کعبہ مین جاکر ٹھہر گیا، اور زمزم کے پانی پر بسر کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن علیؓ گذرے، انھون نے پوچھا "تم مسافر معلوم ہوتے ہو، مین نے کہا، ہان، وہ مجھکو اپنے گھر لے گئے، لیکن مجھ سے ان سے کوئی گفتگو نہین ہوئی، صبح اٹھکر مین پھر کعبہ گیا کہ لوگون سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کرون، کیونکہ ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر علیؓ گذرے، اور پوچھا کہ "ابتک تم کو اپنا ٹھکانا نہین معلوم ہوا"۔ مین نے کہا نہین، وہ پھر دوبارہ مجھکو اپنے ساتھ

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۶۳ و مسلم اسلام ابی ذرؓ

لے چلے، اس مرتبہ انھون نے پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ مین نے کہا اگر آپ اس کو راز مین رکھین تو عرض کرون۔ فرمایا مطمئن رہو، مین نے کہا، مین نے سنا تھا کہ یہان کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لیے مین نے اپنے بھائی کو بھیجا مگر وہ کوئی تشفی بخش خبر نہ لایا، اسلیے اب مین خود اس سے ملنے آیا ہون، حضرت علیؓ فرمایا تم نے نیکی کا راستہ پالیا، سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ جس مکان مین مین جاؤن تم بھی میرے ساتھ چلے آنا راستہ مین اگر کوئی خطرہ پیش آئیگا تو مین جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤنگا اور تم بڑھے چلے جانا، چنانچہ مین حسب ہدایت ان کے ساتھ ہولیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے اسلام پیش کیجیے آپ نے اسلام پیش کیا، اور مین اسلام کے عقیدت مندون مین شامل ہوگیا، قبول اسلام کے بعد آپ نے فرمایا، ابوذر ابھی تم اس کو پوشیدہ رکھو، اور اپنے گھر لوٹ جاؤ، میرے ظہور کے بعد واپس آنا، مین نے قسم کھاکر کہا کہ مین اسلام کو چھپا نہین سکتا، ابھی لوگون کے سامنے پکار کر اعلان کرون گا، یہ کہکر مسجد مین آیا، یہان قریش کا مجمع تھا، مین نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ قریشیو! مین شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہین، یہ سنکر ان لوگون نے للکارا کہ اس بے دین کو لینا، اس آواز کے ساتھ ہی چارون طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے، اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، یہ دردناک منظر کو دیکھ کر حضرت عباسؓ سے ضبط نہ ہوسکا، وہ مجھکو بچانے کیلیے میرے اوپر گر پڑے، اور ان لوگون سے کہا کہ تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو، حالانکہ یہ قبیلہ تمھاری تجارت کا گذرگاہ ہے، یہ سنکر سب ہٹ گئے۔ لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جس کا خمار قریش کے غیظ وغضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن پھر اس حق گو کی زبان پر یہ نعرۂ مستانہ تھا۔

در عجائبہائے طور عشق حکمتہا کم است — عشق را با مصلحت اندیشی مجنون چہ کار

اور پھر وہی مسجد تھی، وہی صنادید قریش کا مجمع تھا، اور وہی ان کی ستم آرائی تھی[1]،

مسلم فضائل ابی ذرؓ میں ان کے اسلام کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہی مذکورۂ بالا روایت، اس روایت کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں، دوسری روایت خود ان سے مروی ہے، لیکن دونوں روایتوں کے واقعات باہم مختلف ہیں، ان کی زبانی جو روایت منقول ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے وطن سے اپنے بھائی انیس اور امنا کو لیکر اپنے ماموں کے یہاں گئے، کچھ دنوں کے بعد ان سے خفا ہوکر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انیس کسی ضرورت سے مکہ گئے، وہاں سے لوٹ کر ابوذرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات بیان کئے، آپکے اوصاف سنکر وہ خود تحقیقات کے لیے مکہ پہنچے، اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا، پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا، لیکن یہ نہ ہٹے، تیسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے، اور یہ مشرف باسلام ہوئے، ہم نے جو صورت واقعہ نقل کی ہے وہ چونکہ بخاری، مسلم اور مستدرک تینوں میں ہے اسی لیے اس کو ترجیح دی،

مراجعت وطن — کچھ دن مکہ میں قیام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ان کے گھر واپس کردیا، اور فرمایا کہ میں عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہوں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی قوم میں جاکر اسلام کی تبلیغ کرو، شاید خدا ان کو فائدہ بخشے، اور اس صلہ میں تمھیں بھی اجر ملے، انھوں نے آپ کے حسب ارشاد روانگی کی تیاری شروع کردی، اور وطن کا سفر کرنے کے قبل اپنے بھائی انیس سے ملے، انھوں نے پوچھا کیا کر کے آئے، جواب دیا، اعتراف صداقت کرکے اسلام کا

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۸، ۳۳۹ و بخاری باب بنیان الکعبہ و مسلم ج ۲ فضائل ابی ذرؓ۔

حلقہ بگوش ہوگیا ہون، یہ سنکر وہ بھی دائرۂ اسلام مین داخل ہوگئے، یہان سے دونون تیسرے بھائی
اُنکے پاس پہونچے، وہ بھی مشرف باسلام ہوئے، اس کے بعد تینون وطن پہنچے، اور دعوتِ حق
مین اپنا وقت صرف کرنے لگے، آدھا قبیلہ تو اُسی وقت مسلمان ہوگیا، اور آدھا ہجرت کے بعد
مسلمان ہوا،[1]

ہجرت ومواخاۃ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی تشریف آوری کے بعد بھی عرصہ تک ابوذر رضہ
بنی غفار مین رہے، اور بدر، احد، خندق وغیرہ کے غزوات ہونے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آئے،
اسی بنا پر مواخاۃ مین اختلاف ہے، محمد بن اسحٰق راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابوذرؓ اور منذر بن عمرو کے درمیان مواخاۃ کرائی تھی، لیکن واقدی کا قول ہے کہ ابوذرؓ آیت
میراث کے نزول کے بعد مدینہ آئے، اور اس آیۃ کے بعد مواخاۃ کا طریقہ باقی نہ رہا تھا،[2]

مدینہ کا قیام | مدینہ کے قیام مین ان کا سارا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
گذرتا تھا، اور ان کا محبوب مشغلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھی، خود کہتے ہین کہ مین
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، اس سے فراغت کے بعد پھر آکر مسجد مین
آرام کرتا تھا،[3]

چونکہ ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، اس لیے مہاجرین زیادہ تر اسی مین
مشغول رہتے تھے، حضرت ابوذرؓ کی غزوات مین شرکت کی تفصیل نہین ملی، صرف غزوۂ تبوک
کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تبوک کے لیے نکلے تو بہت سے لوگ پچھڑنے لگے (کیونکہ یہ قحط سالی کا زمانہ تھا) جب کوئی شخص

---

[1] صحیح مسلم فضائل ابی ذرؓ و مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۷۴، [2] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۶۶،
[3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۴،

پچھڑتا تو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فلان شخص نہین آیا، آپ فرماتے جانے دو، اگر اس کی نیت اچھی ہے تو عنقریب خدا اس کو تم سے ملا دیگا، ورنہ خدا نے اس کو تم سے چھڑا کر اس کی طرف سے راحت دیدی، یہانتک کہ ابوذرؓ کا نام لیا گیا، کہ وہ بھی بچھڑ گئے، واقعہ یہ تھا کہ ان کا اونٹ سست ہو گیا تھا، اس کو پہلے چلانے کی کوشش کی جب نہ چلا تو اس پر سے ساز و سامان اتار کر پیٹھ پر لادا، اور پا پیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب سے روانہ ہو گئے، اور اگلی منزل پر جا کر مل گئے، ایک شخص نے دور سے آتا دیکھکر کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ راستہ پر کوئی شخص آ رہا ہے، آپ نے فرمایا، ابوذرؓ ہون گے، لوگون نے بغور دیکھکر پہچانا، اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی قسم ابوذرؓ ہین، آپ نے فرمایا، خدا ابوذرؓ پر رحم کرے، وہ تنہا چلتے ہین، تنہا مرین گے، اور قیامت کے دن تنہا اٹھین گے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیشین گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی، آیندہ واقعات مین اس کی تفصیل آئے گی، اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ قحط کے زمانہ مین بھی جب بہتون کے ارادہ متزلزل ہو گئے پیچھے نہ ہٹے، اور اپنا سامان پیٹھ پر لاد کر پا پیادہ میدان جہاد مین پہنچے تو ان غزوات مین جن مین اس قسم کی دشواریان نہ تھین، یقیناً شریک ہوئے ہونگے، پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم بھی تھے، اس لیے ان لڑائیون مین جن مین آپ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہوگی، ان مین ابوذرؓ بھی یقیناً ہمرکاب رہے ہون گے، خصوصاً جب کہ یہ معلوم ہے کہ ان کو جہاد کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا،[2] اس لیے یہ ممکن نہین ہے کہ جب تمام مسلمانون کی تلوارین اپنے جوہر دکھا رہی ہون، اس وقت ان کی تلوار نیام مین رہی ہو،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ ابوذر غفاریؓ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵

فتح مکہ کے بعد جب اسلامی افواج کا مظاہرہ ہو رہا تھا، تو سب سے آگے ان ہی کے قبیلہ کا پرچم تھا،

عہد شیخین

حضرت ابو ذرؓ فطرۃً فقیر منش، زہد پیشہ، تارک الدنیا اور عزلت پسند تھے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "مسیح الاسلام" کا لقب دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انھون نے دنیا سے ہی قطع تعلق کر لیا، لیکن قیام دیارِ محبوب ہی مین رہا، وفات نبوی سے دل ٹوٹ چکا تھا، اس لیے عہد صدیقی مین کسی چیز مین کوئی حصہ نہین لیا، حضرت ابوبکرؓ کی وفات نے اور بھی شکستہ خاطر کر دیا، گلشنِ مدینہ ویرانہ نظر آنے لگا، اس لیے مدینہ چھوڑ کر شام کی غربت اختیار کر لی،[1]

عہد عثمانی

اسلام کی اصلی سادگی شیخین کے عہد تک قائم رہی، پھر جب فتوحات کی کثرت کے ساتھ مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو قدرۃً سادگی کی جگہ تمدنی تکلفات شروع ہو گئے، چنانچہ عہد عثمانی ہی مین امرا مین شاہانہ شان و شوکت کی ابتدا ہو چکی تھی، ان کا اثر عام مسلمانون پر بھی پڑا، اور ان مین عہدِ نبوت کی سادگی کے بجائے عیش و تنعم کے تکلفات پیدا ہونے لگے، شام مین رومیون کے اثر نے اس کو اور زیادہ فروغ دیا، دولت و ثروت نے خزانون کی صورت اختیار کی، جگہ جگہ قصر و ایوان بننے لگے، زرق برق پوشاکین پہنی جانے لگین، حضرت ابو ذرؓ لوگون مین وہی عہد نبوت کی سادگی چاہتے تھے، اور اپنی طرح سب کے دلون کو مال و دولت کی محبت سے خالی دیکھنا چاہتے تھے، ان کے متوکلانہ مذہب مین کل کے لیے آج اٹھا رکھنا جائز نہ تھا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو اس کا حق نہین ہے کہ وہ دوسرون کو بھوکا اور ننگا دیکھکر بھی اپنے لیے دولت کا خزانہ جمع کرے، حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ امرائے شام یہ سمجھتے تھے کہ خدا نے اہل دُول پر زکوٰۃ کا جو فرض عائد کیا ہے اس کو ادا کرنے کے بعد

[1] استیعاب ج اول ص ۸۳،

دولت جمع کرنے کا مسلمانون کو اختیار ہے، اس اختلاف رائے نے بڑھتے بڑھتے نزاع کی صورت
اختیار کرلی، حضرت ابوذر نہایت بے باکی کے ساتھ ان امراء پر اعتراض کرتے تھے، اور انکے
طمطراق، دولت وحشمت اور ساز وسامان پر نکتہ چینیان کرتے تھے، اور ان کے زائد از
ضرورت دولت جمع کرلینے پر ان کو قرآن پاک کی اس آیت کا مورد ٹھہراتے تھے،

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ — جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ — اس کو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے انکو
اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (توبہ) — دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو،

اس آیۂ پاک کے پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے، امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ اس آیۂ کا تعلق بھی
ان ہی لوگون سے ہے، حضرت ابوذرؓ اس کو مسلمانون اور غیر مسلم .... دونون سے متعلق سمجھتے
تھے، دوسرا اختلاف یہ تھا کہ حضرت ابوذرؓ خدا کی راہ مین نہ دینے کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ وہ
اپنا کل مال راہِ خدا مین نہین دیتے، اور امیر معاویہؓ وغیرہ کا خیال تھا کہ یہ حکم صرف زکوٰۃ کے
متعلق ہے، بہرحال حضرت ابوذرؓ نے اپنے خیال کے مطابق بڑی سختی سے طعن و تشنیع شروع
کردی، امیر معاویہؓ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ جذبہ یون ہی بڑھتا رہا تو عجب نہین کہ شام مین کوئی
فتنہ اٹھ کھڑا ہو، اس لیے انھون نے حضرت عثمانؓ کو اس صورتِ حال کی اطلاع دی، اور
کہلا بھیجا کہ ان کو مدینہ بلالیا جائے، حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلالیا، اور ایک دن ان کے
سامنے حضرت کعبؓ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارہ مین آپ کا کیا خیال ہے جو مال جمع کرتا
ہے لیکن اس کی زکوٰۃ بھی دیتا ہے، اس کو خدا کی راہ مین بھی خرچ کرتا ہے، کعبؓ نے کہا ایسے
شخص کے بارہ مین مجھکو بھلائی کی امید ہے، یہ سنکر ابوذرؓ بگڑ گئے اور کعبؓ پر ڈنڈا اٹھاکر بولے
یہودی عورت کے بچے تو اس کو کیا سمجھ سکتا ہے، قیامت کے دن ایسے شخص کے

قلب تک کو بھبھوڑ دینگے،[۱] اس لیے حضرت عثمانؓ نے آخر مین مجبور ہو کر آپ سے کہا کہ آپ میرے پاس رہیے، دودھ والی اونٹنیان صبح شام دروازہ پر حاضر کی جائین گی، لیکن اس بے نیاز نے جواب دیا کہ مجھکو تمھاری دنیا کی مطلق ضرورت نہین، یہ کہکر واپس چلے آئے،

ربذہ کا قیام لیکن اب مدینہ بھی پہلا مدینہ باقی نہین رہ گیا تھا، لوگ آآکر حضرت ابوذرؓ کو تعجب سے دیکھتے تھے، جہان وہ جاتے ہر جگہ ہجوم ہو جاتا، اس سے حضرت ابوذرؓ کو تکلیف ہوتی، مکہ کے قریب ربذہ نام ایک چھوٹا سا گاؤن تھا، حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا، یا انھون نے خود ربذہ مین قیام کرنے کی خواہش کی،[۲] بہرحال اپنی بیوی کو لیکر ربذہ چلے گئے، یہان کے لوگون نے ہاتھون ہاتھ لیا، اور بنو ثعلبہ کے شیخ اور اس کی بیوی نے آپ کو اپنے ہاتھون سے نہلایا، عراقیون کو خبر ہوئی تو انھون نے آکر عرض کیا کہ اس شخص (عثمانؓ) نے آپ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے، اگر آپ اس کے خلاف علم بلند کرین تو ہم لوگ آپ کی حمایت پر تیار ہین، آپ نے فرمایا کہ مسلمانو! اس معاملہ مین تم دخل نہ دو، اپنے حاکم کو ذلیل نہ کرو، کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا اس کی توبہ قبول نہین ہو سکتی، اگر عثمانؓ مجھکو سولی پر بھی چڑھا دیتے تو مجھکو عذر نہ ہوتا، اور مین اسی مین اپنی بھلائی سمجھتا، اگر وہ ربذہ کے بجائے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب مین بھیجدیتے تب بھی مین سر تسلیم خم کر دیتا، اور اسی مین اپنی اچھائی سمجھتا، اور اگر وہ کہین نہ بھیجتے اور مجھکو میری قیام گاہ ہی مین لوٹا دیتے تو بھی مجھکو کوئی عذر نہ ہوتا اور اس مین بھی مین اپنی سعادت سمجھتا۔[۳]

وفات حضرت ابوذرؓ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرت انگیز ہے، ۳۱ھ مین ربذہ کے ویرانہ مین وفات پائی، ان کی حرم محترم وفات کے حالات بیان کرتی ہین کہ جب ابوذرؓ کی

[۱] حلیۃ الاولیا، ابونعیم ج اول ص ۱۶۰ [۲] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۶ و ۱۶۷ [۳] طبقات جز ۴ قسم ۱ ص ۱۶۷

حالت زیادہ خراب ہوئی تو مین رونے لگی، پوچھا کیون روتی ہو، مین نے کہا کہ تم ایک صحرا
مین سفرِ آخرت کر رہے ہو، یہان میرے اور تمھارے استعمالی کپڑون کے علاوہ کوئی ایسا
کپڑا نہین ہے جو تمھارے کفن کے کام آئے، فرمایا رونا موقوف کرو، مین تم کو ایک خوشخبری
سناتا ہون، مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے
مرچکے ہون وہ آگ سے بچانے کے لیے کافی ہین، آپ نے چند آدمیون کے سامنے جنمین ایک
مین بھی تھا، یہ فرمایا کہ تم مین سے ایک شخص صحرا مین مریگا، اور اس کی موت کے وقت وہان
مسلمانون کی ایک جماعت پہونچ جائے گی، میرے علاوہ ان مین سب آبادی مین مرچکے
ہین، اب صرف مین باقی رہ گیا ہون، اس لیئے وہ شخص یقیناً مین ہی ہون، اور مین بحلف
کہتا ہون کہ نہ مین نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے، اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، اسلیے
گذرگاہ پر جاکر دیکھو غیبی امداد ضرور آتی ہوگی، مین نے کہا اب تو حُجاج بھی واپس جاچکے
اور راستہ بند ہوچکا، فرمایا نہین جاکر دیکھو، چنانچہ مین ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے
جاتی تھی، اور دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اسی دوڑ دھوپ اور تلاش
وانتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے، مین نے اشارہ کیا، وہ
لوگ نہایت تیزی سے آکر میرے پاس ٹھہر گئے، اور ابوذرؓ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون
شخص ہے، مین نے کہا ابوذرؓ، پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ مین نے کہا ہان، وہ
لوگ فدیتہ بابی وامی کہکر ابوذرؓ کے پاس گئے، پہلے ابوذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیشین گوئی سنائی، پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کپڑا نکلے تو اسی کپڑے
مین مجھکو کفنانا، اور قسم دلائی کہ تم مین سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھکو نہ کفنائے
اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان مین سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور

رہ چکا تھا، چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہین، جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہین، ان ہی مین آپ کو کفناؤن گا، فرمایا ہان تم ہی کفنانا[1]

اس وصیت کے بعد وفات پائی، متعدد روایتون کے باہم ملانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے، اور کوفہ سے آرہے تھے، ان ہی کے ساتھ مشہور صحابی عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے، جو عراق جارہے تھے، بہرحال اس انصاری نوجوان نے ان کو کفنایا، اور عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز جنازہ پڑھائی[2]، اور پھر سبھون نے ملکر اسی صحرا کے ایک گوشہ مین انکو پیوند خاک کیا،

حلیہ | قد دراز، رنگ سیاہی مائل، داڑھی گھنی، سر اور داڑھی دونون کے بال سفید[3]،

ترکہ فقیرون کے کلبۂ احزان مین کیا تھا، صرف تین گدہے، دو مادہ ایک نر، چند بکریان، کچھ سواریان، یہ ساری کائنات تھی،

فضل وکمال | حضرت ابوذرؓ خدمت نبوی کے بڑے حاضر باش تھے، ہر وقت آپ کی خدمت مین رہتے، اور آپ سے استفادہ اور تحصیل علم مین بڑے حریص تھے، اور ہر چیز کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے، چنانچہ تمام اصول و فروع، ایمان و احسان، رویت باری، خدا کے نزدیک پسندیدہ کلمات، لیلۃ القدر وغیرہ ہر چیز، حتی کہ نماز مین کنکری چھونے تک کے بارہ مین پوچھا[4]، اسی ذوق و شوق اور تلاش و جستجو نے آپ کو علم کا دریا بنادیا تھا، حضرت علیؓ جو علم و عمل کے مجمع البحرین تھے، فرماتے تھے کہ "ابوذرؓ نے اتنا علم محفوظ کرلیا ہے کہ لوگ اس کے حاصل کرنے سے عاجز تھے،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۵ و مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۶ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۶ [3] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۶۹

[4] حلیۃ الاولیاء ابونعیم ص ۱۶۹

اور اس تھیلی کو اس طرح سے بند کر دیا کہ اس میں کچھ بھی کم نہ ہوا[۱] حضرت عمرؓ جیسے صاحب کمال آپ کو علم میں عبد اللہ بن مسعودؓ کے برابر سمجھتے تھے[۲]، جو اپنی وسعتِ علم کے لحاظ سے حبر الامۃ کہلاتے تھے،

حدیث | کلامِ حبیب ہونے کی حیثیت سے قدرۃً آپ کو حدیث سے خاص ذوق تھا، آپ کی مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے، ان میں ۱۲ متفق علیہ ہیں، اور ۲ میں بخاری اور ۷ میں مسلم منفرد ہیں[۳]، یہ تعداد حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کی مرویات کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوذرؓ خاموش، تنہائی پسند اور کم آمیز تھے۔ اس لیے ان کے علم کی اشاعت نہ ہو سکی، ورنہ صحابہ میں انس بن مالکؓ، اور عبد اللہ بن عباسؓ جیسے بزرگ اُن سے استفادہ کرتے تھے، عام رواۃ میں خالد بن وہبان، زید بن وہب جہنی، خرشہ بن حر، جبیر بن احنف بن قیس، عبد اللہ بن صامت، زید بن ذبیان، عبد اللہ بن شقیق، عمرو بن میمون، عبد اللہ بن غنم، قیس بن عباد، مرثد بن مالک بن زبید وغیرہم نے ان سے روایتیں کی ہیں[۴]

افتا میں صداقت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں جو جماعت صاحبِ علم وافتا تھی، اس میں ان کا نام نامی بھی تھا[۵]، مگر ان کے فتاوے کی تعداد بہت کم ہے۔ فتویٰ میں وہ کسی کی مطلق رورعایت نہ کرتے، اور بلا کسی خوف وہراس کے جو سچی بات ہوتی وہ کہدیتے تھے، عہد عثمانی میں بعض محصلین صدقہ وصول کرنے میں زیادتی کرتے تھے، ایک شخص نے آکر ان سے فتویٰ پوچھا کہ "عثمانؓ کے محصلوں نے صدقہ میں اضافہ کر دیا ہے، ایسی حالت میں کیا ہم بقدر زیادتی مال چھپا سکتے ہیں"؟ فرمایا نہیں، ان سے کہو کہ جو واجب ہو اس کو لے لیں اور جو ناجائز

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۵ و تذکرۃ الحفاظ ترجمۂ ابوذرؓ [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵ [۳] تہذیب الکمال ص ۴۴۹،
[۴] تفصیل کیلیے دیکھو تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۹۰ [۵] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳

ہو، اس کو واپس کر دین، اگر اس کے بعد بھی وہ زیادہ لین تو قیامت کے دن وہ زیادتی تھاری میزان مین کام آئے گی، اُن کا یہ فتویٰ ایک قریشی نوجوان کھڑا سن رہا تھا، وہ بولا آپ کیون فتویٰ دیتے ہین؟ کیا آپ کو امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے منع نہین کیا ہے؟ فرمایا کیا تم میرے نگہبان ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھدو اور مجھکو یقین ہو جائے کہ گردن کٹنے کے قبل جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، سنا سکون گا تو یقیناً سنا دون گا،[1]

اخلاق وعادات حضرت ابوذرؓ ان محرمان خاص مین تھے، جن کو بارگاہ نبوت مین خاص تقرب حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہر فعل وعمل پر خلق نبویؐ کا بہت گہرا پرتو پڑا تھا اصحابہ کرام مین دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جنھون نے دین و دنیا دونون کو پوری طرح حاصل کیا، دوسرے وہ جنھون نے دنیا کو ٹھکرا دیا، اور محض آخرت کی نعمتون پر قناعت کی، حضرت ابوذرؓ اسی دوسری صنف مین تھے، وہ زہد وورع حقگوئی وحق پرستی، توکل وقناعت، استغنا و بے نیازی مین تمام صحابہ ممتاز تھے، یہ وہ وقت تھا جب قیصر وکسریٰ کے خزانے دار الخلافہ مین لدے چلے آرہے تھے، جگہ جگہ قصر وایوان بن رہے تھے، عیش وتنعم کے سامان ہو رہے تھے، مگر ان مین سے کوئی چیز بھی رضوان الٰہی کے اس طالب کو اپنی طرف متوجہ کر نہ سکی، زر و جواہر کے ڈھیر ان کی نگاہ مین خزف ریزون سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے، زر نقد کبھی جمع نہین کیا، ضرورت سے جو کچھ فاضل بچتا، اس کو اسی وقت خرچ کر دیتے تھے، چار ہزار وظیفہ مقرر تھا، جب وہ ملتا، تو خادم کو بلاتے اور ایک سال کے اخراجات کا اندازہ لگاکر چیزین خرید لیتے، اس سے جتنی رقم فاضل بچتی، اس کو لوگون مین تقسیم کر دیتے، اور فرماتے کہ جو

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۶

شخص سونا چاندی تھیلون مین محفوظ رکھتا ہے، وہ گویا انگارے رکھتا ہے[1] یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص بھی سونا چاندی تھیلون مین محفوظ کرتا ہے، وہ جبتک اس کو خدا کی راہ مین نہ خرچ کردے، اس کیلیے آگ کا انگارہ رہیگا[2] اس پر نہ صرف خود عامل تھے، بلکہ چاہتے تھے کہ دنیا اسی رنگ مین رنگ جائے، اور اس عقیدے مین یہانتک متشدد تھے کہ بڑے لوگون سے ملنا تک گوارا نہ کرتے، ابو موسیٰ اشعریؓ جو بڑے رتبہ کے صحابی اور مرتبہ مین آپ سے کم نہ تھے، جب عراق کی گورنری کے زمانہ مین ان سے ملے تو قدیم تعلقات کی بنا پر ان سے چمٹ گئے، انھون نے کہا "دور رہو" وہ بھائی بھائی کہکر لپکتے تھے، اور وہ یہ کہکر ہٹاتے تھے کہ تم اس عہدہ کے بعد میرے بھائی نہین رہے، اس کے بعد پھر ابو موسیٰؓ ملے تو پھر محبت کے جذبہ سے مجبور ہو کر بھائی بھائی کہہ کہہ دوڑے، حضرت ابو ذرؓ کا پھر وہی جواب تھا "ابھی دور رہو" اس کے بعد سوالات شروع کیے کہ تم لوگون کے عامل بنائے گئے ہو، انھون نے کہا ہان، پوچھا تم نے بڑی عمارت تو نہین بنائی، زراعت تو نہین کرتے، گلّے تو نہین رکھتے، انھون نے کہا نہین، بولے ہان اب تم میرے بھائی ہو۔[3]

ایک مرتبہ ابو ذرؓ حضرت ابو درداؓ انصاریؓ کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ ابو درداؓ گھر بنوا رہے ہین، یہ دیکھکر کہا، ابو درداؓ تم لوگون کی گردنون پر پتھر اٹھوا تے ہو، ابو درداؓ نے جواب دیا کہ نہین، گھر بنوا رہا ہون، ابو ذرؓ نے پھر وہی فقرہ دہرایا، حضرت ابو درداؓ نے کہا، برادرم شاید اس سے آپ کو کچھ ناگواری پیدا ہوگئی ہے، حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا اگر مین تم کو اس کے بجائے تمھارے گھر کے پاخانہ مین بھی دیکھتا تو اسکے مقابلہ مین زیادہ پسند کرتا،[4]

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹ [2] حلیۃ الاولیا، ابو نعیم ج اول ص ۱۶۲ [3] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹
[4] حلیۃ الاولیا، ابو نعیم ج اول ص ۱۶۳

سادگی | اس فقیرانہ زندگی کے باعث ان کی زندگی بالکل سادہ تھی، اور ان چند چیزون کے علاوہ جو ایک جاندار کی زندگی کے لیے ناگزیر ہین، کبھی کوئی ساز و سامان نہین رکھا، ابی مروان نے ان کو ایک پشمینہ کی چادر باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا، کہ ابوذرؓ کیا اس چادر کے علاوہ تمھارے پاس اور کوئی کپڑا نہین ہے؟ فرمایا اگر اور کوئی کپڑا ہوتا تو میرے پاس دیکھتے، انھون نے کہا کچھ دن ہوئے تمھارے پاس دو کپڑے تھے، فرمایا ہان، مگر وہ دونون اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دیدیے، انھون نے کہا تم کو خود اس کی حاجت تھی، فرمایا خدا تم کو معاف کرے، تم دنیا کو بڑھانا چاہتے ہو، تم کو نظر نہین آتا کہ ایک چادر مین باندھے ہوئے ہون، دوسری مسجد کے لیے ہے، میرے پاس کچھ بکریان ہین جن کا دودھ پیتا ہون، کچھ خچر ہین جو باربرداری کے کام آتے ہین، ایک خادم کھانا پکا کر کھلادیتا ہے، اس سے زیادہ اور کیا نعمتین درکار ہین،[1]

عبداللہ بن خراش کا بیان ہے کہ مین نے ربذہ مین ابوذرؓ کو دیکھا، وہ سایہ مین ایک صوف کے نمدے پر بیٹھے تھے، ان کی بیوی بڑی سیاہ فام تھین، ان سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہین رہی، انھون نے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس دار الفنا مین اولاد کو لیکر دار البقا مین اس کو ذخیرۂ آخرت بنایا، لوگون نے کہا کہ کاش آپ کوئی دوسری بیوی کر لیتے، انھون نے جواب دیا کہ ایسی عورت سے شادی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے جو مجھ مین تواضع پیدا کرے، بہ نسبت اس کے کہ جو مجھ مین ترفع پیدا کرے،[2]

جعفر بن زبرقان کہتے ہین کہ مجھ سے غالب بن عبد الرحمن بیان کرتے تھے کہ مین ایک

---

[1] ابن سعد جزء دہم قسم ا ص ۱۷۳ [2] حلیۃ الاولیاء ابونعیم ج اول ص ۱۶۳

شخص سے ملا جو ابوذرؓ کے ساتھ بیت المقدس مین نماز پڑھا کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ اگر ابوذر کا پورا اثاث البیت جمع کیا جاتا تو بھی اس شخص (ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے) کی چادر کی قیمت کے برابر نہ نکلتا، جعفر نے اس کو مہران بن میمون سے بیان کیا، انھون نے کہا کہ میرے خیال مین ان کا کل اثاثہ دو درہم سے زیادہ کا نہ تھا،[۱]

لوگ ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے، مگر وہ اس کو قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ حبیب ابن مسلمہ فہری والی شام نے ان کی خدمت مین تین سو اشرفیان بھیجین کہ وہ ان کو اپنی ضرورت مین صرف کرین، انھون نے اسی وقت واپس کرادیا اور کہا کہ کیا ان کو میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص خدا کے معاملہ مین دھوکا کھانے والا نہین ملا، ہم کو صرف سر چھپانے کے لیئے سایہ، دودھ پینے کے لیے بکریان اور خدمت کے لیے ایک لونڈی چاہیے، اسکے ماسوا جو کچھ ہوگا وہ زاید از ضرورت ہے،[۲]

آپ فرماتے تھے کہ لوگ موت کے لیے پیدا ہوتے ہین، ویران ہونے کے لیے آبادیان بساتے ہین، فنا ہونے والی چیزون کی حرص وطمع کرتے ہین، اور باقی اور پایندہ چیزون چھوڑ دیتے ہین، دو ناپسندیدہ چیزین موت اور فقر میرے لیے کس قدر خوش آیند ہین،[۳]

زہد وتقویٰ ان کی زندگی شروع سے آخر تک سرتاپا زہد وتقویٰ تھی جس پہلو پر نظر ڈالی جائے، زہد وتقویٰ کا عجیب وغریب نمونہ نظر آئے گا، اس فقیرانہ زندگی کو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "میری امت مین سے ابوذرؓ مین عیسیٰ بن مریم جیسا زہد ہے،[۴] یہی زہد کی زندگی آخر دم تک قائم رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد نبوت کے

---

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۷۰، [۲] حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج اول ص ۱۶۲ [۳] ایضاً ص ۱۶۳،
[۴] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۷ و استیعاب تذکرۂ ابوذرؓ،

بعد سے لوگون مین بہت کچھ تبدیلی پیدا ہو گئی تھی، لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ شروع سے اخیر تک ایک رنگ پر قائم رہے،[1]

جب عہد رسالت کا مقدس دور ختم ہوا اور لوگ دنیا سے ملوث ہونے لگے تو تنہا نشینی اختیار کر لی، عمران بن خطان راوی ہین کہ مین ایک مرتبہ ابوذرؓ کے پاس گیا، وہ مسجد مین تنہا بیٹھے ہوئے تھے، مین نے کہا ابوذرؓ تنہائی کیون اختیار کر لی، فرمایا، مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے،[2] اسی وجہ سے وہ دنیا سے بہت دور بھاگتے تھے، ابی اسمار رحبی راوی ہین کہ مین ابوذرؓ کے پاس ربذہ گیا، ان کی بیوی کو سخت خستہ حال دیکھا فرمانے لگے کہ یہ عورت مجھ سے کہتی ہے کہ عراق جاؤ، اگر مین عراق جاؤن تو عراق والے میرے سامنے دنیا پیش کرین گے، اور میرے دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ جہنم کے پل کے سامنے پیر پھسلانے والا راستہ ہے اور تم لوگون کو اس پر سے گذرنا ہے، اس لیے بوجھ کی گرانباری سے ہلکا رہنا چاہیے،[3]

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس

حضرت ابوذرؓ ارشاد نبویؐ کو ہر آن و ہر لحہ پیش نظر رکھتے تھے، اور اس سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے، بات بات مین فرماتے تھے کہ عہد الیّ خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا سمعت خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وعدہ لیا ہے یا مین نے اپنے دوست صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے فرمایا، تم ناتوان ہو، اور امارت ایسا بار امانت ہے کہ اگر اس کے حقوق کی پوری نگہداشت نہ کیجائے تو آخرت مین اس کے لیے رسوائی کے سوا کچھ نہین ہے،[4] اس فرمان کے بعد پھر انھون نے

---

[1] اصابہ ج ۷، ص ۶۲ [2] مستدرک ج ۳ ص ۳۴۳ [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۶۸ [4] ایضاً ص ۱۷۰

کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، ان کی خدمت میں کسی نے دو چادریں پیش کیں، انھوں نے ایک کا ازار بنایا، اور ایک چھوٹی کملی اوڑھ لی، اور دوسری غلام کو دیدی، گھر سے نکلے تو لوگوں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چادریں خود استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، فرمایا یہ صحیح ہے لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "جو تم کھاتے پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ پہناؤ"۔[۱]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تمھارے اوپر ایسے امراء حکمران ہوں گے جو اپنا حصہ زیادہ لیں گے، اس وقت تم کیا کروگے"؟ عرض کی تلوار سے کام لوں گا، فرمایا "میں تم کو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں، ایسے وقت صبر کرنا یہانتک کہ مجھ سے مل جاؤ"[۲] اس مشورہ پر انھوں نے اس سختی سے عمل کیا کہ جب وہ زمانہ آیا تو تنہا نشینی اختیار کرلی، اور کسی چیز میں کوئی حصہ نہیں لیا،

ایک مرتبہ وہ مسجد میں لیٹے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ابوذرؓ جب تم اس سے نکالے جاؤ گے تو کیا کروگے؟ عرض کی مسجد نبوی یا اپنے گھر چلا جاؤنگا، فرمایا، اگر اس سے بھی نکالے گئے تو کیا طریقہ اختیار کروگے، عرض کی "تلوار نکالونگا"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر تین مرتبہ فرمایا کہ ابوذرؓ! خدا تمھاری مغفرت کرے، تلوار نہ نکالنا، بلکہ جہاں وہ لیجانا چاہیں چلے جانا"۔ چنانچہ جب ربذہ میں رہنے کا حکم ملا تو اسی فرمان کے مطابق بلا کسی عذر کے چلے گئے، اور وہاں حبشی غلام کے پیچھے نماز پڑھی، ہرچند اس نے آپ کو بڑھانا چاہا مگر آپ نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں،[۳]

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۷۰، [۲] ایضاً ص ۱۶۶ [۳] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۴۴ وابن سعد

حب رسول صلعم

ابوذرؓ کو ذات نبویؐ کے ساتھ جو شیفتگی تھی، اس کا اظہار لفظون مین نہین ہو سکتا، ایک مرتبہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! آدمی کسی ایک جماعت سے محبت کرتا ہے لیکن اس کے جیسے اعمال کی طاقت نہین رکھتا، آپ نے فرمایا "ابوذرؓ تم جس شخص سے محبت رکھتے ہو اسی کے ساتھ ہو، عرض کیا مین خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہون، فرمایا تم یقیناً اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب آپ کا نام زبان پر آجاتا تو آنسوؤن کا دریا امنڈ آتا، احنف بن قیس روایت کرتے ہین کہ مین نے بیت المقدس مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلسل سجدے کر رہا ہے، جس سے میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا، جب مین دوبارہ لوٹ کر گیا تو پوچھا کہ آپ بتا سکتے ہین کہ مین نے جفت نماز پڑھی یا طاق، اس نے کہا اگر مین لاعلم ہون تو خدا ضرور جانتا ہے، اس کے بعد کہا کہ "میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے"، صرف اس قدر زبان سے نکلا تھا کہ رونے لگے، پھر کہا کہ میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے"، ابھی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر آنسو امنڈ آئے، آخر مین سنبھل کر کہا کہ "میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ خدا کا سجدہ کرتا ہے، خدا اس کا ایک درجہ بلند کرکے اس کی بدی کو مٹا کر نیکی لکھتا ہے"، مین نے پوچھا آپ کون ہین؟ فرمایا "ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی، یہ سنکر مین اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا،[2]

بارگاہ نبویؐ مین پذیرائی

حریم نبوت مین ان کی یہ نیازمندیان بہت مقبول تھین، جب یہ مجلس مین موجود ہوتے تو سب سے پہلے ان ہی کو تخاطب کا شرف حاصل ہوتا، اور اگر موجود نہ ہوتے تو

---

[1] ابوداؤد جلد ۲ ص ۳۱۲ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۴

تلاش ہوتی، جب ملاقات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے،[۱]

یہ محبت و یگانگت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسرار تک ان سے نہ چھپاتے تھے، اور یہ بھی رازداری کا پوری طرح فرض ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا، اگر وہ آپ کا کوئی راز ہوگا تو نہ بتاؤں گا۔[۲]

یہی یگانگت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحۂ حیات تک قائم رہی، چنانچہ مرض الموت میں آپ نے ان کو بلوا بھیجا، یہ جب حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے، ابوذرؓ آپ کے اوپر جھک گئے، اور محبوبِ عالم نے ہاتھ بڑھا کر چمٹا لیا،[۳] نہ معلوم یہ نگاہِ واپسین کیا کام کر گئی کہ آخر دم تک وارفتگی کا عالم طاری رہا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز اپنے لیے پسند فرماتے تھے وہی ابوذرؓ کے لیے بھی پسند فرماتے کہ یہی آئینِ محبت ہے، ایک مرتبہ انھوں نے امارت کی خواہش کی، آپ نے فرمایا کہ ابوذرؓ تم ناتوان ہو اور میں تمھارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔[۴]

خلیفہ کی اطاعت اگرچہ ابوذرؓ حق پسند طبیعت رکھتے تھے، پھر بھی اختلافِ امت کے خیال سے کسی چیز میں خلیفۂ وقت کے حکم سے سرتابی نہ کرتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ ربذہ کے قیام کے زمانہ میں عراقیوں کی خواہش کے باوجود حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر آمادہ

[۱] اصابہ ج ۵ ص ۶۲ [۲] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۲ [۳] ایضاً [۴] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۷۰

نہ ہوئے، اور فرمایا کہ اگر مجھ پر حبشی بھی امیر بنایا جائے تو بھی اس کی اطاعت کرون گا، اور اسکو عملاً کر کے دکھا دیا، چنانچہ جب وہ ربذہ جا کر مقیم ہوئے تو اتفاق سے اس وقت یہان کا امیر ایک حبشی تھا، جب ابوذرؓ پہنچے اور نماز کے وقت جماعت کھڑی ہوئی، تو وہ انکے ادب کے خیال سے پیچھے ہٹ گیا، انھون نے فرمایا "تم ہی نماز پڑھاؤ، تم گو حبشی غلام ہو، لیکن مجھ کو حکم ملا ہے کہ خواہ حبشی ہی امیر کیون نہ ہو، مگر اس کی اطاعت کرنا" خلیفۂ وقت کا عمل خواہ ان کے نزدیک غلط ہی کیون نہ ہوتا، اس کی مخالفت نہ کرتے تھے، بلکہ خود بھی وہی کرتے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین حج کو گئے کسی نے آکر اطلاع دی کہ منیٰ مین عثمانؓ نے چار رکعتین نماز پڑھیں، آپ کو بہت ناگوار ہوا، اور درشت الفاظ استعمال کر کے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، یہ سب دو رکعت پڑھتے تھے، اس کے بعد انھون نے امامت کی، مگر خود بھی چار رکعتین پڑھائین، لوگون نے کہا آپ نے تو امیر المومنین پر اعتراض کیا، لیکن خود بھی چار رکعتین پڑھائین، فرمایا کہ اختلاف بری چیز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد امرا ہون گے، ان کی تذلیل نہ کرنا، اور جو شخص ان کی تذلیل کا ارادہ کرے گا، اس نے گویا اسلام کی حبل متین اپنی گردن سے نکال دی اور توبہ کا دروازہ اپنے لیے بند کر لیا[1]،

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ امراء خلفاء کی تمام جا و بیجا باتون کو مان لیتے تھے، امیر معاویہؓ کی لغزشون پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، بلکہ برا بھلا تک کہتے تھے،

حق گوئی خدا کے معاملہ مین لومۃ لائم کی مطلق پروا نہ کرتے تھے، حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ آج میرے اور ابوذرؓ کے علاوہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جو خدا کے معاملہ مین لومۃ اللائم کا

---

[1] احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۱۶۵، [2] ایضاً ص ۱۴۴،

خوف نہ کرتا ہو[۱]، ان کی حق گوئی کی شہادت خود زبانِ وحی والہام نے دی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابو ذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہین ہے[۲]،

فیاضی وسیر چشمی اس تحقیرِ دنیا کا لازمی نتیجہ سیر چشمی اور فیاضی تھا، ان کو سالانہ وظیفہ کافی ملتا تھا، لیکن اپنی محدود ضروریات کے علاوہ جس قدر بچتا تھا، لوگون مین تقسیم کر دیتے تھے، اگر کوئی کہتا کہ اس کو رکھ لیجئے، آپکے اور آپکے مہمانون کے کام آئے گا، تو فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سونا چاندی جمع کرتا ہے، وہ گویا انگارے جمع کرتا ہے، جب تک اس کو راہ خدا مین صرف نہ کر دے[۳]،

مہمان نوازی اور حقِ جوار آپ کی غذا زیادہ تر بکریون کا دودھ تھا، لیکن اس میں بھی مہمانون اور پڑوسیون کو شریک کرتے تھے، عمیلہ فزاری روایت کرتے ہین کہ مجھ سے ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا تھا کہ ابو ذرؓ دودھ دوہکر پہلے مہمانون اور پڑوسیون کو پلاتے تھے، ایک مرتبہ دودھ اور کھجورین لیکر پڑوسیون اور مہمانون کے سامنے پیش کرکے معذرت کرنے لگے کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اگر ہوتا تو پیش کرتا، چنانچہ جو کچھ تھا سب دوسرون کو کھلا دیا اور خود بھوکے سو رہے[۴]،

خوش اخلاقی عموماً زہاد اور متقشفین کے مزاج مین ایک طرح کی خشکی ہوتی ہے لیکن مسیح اسلام کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔ ان کا اخلاق بدویون تک کو مسحور کر لیتا تھا: ایک بدوی کا بیان ہے کہ مین ابو ذرؓ کے ساتھ رہا ہون، ان کی تمام اخلاقی خوبیان تعجب انگیز تھیں[۵]،

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ تذکرۂ ابو ذرؓ [۲] ترمذی مناقب ابی ذرؓ [۳] مسند احمد بن حنبلؒ ج ۵ ص ۱۵۶ [۴] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۷۰ [۵] ایضاً ص ۱۷۲،

وہ جن اخلاقی اصول پر عمل پیرا تھے ان کو خود سناتے تھے کہ "میرے دوست نے مجھے سات وصیتیں کی ہیں، مسکین کی محبت اور ان سے ملنا جلنا، اپنے سے کمتر کو دیکھنا، اور بلند تر کو نہ دیکھنا، کسی سے سوال نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، حق بولنا، خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو، خدا کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا، لاحول ولاقوۃ کا ورد کثرت سے کرنا،[1]

حضرت سلمان فارسیؓ

نام ونسب | نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا، اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابو عبد اللہ کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے، مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک۔

قبل اسلام | آپ کے والد اصفہان کے "جی" نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار وکاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمانؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق کر رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ ان میں ابتدا سے تھا، اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب و روز آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے تھے حتی کہ ان کا شمار ان پجاریوں میں ہو گیا تھا، جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہیں دیتے ہیں،

مجوسیت سے نفرت اور عیسائیت کا میلان | ان کے والد کا ذریعۂ معاش زمین تھی، اس لیے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتے تھے، ایک دن وہ گھر کی مرمت میں مشغولیت کی وجہ سے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۸

کھیت خود نہ جا سکا، اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمانؓ کو بھیجا، ان کو راستہ مین ایک گرجا ملا، اس وقت اس مین عبادت ہورہی تھی، نماز کی آواز سنکر دیکھنے کے لیے گرجے مین چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، اور عیسائیون کا طریقۂ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے نکل گیا کہ "یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے"، چنانچہ کھیتون کا خیال چھوڑ کر اسی مین محو ہوگئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیون سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہان ہے، انھون نے کہا شام مین، پتہ پوچھکر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا اب تک کہان رہے، جواب دیا "کچھ لوگ گرجے مین عبادت کررہے تھے مجھکو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہین رہا"۔ باپ نے کہا "وہ مذہب تمھارے مذہب کا پاسنگ بھی نہین"، جواب دیا "بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہین بہتر ہے"۔ اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہین یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت مین نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیان پہنا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل مین تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیون کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئین تو مجھکو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر کردی، انھون نے کہا جب واپس ہون تو مجھکو بتانا، چنانچہ جب کاروان تجارت لوٹنے لگا تو ان کو خبر کی گئی، یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کر ان کے ساتھ ہوگئے، شام پہنچکر دریافت کیا کہ یہان سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگون کے ایک پادری کا پتہ دیا، اس سے جاکر کہا مجھ کو تمھارا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے مین چاہتا ہون کہ تمھارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرون، اور مجھ کو اس مذہب مین داخل کرلو،

تبدیل مذہب | چنانچہ وہ مجوسیت کے آتشکدہ سے نکل کر "آسمانی بادشاہت" کی پناہ مین

آ گئے، مگر یہ بشپ بڑا بد اعمال اور بد اخلاق تھا، لوگون کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، جب وہ دیتے تو اس کو فقرا، اور مساکین مین تقسیم کرنے کے بجائے خود لے لیتا، اس طریقہ سے اسکے پاس سونے اور چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے، حضرت سلمانؓ اس کی حرص و آز کو دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مر گیا، عیسائی شان و شوکت کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کرنے کو جمع ہوئے، اس وقت انھون نے اس کا سارا اعمال نامہ ان لوگون کے سامنے کھول کر رکھدیا، لوگون نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، انھون نے ان کو لیجا کر اس اندوختہ خزانہ کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی گئی، تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیون نے اس کی اسکی سزا مین نعش دفن کرنے کے بجائے صلیب پر لٹکا کر سنگسار کی، اس کی جگہ دوسرا بشپ مقرر ہوا، یہ بڑا عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، شب و روز عبادتِ الٰہی مین مشغول رہتا، اس لیے سلمانؓ اس سے بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس سے کہا کہ مین آپکے پاس عرصہ تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لیے آیندہ کے لیے مجھکو کیا ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا، میرے علم مین کوئی ایسا عیسائی نہین ہے جو مذہبِ عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مر کھپ گئے اور موجودہ عیسائیون نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے، اور بہتیرے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیے ہین، ہان موصل مین فلان شخص دینِ حق کا سچا پیرو ہے، تم جا کر اس سے ملاقات کرنا،

موصل کا سفر

چنانچہ اس بشپ کی موت کے بعد حق کی جستجو مین وہ موصل پہنچے، اور تلاش

کر کے اس سے ملے، اور پورا واقعہ بیان کیا کہ فلان پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کے
یہان ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے، اور مین آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کرون، اس نے
ان کو ٹھہرالیا، پہلے پادری کے بیان کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا،
اس لیے سلمانؓ نے اس کے پاس مستقل قیام کر دیا، مگر تھوڑے دنون کے بعد اس کا وقت
بھی آگیا، حضرت سلمانؓ نے آئندہ کے متعلق اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے
نصیبین مین ایک شخص کا پتہ بتایا،

نصیبین کا سفر

چنانچہ اس کی موت کے بعد وہ نصیبین پہنچے، اور پادری سے مل کر دوسرے
پادری کی وصیت بتائی، یہ اسقف بھی پہلے دونون اسقفون کی طرح بڑا عابد و زاہد تھا،
سلمانؓ یہان مقیم ہوکر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اسکی صحبت
سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آخر ہو گیا، حضرت سلمانؓ نے گذشتہ اسقفون کی طرح
اس سے بھی آئندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ مین گوہرِ مقصود کا پتہ بتایا،

عموریہ کا سفر

چنانچہ اس کی موت کے بعد انھون نے عموریہ کا سفر کیا، اور وہان کے اسقف
سے مل کر پیام سنایا، اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ بکریان خرید لین، ان سے مادی غذا
حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب
اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمانؓ نے اس کو اپنی پوری سرگذشت سنائی کہ
اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہین، اسلیے
میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا بیٹا! مین تمھارے لیے کیا سامان کرون، آج دنیا
مین کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دون، البتہ اب اس نبیؐ کے
ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھکر دین ابراہیم کو زندہ کریگا، اور کھجورون والی

زمین کی طرف ہجرت کرے گا، اس کی علامات یہ ہین کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، اور صدقہ اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونون شانون کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا،

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر

اس اسقف کے مرنے کے بعد سلمانؓ عرصہ تک عموریہ مین رہے، کچھ دنون بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، سلمانؓ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہونچا دو تو مین اپنی گائین اور بکریان تمھاری نذر کر دون گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبانِ حال سے یہ شعر

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک تیز رو کیساتھ ... پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے،

غلامی

لیکن ان عربون نے وادی القری مین پہونچ کر دھوکا دیا، اور انکو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا مگر یہان کھجور کے درخت نظر آئے، جس سے تو اس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو، جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آقا کا چچازاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان کو اس کے ہاتھ بیچ دیا،

غلامی اور مدینہ کا سفر

وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی سہتے ہوئے مدینہ پہونچے، ہاتفِ غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہین ہے،

اسی سے ہوگی تیرے غلکدہ کی آبادی ... تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اُس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک پہونچانے کا ذریعہ بنجائے ہزارون آزادیان قربان ہیں، جون جون محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی،

اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاہد مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا
اور دیدار جمال کی آرزو مین یہان دن کاٹنے لگے،
اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پرتو افگن ہو چکا تھا لیکن جور و ستم کے بادلون مین
چھپا تھا، سلمانؓ کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر
انتظار کرتے کرتے وہ یوم مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا،
حرمان نصیب سلمانؓ کی شب ہجر تمام ہوئی، اور صبح امید کا اجالا پھیلا یعنی سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، سلمانؓ کھجور کے درخت پر چڑھے کچھ
درست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے آکر کہا، خدا بنی قیلہ
کو غارت کرے، سب کے سب قبا مین ایک شخص کے پاس جمع ہین جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ
اس کو نبی سمجھتے ہین، سلمانؓ کے کانون تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر
و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن مین سنسناہٹ پیدا ہو گئی، اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر
سے فرشِ زمین پر آجائین، اسی مدہوشی مین جلد از جلد درخت سے نیچے اترے، اور بدحواسی
مین بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسہ مار کر ڈانٹا کہ تم کو
اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمانؓ خاموش ہو گئے،

اسلام | لیکن اب صبر کسے تھا، کھانے کی چیزین پاس تھین، ان کو لے کر دربار رسالت
مین حاضر ہوئے، اور عرض کیا، مین نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہین اور کچھ
غریب الدیار اور اہلِ حاجت آپ کے ساتھ ہین، میرے پاس یہ چیزین صدقہ کے لیے رکھی
تھین، آپ لوگون سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکتا ہے، اس کو قبول فرمائیے، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگون کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طریقہ

سے سلمانؓ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ نہین قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزین نہین نوش فرائی تھین، آج یہ ہدیہ قبول فرمایئے، آپؐ نے قبول کیا، خود بھی نوش فرمایا اور دوسرون کو بھی دیا، اسی طریقہ سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ، سلمانؓ نے سامنے آکر ساری سرگذشت سنائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دلچسپ داستان اتنی پسند آئی کہ اپنے تمام اصحاب کو سنوائی،

اسلام حضرت سلمانؓ اتنے مرحلون کے بعد دینِ حق سے ہم آغوش ہوئے، اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر آقا کے گھر واپس آئے،

آزادی غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائضِ مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، جس کی بنا پر غزوۂ بدر و اُحد مین شریک نہ ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آقا کو معاوضہ دیکر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درختون اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانون سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین ۳۰۰ سو درخت ان کو مل گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے انھون نے ان کو بٹھایا، اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کر دی، سونے کی ادائیگی کا سامان خدا نے اس طرح کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ مین مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا، آپؐ نے سلمانؓ کو دیدیا، یہ وزن مین ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس سے گلو خلاصی حاصل کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنے لگے،[1]

---

[1] قبل از اسلام سے آزادی تک کے کل حالات مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ تا ۴۴۴ کی مختلف روایات سے ماخوذ ہین، اور انکو مرتب طریقہ سے لکھدیا گیا ہے،

مواخاۃ | غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانون کے ساتھ رہنے لگے، اس وقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی مہاجرین کی طرح ان سے اور ابو درداؓ سے مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات | بدر و اُحد کی لڑائیان ان کی غلامی کے زمانہ مین ختم ہو چکی تھین، آزادی کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا، اس مین انھون نے اپنے حسن تدبیر سے پہلی دونون لڑائیون کی عدم شرکت کی تلافی کردی، غزوۂ خندق مین تمام عرب کا ٹڈی دل اس ارادہ سے امنڈ آیا تھا کہ مسلمانون کا کامل استیصال کردے، اور حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کی کسی سمت نہ قلعہ تھا، نہ فصیل تھی، مقابلہ بڑا سخت تھا، ایک طرف قبائلِ عرب کا عظیم الشان متحدہ لشکر تھا، دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانون سے مشورہ کیا، سلمانؓ فارسی چونکہ ایران کی صف آرائیان دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے، انھون نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان مین مقابلہ کرنا مناسب نہین ہے، مدینہ کے چارون طرف خندقین کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہیے، یہ تدبیر مسلمانون کو بہت پسند آئی[2]، اور اُسی پر عمل کیا گیا، خندق کی کھدائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے، اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان پر جاری تھے[3]، ذیقعدہ ۵ھ مین طرفین مین جنگ شروع ہوئی، عربون کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ اس ارادے سے آئے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادین گے، مگر یہان آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ مین خندق کی فصیل حائل ہے، ۲۱، ۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ قائم رہا، مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا، اور آخر کار ناکام لوٹ گئے،

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۹۰۵ [2] ابن سعد جزء ۲ قسم اص ۴۷ [3] بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خندق،

خندق کے علاوہ حضرت سلمانؓ تمام لڑائیون مین شریک رہے[1]، اور غزوۂ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہین ہوا جس مین شریک ہوکر داد شجاعت نہ دی ہو۔[2]

عہد صدیقی اور عراق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرصہ تک حضرت سلمانؓ مدینہ مین رہے، اور غالباً عہد صدیقی کے آخر یا عہد فاروقی کی ابتدا مین انھون نے عراق کی اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداءؓ نے شام کی سکونت اختیار کرلی، یہان اقامت کے بعد ابو درداءؓ کو خدا نے مال و اولاد سے بہت نوازا، انھون نے سلمانؓ کو خط لکھا کہ "تم سے چھٹنے کے بعد خدا نے مجھ کو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور ارض مقدس کی سکونت کا شرف حاصل ہوا"، انھون نے جواب دیا کہ "یاد رکھو مال و اولاد کی کثرت مین کوئی بھلائی نہین ہے، بھلائی اس مین ہے کہ تمھارا علم زیادہ ہو اور تمھارا علم تم کو نفع پہنچائے، محض ارض مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہین پہنچا سکتا جبتک تمھارا عمل اس قابل نہ ہو، اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو"۔[3]

عہد فاروقی سلمانؓ ایران کی فوجکشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور چونکہ خود ایرانی تھے، اس لیے فتوحات مین بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت حملے سے پیشتر محصورین کو سمجھا دیا کہ مین بھی تمھارا ہم قوم تھا، لیکن خدا نے مجھ کو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربون کی اطاعت گذاری سے کسی طرح نہین بچ سکتے، مین تم کو سمجھائے دیتا ہون کہ اگر تم لوگ اسلام لاکر ہجرت کرکے ہم مین مل جاؤ تو تم کو اہل عرب کے حقوق دیے جائین گے، اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری کیا جائے گا، اور اگر اسلام نہین قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیون کے حقوق تم کو ملین گے، اور

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۴ [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۰ [3] ایضاً ص ۳۳۱

ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیا، اور مسلمانوں نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کر لیا،[1]

فتح جلولا میں بھی شریک تھے، اور وہاں مشک کی ایک تھیلی ہاتھ آئی تھی، جو وفات کے وقت کام میں لائے،[2]

گورنری حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے، اس کی تفصیل آئندہ عادات و اخلاق کے تذکرہ میں آئے گی،

حضرت سلمانؓ مقربین بارگاہِ نبوی میں تھے، اس لیے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ سلمانؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، اس وقت وہ ایک گدّے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سلمانؓ کو دیکھکر گدّا ان کی طرف بڑھا دیا،[3]

علالت حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاصؓ عیادت کو گئے، سلمانؓ رونے لگے، سعدؓ نے کہا، ابو عبد اللہ رونے کا کونسا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش دنیا سے گئے، تم ان سے حوض کوثر پر ملوگے، بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی، لیکن خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ نے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں، سعدؓ کہتے ہیں کہ کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد نے خواہش کی کہ مجھکو کوئی نصیحت کیجیے، فرمایا کہ کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت، تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو،[4] اسی بیماری کے دوران میں اور احباب نے بھی نصیحت و وصیت

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ [2] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۶۶ [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۹ [4] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۵

کی خواہش کی. فرمایا، تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے، اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے"[1]

وقت آخر ہوا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی، اور اپنے ہاتھ سے پانی گھولکر اپنے چاروں طرف چھڑکوایا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، جب لوگ تھوڑی دیر کے بعد گئے تو دیکھا کہ مرغِ روح قفسِ خاکی سے چھوٹ کر شاخِ طوبیٰ پر پہنچ چکا تھا،[2]

فضل وکمال حضرت سلمانؓ کے وقت کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گذرتا تھا، اس لیے آپ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علیؓ سے آپکے مبلغِ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، اور وہ ایسا دریا تھے جو پایابی سے ناآشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے"[3] علم اول سے مراد کتبِ سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے، اور اہل بیت میں اس طرح ان کا شمار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربتِ اختصاص کی بنا پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا، ان کو اعزازاً اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا تھا،

حضرت معاذ بن جبلؓ جو خود بہت بڑے عالم اور صاحبِ کمال صحابی تھے، ان کے کمالِ علم کے معترف تھے. چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمی سے علم حاصل کرنا، ان چاروں میں ایک سلمان کا نام بھی تھا[4] ایک موقع پر خود زبان نبوت نے ان کے علم و فضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ "سلمانؓ علم سے لبریز ہیں"[5] صاحبِ اسد الغابہ

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۴ ص ۶۵ [2] ایضاً ص ۶۶ [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۳ [4] ابن سعد جزو ۲ قسم ۲ ص ۱۶ [5] ایضاً

لکھتے ہین کہ سلمانؓ فضلاے صحابہ مین تھے،[۱] آپ کی کوششون سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان مین سے تین حدیثین متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ ایک مین مسلم اور تین مین بخاری منفرد ہین،[۲]

ابو سعید خدریؓ، ابو الطفیلؓ، ابن عباسؓ، اوس بن مالک اور ابن عجزہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ مین ہین،[۳]

گو حضرت سلمانؓ کا علم بہت وسیع تھا، تاہم حدیث بیان کرنے مین بہت محتاط تھے، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے متجاوز نہ ہوسکی، حضرت حذیفہؓ مدائن مین لوگون سے بعض ایسی باتین بیان کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت مین کسی کے متعلق فرمائی تھین، لوگ ان کی تصدیق کے لیے حضرت سلمانؓ کے پاس آئے، آپنے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہؓ زیادہ بہتر جانتے ہین، لوگون نے حضرت حذیفہؓ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمانؓ کو سنائی، وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہین، اور نہ تردید، حضرت ابو حذیفہؓ نے سلمانؓ سے کہا کہ جو کچھ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس کی تصدیق کیون نہین کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو کچھ غصہ مین کہدیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہوکر کچھ فرمادیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم ان باتون کو بیان کرکے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بناوگے، کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا! غصہ کی حالت مین اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو اس کے حق مین خیر کردینا، پھر ان سے کہا، تم اس قسم کی باتون سے باز آؤ نہین تو مین عمرؓ کو آگاہ کردونگا،[۴]

ص ۱۶۹

۱ اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۲ ۲ تہذیب الکمال ص ۱۴۲ ۳ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۳۸ ۴ ابوداؤد جلد ۲

چونکہ وہ اسلام سے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ "سلمانؓ دو کتابون کا علم رکھتے ہین، کلام اللہ اور انجیل" مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریون کی زبانی نہین سنے تھے، بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مین نے توراۃ مین دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے،[۱]

عام حالات، تقرب بارگاہ نبویؐ حضرت سلمانؓ صحابۂ کرامؓ کے اس خاص زمرہ مین تھے جنکو بارگاہِ نبویؐ مین مخصوص تقرب حاصل تھا، چنانچہ صحابۂ کرامؓ کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہِ نبوت کی پذیرائی مین حضرت سلمانؓ کی ہمسری کر سکتے ہون، غزوۂ خندق کے موقع پر جب مہاجرین والصار علٰحدہ علٰحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے زمرہ مین ہین، انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت مین ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمانؓ ہمارے اہل بیت مین ہین،[۲] ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہین کہ سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلعم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگون کو (ازواج) خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہین ہمارے حصون کی رات بھی اس نشست مین نہ گذر جائے، انس بن مالکؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "جنت تین آدمیون کی مشتاق ہے، علی، عمار اور سلمان کی"[۳] آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارہ مین رنجیدہ ہوگئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان چند آدمیون کے ساتھ حضرت صہیبؓ، بلالؓ، اور سلمانؓ کے پاس سے گذرے، ان تینون بزرگون نے کہا کہ خدا کی کچھ

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸ [۳] جامع ترمذی مناقب سلمان

تلوار خدا کے دشمن (ابوسفیان) کی گردن پر نہین پڑی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کی شان مین ایسا کلمہ زبان سے نکالتے ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگون کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگون کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکرؓ بہت نادم ہوئے، اور آکر ان بزرگون سے معذرت کی،[1]

اخلاق وعادات | حضرت سلمان فارسیؓ مین مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی جس طرح آتش پرستی کے زمانہ مین سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ مین عابد وزاہد نصرانی تھے، اسی طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل وکمال کا میدان یہی ہے،

زہد وتقویٰ | ان کا زہد وورع اس حد تک پہنچ گیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنی مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہین بنایا، جہان کہین دیوار یا درخت کا سایہ ملجاتا، پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ مین آپ کے لیے مکان بنا دون، فرمایا، مجھکو اسکی حاجت نہین، وہ پیہم اصرار کرتا تھا، یہ برابر انکار کرتے جاتے تھے، آخر مین اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤن گا، فرمایا وہ کیا، عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہون تو سر چھت سے مل جائے اور اگر لیٹین تو پیر دیوار سے لگین، فرمایا خیر اس مین کوئی مضائقہ نہین، چنانچہ اس نے ایک چھونپڑی بنا دی،[2]

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ مین نمایان تھا، مزخرفات دنیا کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر مین معمولی سا بچھونا، اور دو اینٹین تھین جنکا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آنحضرت

---

[1] مسلم ج ۲ ص ۳۶۲ مصر [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۲، حیدر آباد

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔
اور میرا یہ حال ہے،[1] یہ حالت زندگی کے ہر دور میں قائم رہی، جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے،
اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہیں کہ سلمانؓ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے، اور
تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی ان کے پاس صرف ایک عبا تھی، جسمیں
لکڑیاں جمع کرتے تھے، اور اس کا آدھا حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے،[2]

رہبانیت سے اجتناب

مگر اسلام کی تعلیمات کے خلاف ان کی زندگی راہبانہ نہ تھی، مذہبی
تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسرون کو بھی اس کی تلقین
کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابو درداؓ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، رات بھر
نماز پڑھتے، اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، ساری ساری رات عبادت مین گذار دیتے، حضرت
سلمانؓ ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابو درداؓ کی بیوی کو بہت
خراب حالت مین دیکھا، پوچھا تم نے کیا صورت بنا رکھی ہے؟ انھون نے کہا کس کے لیے
بناؤ سنگار کرون، تمھارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہین رہی، حضرت ابو درداؓ جب
گھر آئے تو ملنے ملانے کے بعد کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ مین روزہ سے ہون، فرمایا
جب تک تم نہ کھاؤگے مین بھی نہ کھاؤن گا، پھر رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی
لیٹے اور ان کو دیکھتے رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمھارے
رب، تمھاری آنکھ اور تمھاری بیوی سب کا حق ہے، روزون کے ساتھ افطار اور
شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے، اس کے بعد دونون نے یہ معاملہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے ابو درداؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "سلمانؓ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۳۸ و ۴۳۹ [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۶۲

تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہیں۔[1]

سادگی حضرت سلمانؓ کی تصویرِ حیات میں سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ شان و شوکت اور خدم و حشم کے تمام لوازم ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا، لباس میں ایک عبا اور ایک اونچا پاجامہ ہوتا تھا، ایرانی اس ہیئت کو دیکھکر "گرگ آمد، گرگ آمد" کہتے، ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس شان سے نکلے کہ سواری میں بلا زین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں لڑکے اس ہیئت کذائی میں دیکھکر پیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ طوفانِ بے تمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان و شوکت کا کیا ذکر، یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھکر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں۔[2]

ابو قلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہاں گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا خادم کہاں ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھکو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دو دو کاموں کا بار اس پر ڈالوں۔[3]

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر مزدور کا دھوکا ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، ان سے کہا، اس کو گھر تک پہنچا دو، وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم پہنچا دیں، یہ حال دیکھکر عبسی نے پوچھا، یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۲، ۵۷ [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۶۲ و ۶۳ [3] ایضاً ص ۶۲

سنکر بہت نادم ہوا، اور کہا: آپ تکلیف نہ کیجیے، لیکن انھون نے فرمایا "اس مین مجھے نیت کا ثواب مقصود ہے اب مین اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہین رکھ سکتا[۱]،

فیاضی | فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایان وصف تھا، آپ کو جس قدر وظیفہ ملتا تھا اس کو کل مستحقین مین تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بُن کر معاش پیدا کرتے تھے، اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچون پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدردان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے[۲]،

صدقات سے اجتناب | صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز مین صدقہ کا ادنی شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجئے، فرمایا تمھارے پاس کچھ ہے، کہا مین لوگون سے مانگ کر ادا کر دون گا، فرمایا تم مجھکو لوگون کے ہاتھ کا دھوون کھلانا چاہتے ہو[۳]، (حالانکہ اس کا مانگا ان کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا)

حلیہ | بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے،

حضرت اسامہ بن زید رضی

نام ونسب | اسامہ نام، ابو محمد کنیت، حب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی محبوب رسول لقب، والد کا نام زید تھا، اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبدالعزی بن زید ابن امراؤالقیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی،

پیدائش، اسلام اور ہجرت | ۷ سنہ بعثت مین مکہ مین پیدا ہوئے، ان کے والد زید آنحضرت

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۶۳ و ۶۴ [۲] ایضاً ص ۶۴ [۳] ایضاً ص ۶۴

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے، اور ان کی ماں برکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کھلائی تھیں، اس لیے ان کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا شرف ورثہ مین ملا تھا، انھون نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ مین پرورش پائی تھی، اس لیے ان کی زندگی کا کوئی حصہ کفر وشرک کی آلودگیون سے ملوث نہ ہوا، ہجرت کا شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل کیا۔[۱]

غزوات ہجرت عظمی کے بعد مغازی اور سرایا کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن ابتدائی لڑائیون مین کمسنی کے باعث شریک نہ ہو سکے، سریہ حرقہ سے میدان جنگ مین آنے کی ابتدا معلوم ہوتی ہے،[۲] صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابون اس سر کا نام سریۂ حرقات لکھا ہے، اہل سیر کہتے ہین کہ یہ وہی سریہ ہے جس کے امیر غالب لیثی تھے، اور جو ۷ھ مین واقع ہوا تھا، لیکن حاکم نے اکلیل مین لکھا ہے کہ یہ دوسرا سریہ تھا، جو ۸ھ مین ہوا، ان دونون سریون کے الگ الگ ہونے کی اس امر سے بھی شہادت ملتی ہے کہ سریہ غالب کے امیر حضرت غالبؓ تھے، اور اس سریہ حرقہ مین امارت وقیادت خود حضرت اسامہؓ کے ہاتھ مین معلوم ہوتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے اشارۃً ظاہر ہوتا ہے، اور حاکم نے اکلیل مین اسکی تصریح کی ہے۔[۳] یہ سریہ ۷ھ یا ۸ھ کا واقعہ ہے، اس وقت ان کی عمر زیادہ سے زیادہ ۱۴، ۱۵ سال کی تھی، مگر ان کی فطری استعداد وصلاحیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سریہ کی سرداری کا شرف حاصل کیا، مگر ناآزمودہ کار تھے، اس لیے بعض فاش غلطیان ہو گئین، جنکو وہ خود اپنی زبان سے بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو حرقہ کی طرف بھیجا تھا، صبح کو دشمنون سے مقابلہ ہوا، دشمن ہزیمت کھا کر بھاگے، مین نے اور ایک

[۱] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۴۲ [۲] گو اسکی تصریح نہین ملتی لیکن قیاس یہی چاہتا ہے [۳] مزید تفصیل کیلئے دیکھو زرقانی ج ۲ ص ۲۸۸ و ۲۸۹

انصاری نے ایک شخص کا تعاقب کیا جب وہ زد میں آگیا تو لا الٰہ الا اللہ پکار اٹھا، اس کے اس اعلان پر انصاری نے ہاتھ روک لیا، مگر مین نے نیزون سے کام تمام کر دیا، واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ معلوم تو فرمایا کہ اسامہ! تم نے ایک شخص کو کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا! مین نے عرض کیا، اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کیا تھا، آپنے یہ عذر ناقابل قبول سمجھا، اور بار بار اس جملہ کو دہراتے رہے، یہانتک کہ مجھکو اتنی ندامت ہوئی کہ دل مین کہنے لگا "کاش آج کے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا"[1]

دوسری روایت مین یہ الفاظ ہین کہ "اے اسامہ! تم نے اس کا دل چیر کر کیون نہ دیکھا" یعنی ظاہری اسلام کے لیے زبان کا اقرار کافی ہے، اس سریہ کے متعلق[2] ایک ایمانی کی روایت ہے کہ یہ اسامہ کے میدان جنگ مین قدم رکھنے کا پہلا موقع تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کے قبل کسی غزوہ مین نہین شریک ہوئے اور اسی سے ان کی جنگ آزمائی کی ابتدا ہوئی،

فتح مکہ فتح مکہ اسلام کی فتح وشکست کا آخری معرکہ تھا، اسامہ اس مین شریک تھے، اور فتح مکہ کے بعد بیت اللہ مین اس شان سے داخل ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے ساتھ سوار تھے، اور حضرت بلال و عثمانؓ بن طلحہ جلو مین تھے، خانہ کعبہ کھلنے کے بعد چارون آدمی ساتھ داخل ہوئے، ان کے داخلہ کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا،[3]

امارت سریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زائد سریے اسامہؓ کی سرکردگی مین بھیجے، ان مین سب سے اہم وہ سریہ تھا جس مین ان کو اجلۂ صحابہ پر شرف امارت عطا ہوا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی شاہ بصریٰ کے دربار سے

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب بعثت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید [2] صحیح مسلم کتاب الایمان
[3] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فتح مکہ

سفارت کی خدمت انجام دیکر واپس آرہے تھے کہ مقام موتہ مین شرحبیل بن عمرو غسانی نے ان کو
شہید کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انتقام مین حضرت زید کی زیر قیادت ایک سریہ
روانہ کیا، لیکن یہ بھی شہید ہوئے، اور ان کے ساتھ اکابر صحابہ مین حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت
عبد اللہ بن رواحہؓ نے بھی جام شہادت پیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگون کی شہادت
کا بڑا قلق ہوا، چنانچہ اپنی وفات کے کچھ دنون پہلے ان شہدا کے انتقام کے لیے ایک اور
سریہ روانہ کیا، اور چونکہ حضرت اسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ شہید ہوئے تھے، اس لیے اس
سریہ کا امیر اسامہؓ کو بنایا، اس مین ان کی دلدہی بھی مدنظر تھی، اور والد کی شہادت کی وجہ سے
انتقام کا جو جذبہ ان مین ہو سکتا تھا وہ دوسرے مین ممکن نہ تھا،

چنانچہ صفر ۱۱ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ کی تیاری کا حکم دیا، اور اسامہؓ
کو بلا کر اس کے متعلق ضروری ہدایات فرمائین، لیکن ابھی یہ سریہ روانہ نہ ہوا تھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی علامات شروع ہو گئین، مگر آپ پر حضرت زیدؓ اور جعفرؓ کی شہادت
کا اتنا اثر تھا کہ اس کی روانگی ملتوی نہ فرمائی، اور اسی بیماری کی حالت مین اپنے دستِ مبارک
سے علم مرحمت فرمایا، اور سریہ روانہ ہو گیا، پہلی منزل مقام جرف مین کی۔ اس سریہ مین حضرت
عمر، ابو عبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور قتادہ بن نعمان رضوان اللہ
علیہم اجمعین جیسے کبار صحابہ سب اسامہؓ کی ماتحتی مین تھے، بعض لوگون کو یہ ناگوار ہوا اور انھون
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو مہاجرین اولین پر امیر بنایا ہے، آپ کو
اس کی خبر ہوئی تو اس سے بہت تکلیف پہنچی، اور اسی بیماری کی حالت مین سر مین پٹی باندھے
ہوئے نکلے اور منبر پر چڑھ کر ایک مختصر تقریر فرمائی کہ اسامہ بن زید کو امیر بنانے مین بعض لوگون

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فتح مکہ،

نے جونکتہ چینیاں کی ہین اس کی اطلاع مجھکو ملی، اسامہ کی امارت پر یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے تم لوگ اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم وہ افسری کا سزاوار تھا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا افسری کا سزاوار ہے، وہ مجھکو بہت محبوب تھا اور یہ بھی ہر حسن ظن کے لائق ہے، اس لیے تم لوگ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آیا کرو کہ وہ تمھارے بہتر لوگون مین سے ہے، اس تقریر کے بعد آپ کاشانۂ اقدس مین تشریف لے گئے،

اس سریہ کی پہلی منزل گاہ جرف مدینہ کے قریب ہی تھی، اس لیے جانے والون کا سلسلہ برابر جاری تھا، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے تھے اور رخصت ہوکر جاتے تھے، اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیمار چھوڑکر گئے تھے، اس لیے وہ بھی دیکھنے آجاتے تھے، اتوار کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض زیادہ بڑھ گیا، اسامہؓ منزل گاہ سے مزاج پرسی کے لیے آئے، اس وقت آپ پر غفلت طاری تھی، اسامہؓ نے آکر بوسہ دیا، آپ بالکل خاموش تھے، تاہم اسامہؓ کی دعا کے لیے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے، اور اسامہؓ پر رکھتے تھے، اسامہؓ دیکھکر واپس گئے، اور دوسرے دن صبح کو پھر دیکھنے آئے، اس دن افاقہ تھا، آپ نے اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا، چنانچہ انھون نے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا، لیکن قبل اس کے کہ اسامہؓ جرف سے روانہ ہون، ان کی ماں ام ایمن کا آدمی ملا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آخر ہے، فوراً مدینہ چلے آؤ" چنانچہ اسامہؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ اسی وقت مدینہ پہنچے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی کو چھوڑ رہے تھے، آپ کی وفات کے بعد پوری فوج جرف سے مدینہ آگئی، اور یہ مہم اس وقت ملتوی ہوگئی، اور اسامہؓ بن زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوگئے، اور جسم مبارک کو قبر انور مین اتارنے کا شرف بھی حاصل ہوا،[1]

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۶ و ۱۳۷، جسم مطہر کو قبر مین اتارنے کا واقعہ طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۷۶ مین ہے، مختصراً اس سریہ کا ذکر بخاری کتاب المغازی باب غزوہ زید بن حارثہ باب بعثت النبی صلعم اسامہ بن زید مین بھی ہے۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک برابر اسامہ کو روانگی کی تاکید فرماتے رہے تھے،[1] اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھتے ہی اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا، اور یہ بیدہ بن حصیب علم لیکر جرف پہنچ گئے، لیکن اسی درمیان میں ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ فی الحال اس مہم کو روک دیجئے،[2] خود حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو سکون کی حالت میں بھیجا تھا، اور اب حالات دوسرے ہیں، اس لیے فی الحال یہ مہم ملتوی کر دیجیے، لیکن آپ نے جواب دیا کہ خواہ مجھکو پرندے نوچ کھائیں، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کیے بغیر نہیں رہ سکتا،[3] بہرحال آپ اس مہم کو روکنے پر آمادہ نہ ہوئے اور فوج کو روانگی کا حکم دیدیا۔

پہلی مرتبہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فہمایش سے لوگوں نے اسامہ کی امارت منظور کرلی تھی، لیکن دل سے سب ناپسند کرتے تھے، اس لیے دوبارہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اسامہ کو روانگی کا حکم دیا تو انصار کی جماعت نے آپکے پاس حضرت عمرؓ کو بھیجا کہ اسامہؓ کے بجائے کسی سن اور معمر شخص کو امارت کا عہدہ دیا جائے، یہ پیام سنکر آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا، ابن خطاب! جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا ہے تم مجھ سے اس کے معزول کرنے کی خواہش کرتے ہو! اور بلا کسی قسم کی تبدیلی کے بعینہ وہی فوج روانہ کی اور تھوڑی دور خود پیادہ پا رخصت کرنے کے لیے گئے، اسامہؓ نے عرض کیا یا خلیفۂ رسول اللہ! آپ سوار ہوکر چلیں، ورنہ ہم لوگ سواریوں سے اتر پڑیں گے، فرمایا نہ مجھکو سوار ہونے کی ضرورت ہے نہ تم کو اترنے کی، میرے پیروں کو خدا کی راہ میں غبار آلود ہونے دو،[3] غرض حضرت ابوبکرؓ نے اس شان سے جیش اسامہؓ کو رخصت کیا، اور اسامہؓ نے منزل مقصود پہنچکر دشمنوں سے نہایت

[1] تاریخ الخلفا سیوطی ص ۷۱، [2] ایضاً [3] طبری ص ۱۸۴۹ و ۱۸۵۰

کامیاب مقابلہ کیا، اور اپنے والد بزرگوار کے قاتل کو واصل جہنم کیا، اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین فتح کا مژدہ بھیجا، آپ اس فتح سے اس قدر مسرور ہوئے کہ اسامہؓ کی واپسی پر مہاجرین و انصار کو لیکر مدینہ سے باہر ان کے استقبال کو نکلے، اسامہ نہایت شاندار طریقہ سے مدینہ مین داخل ہوئے آگے آگے بریدہ بن حصیب پرچم لہرا رہے تھے، اور اس کے پیچھے اسامہؓ اپنے والد کے سبحہ نامی گھوڑے پر سوار تھے، مدینہ آتے ہی انھون نے مسجد مین دو رکعت نماز پڑھی اور نماز پڑھکر گھر گئے[1]۔

عہد فاروقی

حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے، اس لیے آپ کے جانشین بھی ان کا بہت لحاظ رکھتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ہمیشہ ان کا خیال رکھا، چنانچہ جب آپ نے تمام صحابہؓ کے وظائف مقرر کیے تو اپنے صاحبزادہ عبداللہ کا ڈھائی ہزار اور اسامہؓ کا تین ہزار مقرر کیا، عبداللہ نے عرض کی اس تفریق کا کیا سبب ہے، جب کہ مین تمام غزوات مین اسامہؓ کے دوش بدوش رہا، اور آپ ان کے والد زید سے کبھی پیچھے نہ رہے، فرمایا یہ سچ ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تم سے اور ان کے والد کو تمھارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

عہد عثمانی

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین فتنہ و فساد کے خیال سے ملکی معاملات مین علانیہ کوئی حصہ نہین لیا، لیکن ایک خیر خواہ مسلمان کی حیثیت سے قیام نظم اور انسداد مفاسد پر حضرت عثمانؓ سے خفیہ طور پر گفتگو کرتے تھے، لوگون نے خواہش ظاہر کی کہ آپ حضرت عثمانؓ سے فتنون کے فرو کرنے کے متعلق گفتگو کیجئے، جواب دیا، تم لوگ علانیہ مجھکو درمیان مین ڈالنا چاہتے ہو، اور مین ان سے خفیہ گفتگو کرتا ہون کہ مبادا میری علانیہ گفتگو سے نیا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو اور

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۶،

اس کی ساری ذمہ داری مجھ پہ عائد ہو جائے،[1]

عہد معاویہؓ وعلیؓ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب زیادہ شورش بڑھی تو اسامہ بالکل علیحدہ[2] ہو گئے، حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی معرکہ آرائیون مین بالکل کنارہ کش رہے، اور حضرت علیؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ شیر کی داڑھ مین گھستے تو مین بھی بخوشی گھس جاتا، لیکن اس معاملہ مین حصہ لینا پسند نہین کرتا،[3] گو وہ مسلمانون کی خونریزی کے خوف سے ان لڑائیون مین غیر جانبدار تھے، تاہم حضرت علیؓ کو حق پہ جانتے تھے، اور آخر دم تک اس غیر جانبداری پہ کف افسوس ملتے تھے،[4] ابراہیم کی روایت ہے کہ اسامہؓ حضرت علیؓ کی امداد نہ کرنے پہ اس درجہ نادم رہے کہ آخر مین توبہ کی،

وفات

امیر معاویہؓ کے آخر زمانہ امارت ۵۴ھ مین مدینہ مین وفات پائی،[5] اس وقت ساٹھ[6] سال کی عمر تھی،

اہل وعیال

اسامہؓ نے متعدد شادیان کین، اور کثرت سے اولادین ہوئین، پہلی شادی ۱۴ سال کی عمر مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت حنظلہ کے ساتھ کر دی تھی، مگر اسامہؓ نے ان کو طلاق دیدی، دوسری شادی نعیم بن عبد اللہ النحام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما سے اپنے یہان کر دی، ان کے بطن سے ابراہیم بن اسامہؓ تھے، اس کے علاوہ خود اسامہ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، ان سے حسب ذیل اولادین ہوئین:-

نام بیوی	نام اولاد
ہند بنت فاکہہ	
درہ بنت عدی	محمد، ہندہ

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۶۴ [2] اصابہ ج ۱ ص ۲۹ [3] بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۳ [4] استیعاب ج ۱ ص ۲۹ [5] ایضاً

نام بیوی	نام اولاد
فاطمہ بنت قیس ام حکم بنت عتبہ بنت ابی ہمدان سہمی برزہ بنت ربعی .	جبیر، زید، عائشہ . . . حسن، حسین

ذریعۂ معاش دربار خلافت سے ۳ ہزار وظیفہ ملتا تھا، اس کے علاوہ وادی القری میں کچھ جائداد بھی جس کے انتظام کے لیے اکثر جایا کرتے تھے[۵]،

فضائل اخلاق بہت سے فضائل بیشتر صحابہؓ میں مشترک ہیں، لیکن اکابر صحابہ میں منفرد طور پر بعض مخصوص فضائل ایسے ہیں جو ان کی خصوصیات شمار کیے جاتے ہیں، مثلاً ابن عمرؓ اور اور ابوذر غفاری کی اکثر صفات میں اشتراک ہے لیکن عبد اللہ بن عمرؓ کا علم و فضل اور ابوذر غفاریؓ کا زہد و تقویٰ، ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتا تھا، اور یہی صفات انکی زندگی کے روشن ابواب کہے جا سکتے ہیں، اسی طرح اسامہ بن زیدؓ کی بارگاہ نبوت میں پذیرائی اور ان کی محبوبیت ان کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا، جو بلا استثنا کسی صحابی کو حاصل نہ تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار فرمایا ہے، اور اسامہؓ کے ساتھ آپ کا طرز عمل بھی اس کا شاہد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلقین میں حضرت حسنینؓ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی، لیکن اسامہؓ بن زید وہ شخص ہیں جو اس محبت میں بھی شریک سہیم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک زانو پہ اسامہؓ کو بٹھاتے اور ایک پر حسنؓ کو

[۵] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۵۰

اور دونون کو ملا کر فرماتے کہ خدایا میں ان دونون پر رحم کرتا ہون اس لیے تو بھی رحم فرما[1]

دوسری روایت میں ہے کہ میں ان دونون سے محبت کرتا ہون، اس لیے تو بھی محبت فرما[2]

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسامہؓ مجھ کو سب لوگون میں محبوب تر ہے[3]

ایک موقع پر آپنے فرمایا کہ اس کا باپ مجھکو سب سے زیادہ محبوب تھا، اب یہ سب سے عزیز ہے[4]

ایک مرتبہ اسامہؓ چوکھٹ پر گر پڑے، اور پیشانی پر زخم آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کا خون صاف کر دو، آپ کو کراہت معلوم ہوئی تو خود اٹھ کر صاف کر کے لعاب دہن لگایا[5]

کبھی کبھی وفور محبت میں مزاح بھی فرماتے تھے، ایک مرتبہ اسامہؓ کاشانۂ نبوی صلعم میں بیٹھے تھے، حضرت عائشہؓ بھی تشریف فرماتھین، آپ اسامہؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اگر یہ بیٹی ہوتے تو مین ان کو خوب زیور پہناتا اور بناؤ سنگار کرتا، تاکہ ان کا چرچا ہوتا اور ہر جگہ سے پیام آتے[6]

بارگاہ نبوت میں اسامہؓ کے رسوخ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب کوئی ایسی سفارش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی ہوتی، جس میں ام المومنین حضرت عائشہؓ تک جھجکتین تو وہ اسامہؓ کے سپرد کی جاتی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، لوگون نے کہا اس کے بارے میں کون شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش پر آمادہ ہوتا ہے، اسامہؓ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۵ [2] بخاری ج ۲ کتاب المناقب اسامہ بن زیدؓ [3] مستدرک ج ۳ ص ۵۹۶ [4] بخاری کتاب المغازی باب بعث اسامہؓ [5] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۴۳،

[6] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۴۳

کے علاوہ کسی کی ہمت نہ پڑی، انھون نے جاکر آپ سے گفتگو کی، لیکن حدود اللہ کا معاملہ تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سنی، بلکہ آپ کو ناگوار ہوا، اور فرمایا اگر بنی اسرائیل مین کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے، اور اگر معمولی آدمی اس کا مرتکب ہوتا تھا تو اس کا ہاتھ کاٹتے تھے، خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو مین اس کا بھی ہاتھ کاٹتا[1]

اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز اور معتمد علیہ تھے، اور ان کی حیثیت اہل بیت مین ممبر خاندان کی تھی، آپ اہم سے اہم اور نازک سے نازک خانگی امور تک مین بھی ان سے مشورہ لیتے تھے، افک جیسے نازک اور اہم معاملہ مین جس مین منافقین نے ناموس نبوت پر حرف لانا چاہا تھا، اور جس کی صفائی خود زبانِ وحی والہام نے دی، اسامہؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ شریک مشورہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جب افک والون نے اتہام لگایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور اسامہؓ بن زید کو اپنی اہلِ خانہ کی علیحدگی کے بارہ مین مشورہ کیا اور ان سے حالات دریافت کیے[2]

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسامہؓ کو محبوب رکھتے تھے، اس لیے صحابہ کرام بھی انکو بہت مانتے تھے، حضرت عمرؓ کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، صحابہ کرامؓ نہ صرف اسامہؓ بلکہ ان کی اولاد تک کا احترام کرتے تھے، ایک دن ابن عمرؓ نے ایک شخص کو مسجد کے گوشہ مین دیکھا، لوگون سے کہا دیکھو کون شخص ہے، کسی نے کہا ابو عبد الرحمٰن تم اس کو نہین پہچانتے؟ یہ اسامہؓ کے بیٹے محمد ہین، آپ نے یہ سنکر سر جھکا لیا، اور زمین کرید کر کہنے لگے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو محبوب رکھتے[3]

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب المناقب ذکر اسامہؓ وطبقات ابن سعد [2] بخاری ج ۱ کتاب الشہادت وج ۲ کتاب الاعتصام باب قولہ تعالیٰ وامرہم شوریٰ بینہم [3] بخاری ج ۱ کتاب المناقب ذکر اسامہؓ،

اس غیر معمولی محبت کی وجہ سے قدرۃً کچھ منافق اسامہؓ کے حاسد بھی پیدا ہو گئے تھے، یہ لوگ اسامہؓ کو ذلیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کبیدہ خاطر کرنے کے لیے کہتے کہ اسامہؓ زیدؓ کے نطفہ سے نہیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تکلیف پہنچتی، لیکن ان کے خاموش کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا، عربوں میں قیافہ شناسی کا ملکہ بہت تھا، قائف کی بات عام طور پر ہم پایۂ وحی سمجھی جاتی تھی، اتفاق سے ایک دن مجزز مدلجی جس کو قیافہ شناسی میں خاص مہارت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت زیدؓ اور اسامہؓ دونوں سر سے پیر تک ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، صرف پاؤں کھلے ہوئے تھے، اس نے دیکھکر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہیں، یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرت ہوئی، آپ حضرت عائشہؓ کے پاس ہنستے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا تم کو کچھ معلوم ہے، مجزز نے ابھی اسامہ کے پاؤں دیکھکر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہیں[1]، اس واقعہ میں یہ بات لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قائف کے کہنے پر محض اس وجہ سے مسرت ہوئی کہ اس سے دشمنوں کی زبان بند ہو گئی، ورنہ شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کاہنوں، منجموں اور قائفوں کی بات کا یقین کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو چیز اچھی اور بیش قیمت ہوتی اس کو اسامہ کو دیتے، ذی یزن نے حالت شرک میں حکیم بن حزام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں ہدیۃً ایک بیش قیمت حلہ پیش کیا، آپ نے فرمایا میں مشرک کا ہدیہ نہیں قبول کرتا، لیکن اب چونکہ تم لا چکے ہو اسلیے قیمتاً لے لوں گا چنانچہ پچاس دینار میں خرید لیا، اور ایک مرتبہ پہن کر اسامہ کو دیدیا[2]، دحیہ کلبی نے کتان کا کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا، آپ نے اسامہؓ کو پہنا دیا،

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب الفرائض باب القائف۔ [2] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۴۵

انھون نے اپنی بیوی کو دیدیا، ایک دن آپ نے پوچھا، کتان کیون نہین پہنتے، عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیوی کو دیدیا، فرمایا، اچھا اس سے کہدو کہ نیچے سینہ بند پہن لے، ورنہ بدن دکھائی دیگا[1]، غرض آپ اپنے اہل وعیال اور اسامہؓ مین کوئی تفریق نہین کرتے تھے[2]،

فضل وکمال اس لحاظ سے کہ حضرت اسامہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ تربیت مین پرورش پائی تھی، آپ کو سراپا علم ہونا چاہیے تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال یا زیادہ سے زیادہ بیس سال کی تھی، اس لیے سن شعور کو پہنچنے کے بعد صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا، تاہم اس مدت مین جو کچھ بھی آپ نے حاصل کر لیا، اس کو کم نہین کہا جاسکتا، اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی ذخیرہ ان کے سینہ مین محفوظ تھا، بعض مرتبہ کبار صحابہ کو جس چیز کا علم نہ ہوتا، اس مین وہ ان کی طرف رجوع کرتے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب طاعون کے متعلق کوئی حکم نہ ملا تو آپ نے اسامہؓ سے دریافت کیا، کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارہ مین کیا سنا ہے، انھون نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ طاعون ایک قسم کا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر بھیجا گیا تھا، اس لیے جب تم سنو کہ فلان جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہان نہ جاؤ، اور خود تمھارے یہان یہ وبا پھیلے وہان سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو[3]،

آپ کے عمل سے دوسرے لوگ سند لاتے تھے، حضرت میمونہؓ نے اپنے ایک عزیز کا ازار بہت نیچا دیکھا، تو اس کو ملامت کی، انھون نے کہا مین نے اسامہؓ بن زید کو نیچا ازار پہنے دیکھا ہے، میمونہؓ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، یہ ممکن ہے کہ ان کا پیٹ بھاری تھا، اس لیے اس پر نہ ٹھہرتا رہا ہو اور نیچے کھسک جاتا ہو[4]،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۴۵ [2] ایضاً [3] بخاری ج ۱ ص ۴۹۴ [4] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۴۹

آپ کی ذات سے حدیث کا معتدبہ حصہ اشاعت پذیر ہوا، ان کی مرویات کی تعداد ۱۲۸ ہے، جن میں سے ۱۵ متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ مزید دو دو بخاری اور مسلم میں ہیں،[۱] حسن، محمد ابن عباس رضہ، ابو ہریرہ رضہ، کریب، ابو عثمان نہدی، عمرو بن عثمان بن عفان، ابو وائل، عامر بن سعد حسن بصری وغیرہم نے آپ سے روایتیں کی ہیں،

اخلاق وعادات چونکہ اسامہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ تربیت میں پرورش پائی تھی، اس لیے ان پر قدرۃً تعلیمات نبوی کا خاصا اثر پڑا تھا،

خدمت رسولؐ کاشانۂ نبوی میں کثرت سے آتے جاتے تھے، اور اکثر سفر میں بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوتا تھا، اس لیے خدمت نبوی کا زیادہ موقع ملتا تھا، اکثر وضو وغیرہ کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے،[۳]

پابندی سنت سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے، آخر عمر میں جبکہ قویٰ ریاضت جسمانی کے متحمل نہ تھے، اس وقت بھی مسنون روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، ایک مرتبہ غلام نے کہا کہ اب آپ کی عمر ضعف وناتوانی کی ہے، آپ کیوں دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزہ کا التزام کرتے ہیں، کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے،[۴]

اطاعت والدین والدین کی خوشنودی کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، اور اس میں بڑی بڑی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے، محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضہ کے عہد خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی، اس زمانہ میں اسامہ رضہ نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کرکے اس کا مغز نکالا، لوگوں نے پوچھا یہ کیا کررہے ہو،

---

[۱] تہذیب الکمال ص ۲۶ [۲] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۸ [۳] بخاری ج ۱ کتاب الوضو باب الرجل یوضی صاحبہ [۴] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۰

آجکل درختون کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے، اور تم اس کو ضائع کرتے ہو، کہا میری ماں نے فرمایش کی تھی، اور وہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہین، اگر اس کا حصول میرے امکان مین ہوتا ہے تو اس کو مین ضرور پوری کرتا ہون،[1]

حضرت عمرو بن العاص رض

نام و نسب عمرو نام، ابو عبد اللہ اور ابو محمد کنیت، والد کا نام عاص اور والدہ کا نام نابغہ تھا، جدی سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص ابن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی، نانھالی نسب یہ ہے، نابغہ بنت حرملہ بن حارث بن کلثوم بن جوشن بن عمرو بن عبد اللہ بن حزیمہ بن عنزہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار،

قبل از اسلام عمرو بن العاص کا خاندان "بنو سہم" زمانۂ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قریش کے سیاسی نظام مین فصل مقدمات کا عہدہ اسی خاندان مین تھا، عمرو بن العاص جب تک اسلام نہین لائے تھے، اسلام کی دشمنی اور مسلمانون کی ایذا رسانی مین عمائد قریش کی طرح یہ بھی پیش پیش تھے، چنانچہ مسلمانون کا پہلا قافلہ جب ہجرت کرکے حبشہ گیا تو قریش کا جو وفد ان لوگون کو حبشہ سے نکلوانے کے لیے نجاشی کے پاس گیا تھا، اس کے سب سے سرگرم رکن عمرو بن العاص ہی تھے، چنانچہ حبشہ پہنچکر مسلمانون کے اخراج مین ہر قسم کی کوششین کین، پہلے بطریقون سے مل کر ان کو مسلمانون کے خلاف ابھارا کہ یہ لوگ بھی مسلمانون کے نکالنے مین وفد قریش کی تائید کرین، اس کے بعد شاہ حبش کی خدمت مین ہدایا پیش کرکے ساری امکانی کوششین صرف کین کہ وہ کسی طرح مسلمانون کو پناہ نہ دے، لیکن ان کی تمام مساعی ناکام رہین،[2]

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۹۴ [2] تفصیل کے لیے دیکھو مقدمہ سیر المہاجرین،

غزوۂ خندق میں جس میں سارا عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا تھا، عمرو بن العاص مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانوں کی بیخ کنی میں پورا زور صرف کر رہے تھے[1]

اسلام کی طرف میلان | عمرو بن العاصؓ اگرچہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے سخت ترین دشمن تھے، لیکن غزوۂ خندق کے بعد سے وہ اسلام سے متاثر ہونے لگے، وہ اکثر دنیا اور اس کے انجام اور اسلام کی تعلیمات پر غور کیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ اس غور و فکر سے اسلام کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہونے لگی اور اس سے میرا دل متاثر ہونے لگا، اور میں نے مسلمانوں کی مخالفت سے رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کی، قریش نے اسکو محسوس کیا، اور اس کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے ایک شخص کو بھیجا، اس نے مجھ سے بحث کرنا شروع کی، میں نے اس سے کہا بتاؤ ہم حق پر ہیں یا فارس و روم والے، اس نے کہا ہم ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ ان کو عیش و تنعم میسر ہے یا ہم کو، اس نے کہا ان کو، میں نے کہا کہ اگر اس عالم کے بعد دوسرا عالم نہیں ہے تو ہماری حق پرستی کس کام آئے گی، جب کہ ہم دنیا میں بھی باطل پرستوں کے مقابلہ میں تنگ حال رہے، اور دوسرے عالم میں بھی بدلہ کی کوئی امید نہ ہو، اس لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ تعلیم کہ مرنے کے بعد ایک دوسرا عالم ہوگا جہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی کس قدر صحیح اور دلنشین ہے،[1] غزوہ خندق کے بعد ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا پورا یقین ہوگیا تھا، اور یہی یقین ان کے اسلام کا ذریعہ بنا، اس کی تفصیل مسند احمد بن حنبل میں خود انکی زبانی مذکور ہے،[2]

اسلام | ان کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ غزوۂ احزاب سے واپس ہوئے تو میں نے قریش کے ان اشخاص کو جو مجھے مانتے تھے، اور میری بات سنتے تھے، جمع کر کے کہا کہ

[1] ابن سعد حصۂ مغازی حالات غزوۂ خندق [2] اصابہ ج ۵ ص ۲،

خدا کی قسم تم لوگ یقین جان لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات تمام باتون پر سربلند ہوگی، اس مین کسی انکار کی گنجایش نہین، میری ایک رائے ہے، تم اس کو کیسی سمجھتے ہو، لوگون نے پوچھا کیا رائے ہے؟ انھون نے کہا، ہم لوگ نجاشی کے پاس چل کر قیام کرین، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہم لوگ نجاشی کے پاس ٹھہر جائین گے، کیونکہ نجاشی کی ماتحتی مین رہنا محمدؐ کی ماتحتی سے کہین زیادہ پسندیدہ ہے، اور اگر ہماری قوم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب ہوئی تو ہم ممتاز لوگ ہین، ہمارے ساتھ ان کا طرز عمل بہتر ہی ہوگا، اس رائے پر سب نے اتفاق کیا، مین نے کہا پھر اس کو تحفہ دینے کے لیے کوئی چیز مہیا کرو، نجاشی کے لیے ہمارے یہان کا سب سے بہتر تحفہ چمڑا تھا، چنانچہ بہت سا چمڑا لیکر ہم لوگ حبشہ پہنچے، ہم لوگ نجاشی کے دربار مین جارہے تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری بھی پہنچ گئے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر اور ان کے ساتھیون کی کسی ضرورت سے نجاشی کے پاس بھیجا تھا، جب وہ آگے چلے گئے تو مین نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ ہم نجاشی سے درخواست کرین کہ وہ عمرو بن امیہ ضمری کو ہمارے حوالہ کردے، اگر وہ دیدے تو اسکی گردن مار دین تاکہ قریش کو معلوم ہوجائے کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفیر کا سر قلم کرکے ان کا بدلہ لے لیا، یہ کہکر مین نجاشی کے دربار مین گیا، اور حسب معمول سجدہ کیا، اس نے خوش آمدید کہا، اور پوچھا میرے لیے اپنے ملک کا کوئی تحفہ بھی لائے؟ مین نے عرض کیا حضور بہت سا چمڑہ تحفہ مین لایا ہون، اور جو چمڑہ لے گیا تھا اس کو پیش کردیا، اس نے بہت پسند کیا، پھر مین نے عرض کی عالیجاہ! ابھی مین نے ایک آدمی حضور کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے، یہ ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا ہے، حضور قتل کرنے کے لیے اس کو ہمارے حوالہ کردین، اس نے ہمارے شرفا اور معززین کو تکلیفین پہنچائی ہین، نجاشی یہ درخواست سنکر بہت غضبناک ہوا، اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس نے زور سے اپنی ناک پر مارا کہ مین سمجھا ٹوٹ جائے گی، اس کی اس حرکت

سے مین اس قدر نادم و شرمسار ہوا کہ اگر زمین شق ہوتی تو مین اس مین سما جاتا، پھر مین نے عرض کی، شاہا! اگر مین سمجھتا کہ حضور کو یہ درخواست ناگوار ہوگی تو مین نہ کرتا، وہ بولا تم چاہتے ہو کہ مین ایسے شخص کا قاصد جس کے پاس وہ ناموس اکبر آتا ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا قتل کے لیے تمھارے حوالہ کردون، مین نے عرض کی، عالی جاہا! کیا واقعی وہ ایسا ہی؟ وہ بولا عمرو! تمھاری حالت قابل افسوس ہے، میرا کہنا مانو اور اس کی پیروی کر لو، خدا کی قسم وہ حق پر ہے، وہ اپنے تمام مخالفون پر غالب آئیگا جس طرح موسیٰؑ فرعون اور اس کے لشکر پر غالب ہوئے تھے، مین نے کہا پھر اس کی طرف سے آپ مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیجیے، چنانچہ اس نے ہاتھ پھیلایا اور مین نے اسلام کی بیعت کی، یہان سے جب مین ساتھیون کے پاس لوٹ کر گیا تو میرے تمام خیالات پلٹ چکے تھے، لیکن مین نے اپنے ساتھیون پر ظاہر نہین کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام لانے کے لیے، روانہ ہوگیا، راستہ مین خالد بن ولید مکہ سے آتے ہوئے ملے، یہ فتح مکہ کے پہلے کا واقعہ ہے، مین نے کہا ابا سلیمان! کہان کا قصد ہے؟ وہ بولے خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، خدا کی قسم یہ شخص یقیناً نبی ہے، اب جلد اسلام قبول کر لینا چاہیے، یہ لیت و لعل کب تک، مین نے کہا خدا کی قسم مین بھی اسی قصد سے چلا ہون، چنانچہ ہم دونون ایک ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، پہلے خالد ابن ولید نے بیعت کی، پھر مین نے قریب ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مین بیعت کرون گا، لیکن آپ میرے اگلے اور پچھلے گناہون کو معاف کر دیجیے، آپ نے فرمایا عمرو بیعت کر لو، اسلام اپنے ماقبل کے گناہون کو معاف کر دیتا ہے، اور ہجرت بھی اپنے ماقبل کے گناہون کو ختم کر دیتی ہے، چنانچہ مین نے بیعت کی، اور بیعت کر کے لوٹ گیا[1]

ہجرت | قبول اسلام کے بعد مکہ لوٹ گئے، پھر کچھ ہی دنون کے بعد ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے،

غزوات و سرایا | حضرت عمرؓو بن العاص جس طرف رہے، انتہاپسند رہے، اسلام کے قبل اس کی بیخ کنی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا، اور اسلام کے بعد کفر و شرک کے استیصال مین اسی شد و مد سے کربستہ ہوگئے، قبول اسلام کے بعد گذشتہ مخالفتون کو یاد کرکے پشیمان ہوتے تھے، چنانچہ کہا کرتے تھے، جب مین حالت کفر مین تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا، اگر اسی حالت مین مرجاتا تو میرے لیے دوزخ کے علاوہ کوئی ٹھکانا نہ تھا، اور جب بیعت کرکے حلقہ بگوشِ اسلام ہوا تو کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھین نہ چار کرسکا،[۱]

ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد متعدد غزوات ہوئے لیکن ان مین ان کی شرکت و عدم شرکت کی کوئی تصریح نہین ملتی، البتہ مختلف سرایا انکی سرکردگی مین بھیجے گئے،

سریۂ ذات السلاسل | فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف حصون مین دعوتِ اسلام کے لیے تبلیغی دستے روانہ فرمائے تھے، اسی سلسلہ کا ایک سریہ ذات السلاسل بھی ہے، ابن سعد نے اس سریہ کو سرے سے مدافعانہ لکھا ہے، چنانچہ ان کی روایت کے مطابق صورتِ واقعہ یہ ہے کہ بنو قضاعہ کے کچھ اشخاص نے ایک جماعت فراہم کرکے مسلمانون پر حملہ کا ارادہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاصؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا،[۲] لیکن صحیح یہ ہے کہ پہلے یہ سریہ مدافعت کی غرض سے نہین بھیجا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد اشاعتِ اسلام تھا، علامہ ابن اثیر نے تصریح کردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاصؓ کو قبیلہ بلی اور عذری کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا تھا، تاکہ وہ اعراب کو اسلام کی طرف راغب کرین،[۳] لیکن جب

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۴۳۴ [۲] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۵ [۳] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۶

قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہیں، عمرو بن العاصؓ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے امداد طلب کی، آپ نے دو سو آدمیوں کی ایک جمعیت ابو عبیدہؓ کے ساتھ روانہ
کی جس میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی شامل تھے، اور تاکید فرما دی کہ کسی بارہ میں باہم اختلاف
نہ کرنا، ابو عبیدہؓ امدادی دستہ لیکر پہنچے تو ان میں اور عمرو بن العاصؓ میں امامت کے بارہ
میں اختلاف ہو گیا، عمرو بن العاصؓ کہتے تھے کہ امامت میرا حق ہے، کیونکہ میں فوج کا امیر ہوں
اور تم میری امداد کے لیے آئے ہو، اس لیے میرے ماتحت ہو، ابو عبیدہؓ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اختلاف سے گریز کیا، اور ان کی امامت قبول کر لی، اس کے
بعد دونوں بلی، عذری اور بلقین کی آبادیوں کو پامال کرتے ہوئے اس کے آخری حد تک
بڑھتے چلے گئے، راستہ میں صرف ایک جماعت سے مقابلہ ہوا، مگر وہ بھی ہزیمت کھا کر بھاگی،[1]

سریۂ سواع فتح مکہ کے بعد جب کہ عرب کے اکثر قبائل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، بعض
ایسے قبائل باقی رہ گئے تھے جو صدیوں کے اعتقاد کی بنا پر بتکدوں کو ڈھاتے ہوئے ڈرتے
تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دستے صرف ان کے گرانے کے لیے بھیجے،
تاکہ عرب کے دلوں سے ان کا خوف و ہراس اور ان کی عظمت جاتی رہے، سواع بنو ہذیل
کا صنم کدہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاصؓ کو اس کے ڈھانے پر متعین کیا،
جب یہ وہاں پہنچے تو اس کے مجاور نے پوچھا کس نیت سے آئے ہو؟ عمرو بن العاصؓ
نے کہا اس کو ڈھانے کے لیے، اس جواب پر اس نے مدافعت کرنے کے بجائے جواب دیا
کہ تم اس کو نہ گرا سکو گے، وہ خود اپنی حفاظت کرے گا، انھوں نے کہا تم اب تک اسی
وہم اور باطل پرستی میں مبتلا ہو، جس میں سننے اور دیکھنے تک کی طاقت نہیں، وہ رک گیا

---

[1] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۹۵

سکتا ہے، یہ کہا اور اس کو مسمار کرکے مجاور سے بولے، اس کی طاقت دیکھ لی، وہ یہ واقعہ اپنی آنکھون کے سامنے دیکھکر مشرف باسلام ہوگیا[۱]،

سفارت فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آس پاس کے حکمرانون کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، تو عمان کے حاکمون عبید وجیفر کے پاس خط لیجانے کی خدمت عمرو بن العاص کے سپرد ہوئی، اس خط پر وہ دونون مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو یہان کا عامل کر دیا[۲]، اس لیے وہ وفات نبوی تک یہین مقیم رہے[۳]،

فتنۂ ارتداد حضرت ابوبکرؓ کے استخلاف کے بعد جب ارتداد اور مدعیانِ نبوت کا فتنہ اٹھا، اس وقت عمرو بن العاصؓ عمان ہی مین تھے، حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور موجودہ حالات کی اطلاع دیکر ان فتنون کے دبانے کے لیے بھیجا، چنانچہ یہ بحرین کے راستہ سے آگے بڑھے، راستہ مین قبیلہ بنی عامر مین قرہ بن ہبیرہ کے یہان مہمان ہوئے، اس نے بڑی خاطر ومدارات کی، چلتے وقت تنہائی مین لیجاکر کہا کہ اگر عربون سے زکوٰۃ لی گئی تو وہ کسی کی امارت نہ قبول کرین گے، ہان اگر زکوٰۃ کا طریقہ بند کر دیا گیا تو البتہ مطیع وفرمانبردار رہین گے، اس لیے زکوٰۃ کا قانون اٹھا دینا چاہیے، انھون نے کہا قرہ! کیا تم کافر ہوگئے؟ مجھکو عربون سے ڈراتے ہو، خدا کی قسم مین ایسے لوگون کو گھوڑے کی ٹاپ سے مسل ڈالون گا، یہ شخص بعد مین جب مانعین زکوٰۃ کے سلسلہ مین گرفتار ہوا تو عمرو بن العاصؓ کی شہادت پر چھوڑ دیا گیا[۴]، مدینہ پہنچ کر بنو قضاعہ کے مرتدین کی سرکوبی ان کے سپرد ہوئی، اور انھون نے اپنے حسنِ تدبیر سے اس کو دوبارہ اسلام پر قائم کیا، اور اس مہم کو سر کرنے کے بعد عمان لوٹ گئے،

فتوحات شام فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عراق وشام کی طرف

---

[۱] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۵ [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۷ [۳] فتوح البلدان بلاذری ص ۸۳ [۴] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۸

توجہ کی، اور ۱۳ھ میں شام کے مختلف حصوں میں علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں تو عمرو بن العاص کو جو اس وقت عمان میں تھے، لکھ بھیجا کہ تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمان کا والی مقرر کیا تھا، اس لیے میں نے تم کو دوبارہ واپس کر دیا تھا لیکن اب میں تم کو ایسے کام میں لگانا چاہتا ہوں جو تمھاری دنیا و آخرت دونوں کے لیے مفید ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں خدا کا ایک تیر ہوں اور آپ اس کے بعد اس کے تیر انداز ہیں، اس لیے آپ کو اختیار ہے، جدھر چاہیے پھینکیے،[1] چنانچہ عمان سے واپس بلا کر فلسطین کی مہم پر مامور کیا،

اجنادین ہرقل کو جب خبر ہوئی کہ اسلامی فوجیں شام کے چاروں طرف منڈلا رہی ہیں تو اس نے ان سب کے مقابلہ کے لیے علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں تاکہ اسلامی فوجیں باہم ملنے نہ پائیں، رومیوں کے مشہور سپہ سالار تذارق اور قبقلار تھے، اجنادین میں اپنی فوجیں اتاریں عمرو بن العاصؓ اس وقت فلسطین کے علاقہ عربات میں تھے، یہ رومیوں کے اجتماع کی خبر پاکر اجنادین کی طرف بڑھے، اس درمیان میں خالدؓ اور عبیدہ بھی بصریٰ کی مہم سر کر کے انکی مدد کو روانہ ہوگئے، اور اجنادین میں یہ تینوں مل گئے، رومی سپہ سالار نے ایک عرب کو سراغ رسانی کے لیے بھیجا، وہ دیکھ بھال کر جب واپس گیا تو سپہ سالار نے پوچھا کیا خبر لائے؟ اس نے کہا یہ لوگ رات کو عابد شب زندہ دار اور دن کو میدانِ جنگ کے شہسوار ہیں، اگر ان کا شہزادہ بھی کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس پر شرعی حد جاری کرتے ہیں، اس نے کہا اگر واقعی ان میں یہ صفات ہیں تو زمین میں دفن ہو جانا ان کے مقابلہ سے زیادہ بہتر ہے، غرض جمادی الثانی ۱۳ھ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، رومی سپہ سالار مارا گیا اور رومیوں نے سخت ہزیمت اٹھائی،[2]

---

[1] طبری ج ۴ ص ۸۲ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۰

اجنادین کے معرکہ کے بعد عمرو بن العاصؓ بھی خالدؓ اور ابو عبیدہؓ کے ساتھ ہو گئے اور ایک حصہ فوج کے سردار تھے،

دمشق | اجنادین کے بعد اسلامی لشکر دمشق کی طرف بڑھا، کہ شام کا صدر مقام تھا، اسلیے مسلمانون نے اس کا بڑے اہتمام سے محاصرہ کیا، شہر پناہ کے تمام صدر دروازون پر الگ الگ افسر متعین کیے، چنانچہ عمرو بن العاصؓ باب توما پر مامور تھے[1]، عرصہ تک محاصرہ قائم رہا، اور آخر مین خالد بن ولیدؓ کی خوش تدبیری سے فتح ہوا،

فحل | دمشق کی فتح کے بعد فحل کا رخ کیا، لیکن رومی پہلے سے دریا کا بند توڑ کر بیسان چلے گئے تھے، جس سے دونون کے درمیان دنیا ے آب رواں ہو گئی تھی، اسلیے مسلمانون نے یہین فوجین ٹھہرادین، اس معرکہ مین عمرو بن العاصؓ فوج کے ایک حصہ کے افسر تھے[2]، مسلمان یہان مقیم تھے کہ ایک دن اچانک اسی ہزار رومیون نے عقب سے حملہ کر دیا، اور ایک شبانہ روز سخت کشت و خون کے بعد شکست کھائی، اور جدھر راستہ ملا بھاگے، مگر مسلمانون نے تعاقب کر کے جہان تک مل سکے قتل کیا، اس سے فارغ ہو کر بیسان کا محاصرہ کیا، ایک دن رومیون نے قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا، مگر سب کے سب مارے گئے باقی ماندہ آبادی نے صلح کر لی،[3]

یرموک | ان مسلسل اور پیہم شکستون سے سارے روم مین کہرام مچ گیا، اور رومیون نے قیصر سے فریاد کی کہ مسلمانون نے سارا شام ویران و تباہ کر ڈالا، وہ بھی ان کی تاخت و تاراج سے تنگ آچکا تھا، اس لیے سارے ممالک محروسہ مین فرمان جاری کر دیا کہ ساری فوجین ایک جگہ جمع ہو جائین، اور جہان تک آدمی مل سکین بھرتی کیے جائین، چنانچہ

[1] فتوح البلدان ص ۱۲۷، [2] طبری ص ۲۱۵۶ [3] ایضاً

دو لاکھ انسانوں کا دل اس حکم پر امنڈ آیا،[1]

عمروبن العاص رضہ نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع ہوکر متحدہ قوت سے مقابلہ کرنا چاہیے
دربارِ خلافت سے بھی اسی مشورہ کی تائید ہوئی، چنانچہ اسلامی فوجیں ہر چہار طرف سے سمٹ کر
یرموک میں جمع ہوئیں، چونکہ اس معرکہ میں سارا شام امنڈ آیا تھا، اور مسلمانوں کی تعداد ان کے
چوتھائی حصہ سے بھی کم تھی، اس لیے خالد رضہ نے غیر معمولی توجہ سے کام لیا، اور جدید طرز پر فوج
کو چھبیس حصوں پر تقسیم کیا، میمنہ کے بھی کئی ٹکڑے کرکے اس پر عمروبن العاص رضہ اور شرحبیل بن حسنہ
کو مقرر کیا،[2] اور دونوں فوجیں پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اتریں، عرصہ تک لڑائی
کا سلسلہ جاری رہا اور متعدد ہولناک لڑائیاں ہوئیں، عمروبن العاص رضہ بڑے جوش وخروش
سے لڑتے تھے، اور اپنی پرجوش تقریروں سے آگ لگا دیتے تھے، ابتدا میں مسلمانوں کے
پیر اکھڑ گئے تھے، بلکہ بہتیرے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے لیکن پھر سنبھل کر اس زور کا
حملہ کیا کہ رومی پوری کوشش کے باوجود نہ ٹھہر سکے اور میدان بھی مسلمانوں کے ہاتھ رہا،

بقیہ فلسطین فلسطین کا کچھ حصہ عمروبن العاص رضہ دمشق کے قبل لے چکے تھے، لیکن درمیان میں
دمشق، فحل، یرموک وغیرہ کی مہموں کی وجہ سے پہلی مہم ناتمام رہ گئی تھی، اس لیے یرموک وغیرہ
سے فراغت کے بعد عمروبن العاص رضہ پھر ادھر متوجہ ہوئے، اور غزہ، سبسطین، نابلس، لد،
بنی برت، جبرین اور عمواس وغیرہ نہایت آسانی سے فتح کرکے یہ سلسلہ مکمل کر دیا،[3]

بیت المقدس لیکن ابھی فلسطین کا سب سے بڑا شہر ایلیا (بیت المقدس) باقی رہ گیا تھا، اسلیے
چھوٹے چھوٹے مقامات لینے کے بعد عمروبن العاص رضہ نے رومی سپہ سالار ارطبون کو خط لکھا
اس نے جواب دیا کہ اجنادین کے علاوہ اب فلسطین کا ایک چپہ زمین بھی نہیں لے سکتے،[4]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۱، [2] طبری ص ۳ ۲۱۹۳ [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۸ [4] ایضاً ص ۳۸۹

اس جواب کے بعد انھون نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا، حضرت ابو عبیدہؓ بھی قنسرین کی مہم سر کرکے پہنچ گئے[1] لیکن جنگ کی نوبت نہین آئی، ایلیا والون نے اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا کہ خود امیر المومنینؓ آکر اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھین، چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا، اور صلحنامہ لکھکر ان کے حوالہ کر دیا، اور شام کا یہ متبرک شہر جس کو انبیاء ورسل علیہم السلام کے آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل تھا مسلمانون کے قبضہ مین آگیا اور شام پر مکمل قبضہ ہوگیا،

طاعون عمواس

اسی سال شام، عراق اور مصر مین سخت طاعون پھیلا، ہزارون جانین ضائع ہوگئین، عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ یہان وبا کا زور ہے، اس لیے فوجین ہٹا کر کسی محفوظ مقام پر بھیجدینی چاہیے لیکن اسلامی فوج کے امیر حضرت ابو عبیدہؓ بڑے متوکل تھے، انھون نے کہا یہ خدا کی رحمت ہے، اس مین بڑے بڑے صلحائ نے وفات پائی ہے، اس سے فرار کے کیا معنی، چنانچہ انھون نے عمواس کو نہین چھوڑا، اور خود بھی اس مین مبتلا ہوگئے، آخر مین انھون نے عمرو بن العاصؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور خود اسی رحمت کے دامن مین آگئے، ان کی وفات کے بعد عمرو بن العاصؓ نے پیش قدمی روک کر طاعون زدہ مقامات سے فوجین ہٹالین،

فتوحات مصر

شام کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی عمرو بن العاصؓ کے بلند حوصلے پورے نہ ہوئے، کیونکہ شام کی فتوحات مین خالدؓ اور عبیدہؓ کی قوتون کو زیادہ دخل تھا اس لیے ان کو ایسے میدان کی تلاش ہوئی جہان تنہا اپنی تلوار کے جوہر دکھائین، اور چونکہ شام کے قریب مصر بہت

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۵،

زیادہ زرخیز اور شاداب مقام تھا، اور عمرو بن العاصؓ زمانہ جاہلیت سے اس کی شادابی سے واقف تھے،[1] اس لیے حضرت عمرؓ سے پیش قدمی کی اجازت چاہی، لیکن حضرت عمرؓ کو اجازت دینے مین دو وجہون سے پس وپیش ہوا، اول یہ کہ شام کی مہم سر کرنے کے بعد ابھی اسلامی فوجون نے دم نہ لیا تھا، دوسرے مقوقس شاہِ مصر کی قوت کا تھوڑی فوج سے مقابلہ کرنا دشوار تھا، لیکن آخر مین عمرو بن العاصؓ کے اصرار اور حوصلہ مندی سے مجبور ہو کر اجازت دیدی، اور ان کے جانے کے بعد زبیر بن عوامؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ امداد کے لیے روانہ کر دیا، عمرو بن العاصؓ نے شام سے نکل کر پہلا مقام باب الیون مین کیا،

باب الیون عمرو بن العاصؓ کے پہنچنے کے قبل آپ کی آمد کی اطلاع پا کر مصری فوجین بابہ الیون پہنچ گئی تھین، ابو مریم مصر کا اسقف ان کی قیادت کر رہا تھا، اس لیے عمرو بن العاصؓ کے پہنچنے کے ساتھ ہی دونون مین جھڑپ ہوئی، مگر عمرو بن العاصؓ نے لڑائی روک دی، اور ابو مریم سے تخلیہ مین گفتگو کی خواہش کی، چنانچہ وہ دونون آئے، انھون نے اسلام پیش کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت[2] سنائی، اور اسلام قبول کرنے کی صورت مین جزیہ کی شرط پیش کی، یہ دونون چند دن کی مہلت لیکر استصواب کے لیے مقوقس کے پاس گئے، لیکن ارطبون سپہ سالار مصر نے انکار کر دیا، اور اہل مصر کو اطمینان دلایا کہ تم لوگ مطمئن رہو، مین مسلمانون کو ہٹا دون گا، عمرو بن العاصؓ کئی دن تک جواب کا انتظار کرتے رہے، مگر اس درمیان مین ارطبون مقابلہ مین آگیا، مگر فاش شکست کھائی،[3]

---

[1] کیونکہ یہ تجارت کے سلسلہ مین مصر آیا کرتے تھے [2] حضرت ہاجرہؑ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی مصری تھین، اس تعلق سے آپ نے مسلمانون کو نصیحت فرمائی تھی کہ مصر والون کے ساتھ اچھا سلوک کرنا [3] طبری ص ۲۵۸۴ تا ۲۵۸۶ طبری کے بیان کے مطابق ارطبون بھی اس مین مارا گیا لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ آئندہ متعدد معرکون مین وہ شریک رہا،

عریش

حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر پر فوج کشی کی اجازت تو دیدی تھی، مگر دل مطمئن نہ تھا، اس لیے وہ عریش تک پہنچے تھے کہ فرمانِ خلافت پہنچا کہ اگر مصر کے حدود مین داخل نہ ہوئے ہو تو واپس چلے آؤ، اور پہنچ چکے ہو تو پیش قدمی جاری رکھو، یہ خط چونکہ عریش مین[1] ملا، اس لیے واپس نہ ہوئے، اور عریش لینے کے بعد فرما کی طرف بڑھے، اس کو جالینوس کا مدفن ہونے کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل تھی، اور یہان کے لوگ مقابلہ کے لیے پورے طور پر تیار تھے، اس لیے جیسے ہی اسلامی فوج پہنچی، ان لوگون نے نکل کر مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی[2]

عین شمس یا فسطاط

فرما کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاصؓ بلبیس اور ام دنین وغیرہ فتح کرتے ہوئے عین شمس پہنچے، عین شمس زمانۂ قدیم مین بڑا عظیم الشان اور گنجان شہر تھا، یہان آفتاب کا ہیکل تھا، جس کی تیرتھ کو ہزارون آدمی آتے تھے لیکن جس زمانہ مین مسلمانون کا حملہ ہوا اس وقت تباہ ہو چکا تھا، بعد مین یہی مقام آباد ہو کر فسطاط کے نام سے مشہور ہوا[3]

عمرو بن العاصؓ کے حملہ کے وقت اگرچہ یہان کوئی آبادی نہ تھی، بلکہ چراگاہین تھین، تاہم قصر شمع یہان ایک قلعہ تھا، جس مین مقوقس کی فوج رہتی تھی، مصر کی تسخیر کے لیے اس کا لینا ضروری تھا، اس لیے عمرو بن العاصؓ نے بڑے اہتمام سے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اسی دوران مین زبیر بن عوامؓ بھی دس ہزار کی جمعیت لیکر پہنچ گئے، اور دونون نے دو سمتون سے حملے شروع کر دیے[4]، مگر قلعہ اس قدر مستحکم تھا کہ مہینون لگ گئے، آخر مین حضرت زبیرؓ بن عوام نے تنگ آکر ننگی تلوار ہاتھ مین لی، اور قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، آپ کو دیکھکر بہت سے جان نثار سیڑھی لگا کر پہنچ گئے، اور سب لوگون نے اس زور سے تکبیر کا نعرہ لگایا،

[1] عریش شام کا مصر کی سرحد پر حکومت مصر کا ایک قریہ تھا [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰ [3] مقریزی جلد ۱ ص ۱۷۱ [4] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰

کہ قلعہ والے بدحواس ہوگئے اور سمجھے کہ مسلمان قلعہ مین آگئے، اس لیے انھون نے خود اسکے دروازے کھول دیے،[1] اب ان کے لیے سوائے مصالحت کے کوئی چارۂ کار نہ تھا، اس لیے صلح کی درخواست کی، مسلمانون نے منظور کرلی، اور اتنی رعایت کی کہ فاتحانہ داخلہ کے باوجود شرائط بہت نرم رکھے، یہی مقام بعد مین آباد ہوکر فسطاط کے نام سے موسوم ہوا،

فتح اسکندریہ

عین شمس کی فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اجازت مانگی، وہان سے اجازت ملنے کے بعد خارجہ بن حذافہ کو مفتوحہ مقامات کا حاکم مقرر کرکے اسکندریہ روانہ ہوگئے، رومیون اور قبطیون کو پہلے سے اطلاع ہوچکی تھی، اس لیے انھون نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا، اور اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان مقام کریون مین دونون کا سخت مقابلہ ہوا، رومی شکست کھاکر بھاگ گئے،[2] اور عمرو بن العاصؓ بڑھتے ہوئے اسکندریہ پہنچے، یہان کے باشندے مقابلہ کے لیے ہمہ تن تیار تھے، مگر مقوقس خود صلح کا خواہش مند تھا، اس لیے اس نے مفاہمت کی درخواست کی لیکن عمرو بن العاصؓ نے انکار کردیا، اب مقوقس کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہین رہ گیا کہ رومیون کی خواہش کے مطابق جنگ کے لیے آمادہ ہوجائے، چنانچہ قلعہ کی فصیل پر فوجون کی صف بندی کی، اور مسلمانون کو مرعوب کرنے کے لیے عورتون کو بھی شامل کرلیا، اور ان کے چہرے شہر کی طرف کردیے تاکہ مسلمان پہچان نہ سکین، عمرو بن العاصؓ نے کہلا بھیجا کہ ہم یہ اہتمام سمجھتے ہین، لیکن یاد رکھو ہم نے فوج کی کثرت کے بل پر میدان نہین سر کیے ہین، تمھارے بادشاہ ہرقل کا جو زور و قوت مین تم سے کہین بڑھ کر ہے، کیا انجام ہوا، مقوقس نے جو ہر موقعہ پہ صلح کا پہلو ڈھونڈھتا تھا، اسکندریہ والون سے مخاطب ہوکر کہا کہ واقعی ہمارے شہنشاہ ہرقل کو ان لوگون

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰، دروازہ کھولنے کا واقعہ طبری مین ہے [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰،۲۲۷

نے اس کے دار السلطنت سے بھگا کر قسطنطنیہ پہنچا دیا، تو ہم لوگ کس شمار مین ہین، اس کے جواب مین اسکندریہ والون نے اس کو بہت برا بھلا کہا، اور لڑائی کی تیاریان ہونے لگین[1]،

مقوقس ابتدا سے اس جنگ کا مخالف تھا، مگر ہرقل کے خوف سے جس کا وہ باج گذار تھا، علی الاعلان لڑائی سے کنارہ کش نہین ہو سکتا تھا، لیکن درپردہ وہ برابر مسلمانون سے صلح کی کوشش کرتا رہا، ہرقل کو اس کی اطلاع ہوگئی، وہ بہت برہم ہوا، اور اسی وقت اسکندریہ فوجین روانہ کر دین، لیکن مقوقس نے عمرو بن العاصؓ سے پہلے ہی خفیہ معاہدہ کر لیا تھا کہ یہ جنگ ہماری مرضی کے خلاف ہو رہی ہے، اور ہم بدرجۂ مجبوری اس مین شریک ہین، اس لیے قبطیون اور رومیون مین امتیاز رکھنا اور قبطیون کے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جسکے رومی مستحق ہین، اس معاہدے کے بعد قبطی ہر طرح سے مسلمانون کے مددگار رہے، اور انکے لیے راستہ صاف کراتے اور گذرگاہون کے پلون کی مرمت کرتے تھے[2]،

غرض اسکندریہ والون کی تیاری کے بعد مسلمانون نے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا لیکن قلعے اس قدر مضبوط اور مستحکم تھے کہ دو مہینہ تک کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان مین صرف یہ واقعہ قابل ذکر پیش آیا کہ ایک دن قلعہ کے آڑ سے کچھ سوار برآمد ہوئے، ان مین اور مسلمانون مین مڈبھیڑ ہوگئی، جس مین بارہ مسلمان شہید ہوئے، رومیون کے لیے یہ معرکہ بہت اہم تھا، کیونکہ اسکندریہ مین ان کا سب سے بڑا کنیسہ تھا، اس کے نکل جانے کے بعد ان کی مرکزیت بالکل فنا ہو چکی تھی، اس لیے خود قیصر روم نے جنگ مین شرکت کی تیاریان شروع کین مگر بدقسمتی سے ساز و سامان مکمل کرنے کے بعد خود چل بسا، اس کی موت سے رومیون کی ہمت پست ہوگئی، اور بہتون نے جو اس کے ساتھ تیاریان کر رہے تھے، ارادہ فسخ کر دیا،

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰ [2] مقریزی ج ۱ ص ۲۶۳

کہ بغیر بادشاہ کے لڑنا بے سود ہے، البتہ اسکندریہ کی فوجین برابر مدافعت مین مشغول رہین،
اور کبھی کبھی باشندگان اسکندریہ اور مسلمانون سے دو چار ہاتھ کا تیا دلہ بھی ہوجاتا تھا لیکن
رومی برابر قلعہ مین رہتے تھے، ایک دن کچھ لوگ قلعہ سے نکلے اور ایک مسلمان کا سر کاٹکر
اس کو ساتھ لیتے گئے، مقتول کے قبیلہ کے لوگ بہت غضبناک ہوئے، اور بغیر سر کی
نعش دفنانے پر تیار نہ ہوئے، عمرو بن العاصؓ نے کہا اس غیظ و غضب سے کیا فائدہ، اگر سر
واپس لینا چاہتے ہو تو تم بھی کسی رومی کا سر کاٹ کر اس کو رومیون کی طرف پھینکدو، چنانچہ
ایک پادری ہاتھ آگیا، اس کا سر قلم کر کے کسی طرح رومیون تک پہنچا دیا، اس کے جواب
مین انھون نے مقتول مسلمان کا سر پھینک دیا، چونکہ لڑائی طول پکڑتی جاتی تھی، اسلیے
ایک مسلمان نے مشورہ دیا کہ منجنیق نصب کر کے قلعہ پر سنگباری کیجائے، لیکن عمرو بن العاصؓ
نے کہا کہ ایسی نازک حالت مین صف بندی توڑنا مناسب نہین، ابھی تک جم کر دست بدست
لڑائی کی نوبت نہین آئی تھی، البتہ کبھی کبھی قلعہ والے نکل آتے تھے، اور دو چار ہاتھ رد و بدل
کے بعد قلعہ بند ہوجاتے، ایک دن قلعہ سے نکل کر لڑ رہے تھے کہ رومیون کی صف سے آواز
آئی "کون مسلمان میرے مقابلہ مین آتا ہے"؟ حضرت مسلمہ بن مخلدؓ بڑھے، مگر بھاری بھرکم آدمی
تھے، اس لیے حملہ کرتے وقت گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور رومی نے پچھاڑ دیا، مگر مسلمانون نے
بڑھکر بچالیا، عمرو بن العاصؓ کو غصہ آگیا، انھون نے کہا، ایسے نامردون کو میدان مین آنے
کی کیا ضرورت تھی، مسلمہؓ کو بہت ناگوار ہوا، مگر مصلحت وقت کے خیال سے خاموش رہے،
اور لڑائی کا بازار گرم ہوگیا، مسلمان رومیون کو جوش مین دباتے ہوئے قلعہ کے اندر تک چلے
گئے، اور دیر تک قلعہ کے اندر لڑتے رہے، لیکن پھر رومیون نے سنبھل کر مسلمانون کو قلعہ کے
باہر کر دیا، ان کے نکلنے کے بعد رومیون نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ اتفاق سے چار آدمی

جن مین ایک عمرو بن العاصؓ اور دوسرے مسلمہؓ تھے، قلعہ ہی مین رہ گئے، رومیون کی نظر پڑی تو کہا کہ اب تم ہمارے بس مین ہو، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے کو ہمارے حوالہ کردو، بیکار جان دینے سے کیا فائدہ، عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ نہین ہوسکتا، البتہ اگر تم ہم کو چھوڑ دو تو تمھارے قیدی واپس کردیے جائین گے، رومی اس پر آمادہ نہ ہوئے اور رہائی کی یہ شرط ٹھہری کہ چار محصورین مین سے کوئی ایک کسی رومی کا مقابلہ کرے، اگر مسلمان فتحیاب ہوجائے تو سب چھوڑ دیے جائین گے، ورنہ انھین ... کو حوالہ کر دینا ہوگا، عمرو بن العاصؓ راضی ہوگئے اور خود مقابلہ مین آنا چاہا، مگر مسلمہؓ نے سمجھایا کہ آپ امیر ہین، اگر آپ کو کوئی صدمہ پہنچا تو فوج کا کیا حشر ہوگا، اس لیے مجھکو نکلنے دیجیے، ان کی سمجھ مین یہ بات آگئی، اور مسلمہؓ مقابلہ مین آئے، خوش قسمتی سے دوہی ایک ہاتھ مین رومی کو گرادیا، اور اس طرح سے ان لوگون کی جان بچ گئی، ان کے چھوٹنے کے بعد رومیون کو معلوم ہوا کہ ان مین اسلامی لشکر کے سپہ سالار عمرو بن العاصؓ بھی تھے، مگر اب سوائے پشیمانی کے اور کیا ہوسکتا تھا، اس لیے ہاتھ مل کر رہ گئے، عمرو بن العاصؓ مسلمہؓ کو ڈانٹنے پر بہت نادم تھے، اس لیے رہائی کے بعد سب سے پہلے ان سے معافی مانگی، مسلمہؓ نے نہایت خوش دلی سے معاف کردیا، اور پھر بدستور محاصرہ مین مشغول ہوگئے، اسکندریہ کے محاصرہ کو قریب دوسال ہوچکے تھے، لیکن ہنوز روز اول تھا، حضرت عمرؓ اس تاخیر سے بہت پریشان تھے، چنانچہ انھون نے لکھ بھیجا کہ تم لوگ دوسال سے جمے ہوئے ہو، لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ نہ نکلا، معلوم ہوتا ہے رومیون کی طرح تم بھی عیش وعشرت اور ہوا وہوس مین پڑکر اپنے فرائض اور خلوص نیت کو بھول گئے، جس وقت تم کو میرا خط ملے، لوگون کے سامنے جہاد پر تقریر کردو، اور جن چار آدمیون کو مین نے بھیجا تھا، ان کو فوج کے آگے کرکے جمعہ کے دن حملہ کردو، عمرو ابن العاصؓ نے فوج کو یہ خط سنادیا، اس سے ان لوگون مین نیا جوش پیدا ہوگیا، اور

فوج کو مرتب کر کے حضرت عبادہ بن صامتؓ کے نیزے پر جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، اپنا عمامہ لٹکا کر ان کے حوالہ کیا کہ یہ علم لیجیے اور آپ اس فوج کے سردار ہیں، حضرت عبادہؓ نے اس جوش وخروش سے حملہ کیا کہ پہلے ہی حملہ میں رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کو خشکی وتری جس راستہ سے جدھر راہ ملی بھاگ نکلے، عمرو بن العاصؓ نے ایک ہزار آدمی متعین کر کے خشکی کی سمت رومیوں کا تعاقب کیا، ادھر وہ تعاقب میں مصروف تھے، رومیوں نے بحری راستہ سے پلٹ کر حملہ کر دیا، اور جس قدر مسلمان ملے بیدریغ قتل کر دیے، عمرو بنؓ العاص کو معلوم ہوا تو تعاقب چھوڑ کر لوٹ پڑے، رومیوں کا یہ حملہ صرف اتفاقی تھا، ان کی قوت ٹوٹ چکی تھی، اس لیے عمرو بن العاصؓ کو دوبارہ کوئی زحمت پیش نہیں آئی، اور آسانی سے زیر کر لیا، اور معاویہؓ بن خدیج کو فتح کا مژدہ سنانے کے لیے دار الخلافہ روانہ کیا، وہ بعجلت منزلیں طے کرتے ہوئے ٹھیک دوپہر کے وقت مدینہ پہنچے، اور سیدھے مسجد نبوی میں چلے گئے، اتفاق سے اس وقت حضرت عمرؓ کی لونڈی اس طرف سے گذری، اس نے انھیں مسافرانہ شکل میں دیکھ کر پوچھا تم کون ہو؟ کہا معاویہ بن خدیج، عمرو بن العاصؓ کا قاصد، اس نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی، آپ نے فوراً طلب کیا، ان کے پہنچتے پہنچتے وہ خود اُٹھنے کو تیار ہو رہے تھے، دیکھنے کے ساتھ ہی پوچھا کیا خبر لائے، عرض کیا، خدا نے کامیاب کیا، یہ مژدہ سنکر حضرت عمرؓ نے اسی وقت منادی کرائی اور مسجد نبوی میں تمام مسلمانوں کے سامنے خود معاویہؓ کی زبان سے فتح کے حالات سنوائے، پھر پوچھا کہ تم سیدھے مسجد میں کیوں چلے گئے، عرض کیا، دوپہر کا وقت تھا، میں نے خیال کیا کہ آپ آرام فرماتے ہوں گے، جواب دیا، کیا میں دن کو سو کر رعایا کو تباہ کرتا۔[1]

[1] یہ تمام تفصیلات مقریزی ج ا ص ۲۶۳ تا ۲۶۶ سے ماخوذ ہیں، اور بعض بعض واقعات طبری سے لیے گئے ہیں۔

اگرچہ اسکندریہ کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا تھا، لیکن شہر کے امن و امان میں کوئی فرق نہیں آنے پایا، اور عام آبادی میں سے کسی کو قتل یا قید نہیں کیا گیا[۱]، بلکہ جزیہ اور خراج تشخیص کرنے کے بعد کامل امن و امان ہو گیا،

مصر کی تسخیر کے بعد اگرچہ وہاں رومیوں کی قوت بالکل ٹوٹ چکی تھی، تاہم منتشر طور پر جا بجا ابھی ان کی آبادیاں باقی رہ گئی تھیں اسلئے عمرو بن العاصؓ نے ہر طرف تھوڑی تھوڑی فوجیں روانہ کر دیں، تاکہ آئندہ بغاوت کا خطرہ باقی نہ رہے، چنانچہ خارجہؓ بن حذافہ نے فیوم، اشمونین، بشرودات اخمیم اور صعید، مصر کے تمام مواضعات لیے، اور عمیر بن وہب نے تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ شطا، دقہلا، بوصیر وغیرہ پر قبضہ کر لیا، اور یہاں کی کل آبادی نے فسطاط کے شرائط پر صلح کر لی،[۲] اور عقبہ بن عامر یا وردان نے مصر کی آبادیوں پر قبضہ کیا، اور مصر و اسکندریہ پر پورا تسلط ہو گیا،

فتوحات مغرب برقہ عمرو بن العاصؓ کی فتوحات کا سیلاب اسکندریہ پہنچنے کے بعد برقہ کی طرف مڑا، برقہ فسطاط سے ہیں پچیس منزل کی مسافت پر اسکندریہ اور طرابلس کے درمیان ایک زرخیز، سیر حاصل اور آباد رقبۂ زمین تھا، یہاں کی آبادی بہت مرفہ الحال تھی، یہ قطعہ متعدد شہروں پر مشتمل تھا، انطابلس یہاں کا بڑا شہر تھا،[۳] یہ لوگ حکومت مصر کے باجگذار تھے، عمرو بن العاصؓ نے انطابلس پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا، برقہ والے بہت نرم خو اور اطاعت شعار تھے، اسلیے بلا کسی مزاحمت کے جزیہ قبول کر لیا، اور تیرہ ہزار دینار سالانہ پر صلح ہو گئی،[۴]

زویلہ برقہ سے فارغ ہو کر عقبہؓ بن نافع کو زویلہ روانہ کیا، یہ سوڈان کی سرحد پر ایک آباد شہر تھا، برقہ اور زویلہ کی درمیانی آبادیوں نے بلا کسی جنگ کے خود سے اطاعت قبول کر لی،[۵]

---

[۱] فتوح البلدان ص ۲۲۸ [۲] ایضاً ص ۲۲۴ [۳] معجم البلدان "برقہ" [۴] بلاذری ص ۲۳۱ [۵] ایضاً ص ۲۳۲

زویلہ والون نے بھی بخوشی جزیہ دینا منظور کرلیا،

طرابلس المغرب زویلہ کے بعد طرابلس کا رخ کیا، طرابلس بحر روم کے ساحل پر آباد ہے، یہ مقام اس زمانہ مین افریقیہ کے ممتاز ترین مقامات مین تھا، عمرو بن العاصؓ نے طرابلس کے مشرق مین فوجین اتار دین، اور نہایت اہتمام سے اس کا محاصرہ کیا، دو مہینہ تک برابر محاصرہ جاری رہا، لیکن کہین سے اندر جانے کا راستہ نہ ملتا تھا، ایک دن کچھ مسلمان شکار کو نکلے، واپسی مین دھوپ سخت تھی، اس لیے یہ لوگ دریا کے کنارہ کنارہ واپس ہوئے، شہر کے قریب پہنچکر دیکھا کہ شہر اور دریا کے درمیان کوئی فصیل یا شہر پناہ وغیرہ نہین ہے، اور دریا کے گھٹاؤ کی وجہ سے درمیان مین خشک راستہ بھی چھوٹا ہوا ہے، انھون نے آکر فوراً عمرو بن العاصؓ کو اطلاع دی، چنانچہ مسلمان اسی وقت حملہ کے لیے تیار ہوگئے، اور اسی راستہ سے فوراً حملہ کردیا، اس ناگہانی حملہ سے شہر والے بالکل بدحواس ہوگئے، دریائی راستہ سے بھاگنا آسان نہ تھا، کیونکہ درمیان مین مسلمان حائل تھے، اس لیے شہر ہی مین کشت و خون ہوا، چونکہ مسلمانون کا حملہ بالکل اچانک تھا، طرابلس والے پہلے سے تیار نہ تھے، اس لیے تسخیر مین زیادہ دشواری نہ ہوئی، اور آسانی سے زیر کرلیا،[۱]

سبرہ طرابلس سے آگے بڑھکر سبرہ ایک شہر پڑتا تھا، طرابلس کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاصؓ خود وہین رہے اور تھوڑی فوج سبرہ بھیجدی، یہ لوگ علی الصباح سبرہ پہنچ گئے، اہل شہر طرابلس کے واقعہ سے لاعلم تھے، اس لیے حسب معمول صبح سویرے شہر کا پھاٹک کھول کر اپنے اپنے کار و بار مین لگ گئے، مسلمانون نے یلغار کرکے زبردستی شہر مین داخل ہوکر قبضہ کرلیا، اور کشت و خون کی نوبت نہین آئی،[۲]

[۱] معجم البلدان ج ۶ ص ۳۵ و ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹ [۲] ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰

ان مہموں کے بعد عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ طرابلس فتح ہو چکا ہے، افریقہ (تونس، مراکش اور الجزائر وغیرہ) یہاں سے صرف نو دن کی مسافت پر ہے، اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو آگے پیش قدمی کیجائے، لیکن وہاں سے امتناعی حکم آگیا کہ افریقہ کے باشندے شورش پسند ہیں، اپنے حکمرانوں سے ہمیشہ بغاوت کرتے ہیں، اس لیے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ عمرو بن العاصؓ نے آگے پیش قدمی روک دی[1]

مصر کی گورنری اور اسکندریہ کی بغاوت

ان فتوحات کے بعد حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر کی حکومت پر سرفراز کیا، کچھ دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، اور حضرت عثمانؓ سریر آرائے خلافت ہوئے، اسی زمانہ میں اسکندریہ والوں نے بغاوت کر دی، اس کا سبب یہ ہوا کہ رومی اسکندریہ پر مسلمانوں کے قبضے کے وقت سے ہمیشہ اسکے واپس لینے کی فکر میں رہتے تھے، اسکندریہ بحر روم میں ان کی نہایت اہم بندرگاہ تھی، اس کے نکل جانے کے بعد ان تمام افریقی مقبوضات خطرہ میں پڑ گئے تھے، چنانچہ انھوں نے اسکندریہ کی رومی آبادی سے خط و کتابت کر کے اس کو بغاوت پر آمادہ کر لیا، اور ان کی مدد کے لیے قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر بھیجا، لیکن قبطی آبادی نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا، اور مقوقس صلح پر قائم رہا، عمرو ابن العاصؓ کو معلوم ہوا تو وہ مقابلہ کو نکلے، دونوں میں سخت معرکہ ہوا، رومی شکست کھا کر اسکندریہ کے اندر داخل ہو گئے، مسلمانوں نے شہر کے اندر داخل ہو کر جہاں تک ہو سکا مارا، منویل خصی رومی سپہ سالار مارا گیا، جب یہاں بھی پناہ نہ ملی تو اسکندریہ سے نکل کر بھاگے، اور چونکہ قبطیوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا تھا، اس لیے جذبۂ انتقام میں ان کی آبادیوں کو لوٹتے ہوئے نکل گئے، بدحواسی میں اپنی حامیوں کو بھی تاخت و تاراج کر دیا، جب مسلمانوں کا کامل تسلط ہو گیا تو قبطی عمرو بن العاصؓ کے پاس فریاد

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۳

لے کر آئے کہ رومیون نے ہمارا سارا مال و متاع لوٹ لیا ہے، ہم نے مسلمانون سے بغاوت نہین کی تھی، اس لیے ہم کو واپس دلایا جائے، انھون نے شناخت کرا کے جن جن لوگون کا مال تھا واپس کرا دیا، اور آیندہ بغاوت کے خطرہ سے بچنے کے لیے اسکندریہ کی شہر پناہ تڑوا دی[1]

معزولی

۲۶ھ مین حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر کی گورنری سے علیحدہ کر دیا، حضرت عثمانؓ پر انکے مخالفین کیجانب سے جو اعتراضات کیے جاتے ہین ان مین سے ایک یہ بھی ہو کہ انھون نے اتنے بڑے فاتح اور سپہ سالار کو معزول کر کے دانشمندی کا ثبوت نہین دیا، جس نے مصر، اسکندریہ اور طرابلس کا تختہ الٹ دیا تھا لیکن درحقیقت حضرت عثمانؓ ان کی معزولی پر مجبور ہو گئے تھے، وہ بلا وجہ معزول نہین کرتے تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین: وکان لا یعزل احداً الا عن شکاۃ او استعفاۃ یعنی حضرت عثمانؓ کبھی کسی کو بغیر شکایت یا استعفاء کے معزول نہین کرتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ بہم اس قسم کے حالات پیش آتے گئے کہ حضرت عثمانؓ کو ان کی معزولی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا، مصر کی فتح کے بعد سے برابر عمرو بن العاصؓ ہی یہان کے حکمران رہے، البتہ حضرت عمرؓ نے اپنے آخر عہد خلافت مین مصر کے ایک چھوٹے حصہ کا جو سعید مصر کے نام سے موسوم ہے، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو والی بنایا تھا، لیکن یہ تقرر بھی عمرو بن العاصؓ پر بار تھا، اور وہ مصر مین کسی کو بھی اپنے سوا نہ دیکھنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی زندگی مین ان کی ہیبت سے عبد اللہؓ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے، آپ کی وفات کے بعد ہی حضرت عثمانؓ سے عبد اللہؓ کی معزولی کی درخواست کی، لیکن آپ نے قبول نہ کی،[2]

مصر نہایت زرخیز ملک ہے لیکن عمرو بن العاصؓ کے زمانہ مین اس کی زرخیزی کے تناسب سے خراج نہ ملتا تھا، اور حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے اس کی شکایت چلی آتی تھی،

---

[1] طبری ج ۵ ص ۲۸۱۴ [2] کتاب الولاۃ کندی ص ۱۰

حضرت عمرؓ نے اس بارہ مین ان کو ایک سخت خط بھی لکھا تھا، یہ خط اور اس کا جواب مقریزی مین موجود ہے[1]، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بھی یہ شکایت برابر قائم رہی، انھون نے بھی ان کو لکھا، مگر عمرو بن العاصؓ نے صاف جواب دیا کہ "گائے اس سے زیادہ دودھ نہین دے سکتی"

اس جواب پر حضرت عثمانؓ نے خراج کا عہدہ ان سے نکال کر عبد اللہ بن سعدؓ کے متعلق کر دیا، عمرو بن العاصؓ عبد اللہ بن سعدؓ کا تعلق سعید مصرہی سے مشکل برداشت کیے ہوئے تھے، اس انتظامی تغیر نے دونون کے تعلقات اور زیادہ کشیدہ کر دیے، اور دونون ایک دوسرے کے خلاف دربار خلافت مین شکایات بھیجنے لگے، عبد اللہ بن سعد لکھتے کہ عمرو بن العاصؓ خراج کی وصولی مین رخنہ انداز ہوتے ہین، اور عمرو بن العاصؓ لکھتے کہ عبد اللہ جنگی تدبیرون مین رکاوٹ پیدا کرتے ہین[2]، اس لیے یہ دو عملی عرصہ تک نہ چل سکی، اور حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر سے معزول کرکے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو مستقل والی بنا دیا، یہ طبری اور ابن اثیر کی روایت ہے، لیکن کتاب الولاۃ اور حسن المحاضرہ کی روایت کے مطابق عمرو بن العاصؓ اسکندریہ کی بغاوت کے پہلے ہی معزول ہو چکے تھے، اور ان ہی کی معزولی سے اسکندریہ والون مین بغاوت کا حوصلہ پیدا ہوا تھا، اور بغاوت برپا ہونے کے بعد پھر حضرت عثمانؓ کو مجبور ہو کر ان کو اس کے فرو کرنے پر مامور کرنا پڑا، جب وہ بغاوت کا خاتمہ کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے ان کو امارت جنگ کے عہدہ پر بحال کرنا چاہا، لیکن انھون نے قبول نہ کیا اور جواب دیا کہ یہ نہین ہو سکتا کہ "سینگ مین پکڑون اور دودھ دوسرا دُہے"۔ اس روایت کے مطابق عمرو بن العاصؓ کی معزولی کا واقعہ ۲۵ھ مین پیش آیا، عمرو بن العاصؓ اپنی معزولی پر حضرت عثمانؓ سے اس درجہ برہم ہوئے کہ جب معزولی کے بعد مصر سے مدینہ آئے اور

[1] مقریزی ج ۱ ص ۱۲۵ [2] ابن اثیر ج ۳ ص ۵۳

حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ ان کی باتوں کا ٹھیک جواب بھی نہ دیتے تھے جس وقت ان سے اور حضرت عثمانؓ سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی، اس وقت یہ لبادہ پہنے ہوئے تھے، حضرت عثمانؓ نے پوچھا اس لبادہ مین کیا بھرا ہے، جواب دیا، عمرو بن العاصؓ، حضرت عثمانؓ نے کہا یہ تو مین بھی جانتا ہون، میرا مطلب یہ ہے کہ روئی ہے یا اور کوئی چیز؟ پھر پوچھا تم نے عبداللہ بن سعد کو مصر مین کس حالت مین چھوڑا، کہا جس حال مین آپ چاہتے تھے، پوچھا اس کا کیا مطلب، کہا اپنے نفس کے لیے قوی اور خدا کے لیے ضعیف، فرمایا مین نے ان کو تمھارے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی، جواب دیا آپ نے ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار ڈالا،[1] اس وقت عبداللہ بن سعد کا بھیجا ہوا خراج پہنچ چکا تھا، اور اس کی تعداد عمرو بن العاصؓ کے زمانہ کے خراج سے بہت زیادہ تھی، حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا "دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا" انھون نے کہا "ہان لیکن بچے بھوکے رہ جاتے ہین"[2] مگر عمرو بن العاصؓ معزولی کے بعد بھی حضرت عثمانؓ کے اسی طرح خیر خواہ رہے جس طرح معزولی کے قبل تھے، چنانچہ جب مصر سے باغیون کا گروہ چلا، اور حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاصؓ کو سمجھانے کے لیے بھیجا، انھون نے اپنے سابق اثر سے کام لیکر ان کو واپس کیا، اور شہر کے لوگون کو جمع کرکے حضرت عثمانؓ کی طرف سے صفائی پیش کی،[3]

حضرت عثمانؓ کو جب کبھی مشکلات پیش آتی تھین تو عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کرتے تھے، یہ نہایت خیر خواہی سے مشورہ دیتے تھے، سازش کے زمانہ مین جب باغیون نے اپنے مطالبات پیش کیے تو آپ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی، اس کے ایک رکن عمرو بن العاصؓ بھی تھے، تمام اراکین سے مشورہ کرنے کے بعد عمرو بن العاصؓ سے خاص طور پر ان کی رائے پوچھی، انھون

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۸ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۹ [3] ایضاً [4] ایضاً ص ۲۰۲ و ۲۰۳

نے کہا کہ آپ ضرورت سے زیادہ نرمی کرتے ہیں، گرفت کے موقعوں پر چشم پوشی کر جاتے ہیں، عمرؓ سے زیادہ آپ نے لوگون کو آزادی دے رکھی ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ ملکی انتظام میں اپنے پیشرو ابوبکرؓ و عمرؓ کے نقش قدم پر چلیے اور نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیجئے،[1]

عہدِ علیؓ و معاویہؓ

معزولی کے بعد عمرو بن العاصؓ نے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر فلسطین مین اقامت اختیار کر لی تھی، اور کبھی کبھی مدینہ آجاتے تھے، حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت مدینہ مین موجود تھے، لیکن جب دیکھا کہ فتنہ و فساد کے شعلے قابو سے باہر ہو گئے تو یہ کہکر کہ "عثمانؓ کے قتل مین جس کا ہاتھ ہوگا اس کو خدا ذلیل کرے گا، جو شخص ان کی مدد نہ کر سکتا ہو اس کو مدینہ چھوڑ دینا چاہیے"[2] خود شام چلے گئے، مگر دل برابر ان مین لگا رہا، ہر آنے جانے والے سے حالات پوچھ لیا کرتے تھے،[3] اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ کبریٰ پیش آیا، پھر جنگِ جمل کا ہنگامہ ہوا، مگر انھون نے دائرۂ عزلت سے باہر قدم نہین نکالا،

پھر جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ مین اختلاف شروع ہوا، اور حضرت علیؓ نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو بیعت کے لیے امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا، اور یہ مطالبہ کیا کہ بیعت کرو، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تو معاویہؓ نے اپنے خاندان والون سے مشورہ کیا، عتبہ بن ابی سفیان نے رائے دی کہ عمرو بن العاصؓ کو بلا کر ان سے مشورہ لو، عمرو بن العاصؓ اس وقت فلسطین مین تھے، بلا کر آئے،[4] معاویہؓ نے کہا اس وقت کئی مہمین درپیش ہین، محمد بن حنفیہ قید خانہ توڑ کر اپنے ساتھیون سمیت فرار ہو گئے ہین، قیصر روم علحدہ چڑھائی پر آمادہ ہے

[1] طبری ص ۲۹۴۵ [2] ایضاً ص ۳۲۵۰ [3] طبری کی ایک روایت یہ ہے کہ عمرو بن العاصؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سنکر خود آئے تھے،

تیسرا اور سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ علیؓ نے بیعت کا مطالبہ کیا ہے، اور انکار کی صورت مین جنگ پر آمادہ ہین، انھون نے مشورہ دیا کہ محمد بن حنفیہ کا تعاقب کراؤ، مل جائین تو فبہا ورنہ کوئی حرج نہین، قیصر روم کے قیدی چھوڑ کر اس سے مصالحت کر لو، علیؓ کا معاملہ البتہ بہت اہم ہے، مسلمان کبھی بھی تم کو ان کے برابر نہ سمجھین گے، معاویہؓ نے کہا وہ عثمانؓ کے قتل مین معاون تھے، امت اسلامیہ مین پھوٹ ڈال کر فتنہ پیدا کیا، عمرو بن العاصؓ نے کہا، لیکن تم کو سبقت اسلام اور قرابت نبویؐ کا شرف حاصل نہین ہے، اور مین تمھارے مقصد کے حصول کے لیے خواہ مخواہ کیون تمھاری مدد کرون، امیر معاویہؓ نے کہا آخر کیا چاہتے ہو، عمرو بن العاصؓ نے کہا "مصر" معاویہؓ نے کہا تم مصر چاہتے ہو اور مصر کسی طرح عراق سے کم نہین ہے، عمروؓ نے کہا ہان، لیکن مصر کا مطالبہ اس وقت ہے، جب علیؓ کو تم مغلوب کر چکے ہوگے، اور دنیا تمھارے زیر نگین ہوگی، اس گفتگو کے بعد عمرو بن العاصؓ اپنی قیام گاہ پر چلے گئے، عتبہ نے معاویہ سے پھر اصرار کیا کہ مصر دیکر کیون نہین فائدہ اٹھاتے، ان کے اصرار پر معاویہؓ راضی ہوگئے، اور دوسرے دن صبح کو عمرو بن العاصؓ نے مصر دینے کا تحریری وعدہ کر لیا،[۱]

عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ پہلے عمائد شام کے دلون مین یہ بٹھا دو کہ عثمانؓ کی شہادت مین علیؓ کا ہاتھ تھا، پھر ان کو ان کی مخالفت پر آمادہ کرو، ورنہ کامیابی ناممکن ہے، اور سب سے پہلے شرحبیل بن سمط کندی کو جو شام کے بااثر آدمی ہین یقین دلا کر اپنا ہمخیال بناؤ، غرض امیر معاویہؓ نے ان کی بتائی ہوئی تدبیرون سے عمائد شام کو یقین دلا دیا کہ عثمانؓ کے خون بےگناہی سے علی کا ہاتھ بھی رنگین ہے، شرحبیل کو پورا یقین ہوگیا، اور انھون نے شام کا دورہ کرکے لوگون کو حضرت علیؓ کے خلاف ابھارنا شروع کیا،[۲] اور معاویہؓ نے

[۱] یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۷ [۲] اخبار الطوال ص ۱۶۷ و ۱۶۹

خلیفہ مظلوم کے خون آلود پیراہن، اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی نمایش کرکے سارے شام میں آگ لگادی، لوگ آتے تھے اور یہ المناک نظارہ دیکھ دیکھ کر روتے تھے، یہانتک کہ انھوں نے قسم کھائی کہ جب تک قاتلینِ عثمان کو قتل نہ کرین گے اس وقت تک نہ بستر پر بیٹھین گے، نہ عورتون کو چھوین گے،[1]

اس کے بعد طرفین نے جنگی تیاریان شروع کردین، اور عمرو بن العاصؓ شامی فوج کے امیر العسکر مقرر ہوئے، اور وہ المناک جنگ شروع ہوئی جو تاریخ اسلام مین جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے، اس جنگ کا سلسلہ مدتون رہا، آخری فیصلہ کن معرکہ کے بعد جب عمرو بنؓ العاص کو یقین ہوگیا کہ اب شامی زیادہ دیر تک میدان مین نہین ٹھہر سکتے تو یہ تدبیر کی کہ نیزون پر قرآن آویزان کرکے اعلان کرادیا کہ کتاب اللہ سے جو فیصلہ ہوجائے اس پر ہم راضی ہین، قرآن کے اٹھتے ہی کوفیون نے جنگ سے ہاتھ روک لیا، حضرت علیؓ لاکھ سمجھاتے رہے کہ یہ محض فریب ہے، لیکن کسی نے نہ سنا، جب اختلاف کا خطرہ بڑھا تو آپ بھی چار وناچار آمادہ ہوگئے،

دوسرے دن امیر معاویہؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ تحکیم کا طریقہ کیا ہوگا، انھون نے کہا ایک حکم تمھارا ہو اور ایک ہمارا، دونون کتاب اللہ کی رو سے جو فیصلہ کردین وہ دونون کے لیے واجب التسلیم ہوگا، غرض عمرو بن العاصؓ شامیون کی جانب سے اور ابو موسیٰ کوفیون کی جانب سے حکم مقرر ہوئے اور ثالثی نامہ تحریر ہوا کہ "حکمین اختلاف امت کا خیال رکھتے ہوئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے عدل وانصاف کے ساتھ جو فیصلہ کردین گے، وہ طرفین کے لیے واجب التسلیم ہوگا، اور جو فریق اس کو نہ مانے گا اس کے خلاف دونون حکم مدد دین گے، اگر درمیان مین کوئی حکم مرگیا تو اس فریق کو دوسرا حکم مقرر کرنے کا اختیار ہوگا، اس ثالثی کے بعد دونون

[1] طبری ج ۷، ص ۳۲۵۵

نے اپنی اپنی فوجین ہٹالین، اور عمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے تبادلۂ خیالات شروع ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے،

عمرو بن العاصؓ ، آپ کو معلوم ہے کہ عثمانؓ مظلوم شہید کیے گئے،

ابو موسیٰؓ ، بیشک،

عمرو بن العاصؓ ، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ معاویہؓ اور آل معاویہ ان کے طرفدار ہین،

ابو موسیٰؓ ، یہ بھی صحیح ہے،

عمرو بن العاصؓ ، ایسی صورت مین قرآن کا یہ حکم ہے "من قتل فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا" اس کے علاوہ نسباً بھی وہ قریشی ہین، ہان سابقین اولین مین نہین ہین، یہ کوئی ایسا مانع نہین ہے، اس کے علاوہ ان مین اور بہت سے اوصاف موجود ہین، انھون نے خلیفۂ مظلوم کی حمایت کی، حسن تدبیر اور حسن سیاست مین یگانہ ہین، ام المومنین ام حبیبہؓ کے بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہین،

ابو موسیٰؓ ، عمرو بن العاص! خدا کا خوف کرو، تم نے معاویہ کے جو فضائل بیان کیے ان مین سے کوئی بھی ایسے نہین ہین، جو ان کو خلافت کا مستحق بناتے ہون، اگر محض شرافت پر استحقاق خلافت کا انحصار ہوتا تو آل ابرہہ ان سے زیادہ مستحق ہوتے، خلافت محض اہل دین اور صاحب فضل افراد کا حق ہے، اگر شرف کی بنیاد پر مین کسی کو خلافت دیتا تو سب سے زیادہ علیؓ مستحق تھے، اور تمھاری یہ دلیل کہ انھون نے عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا بار اٹھایا ہے، ایسی نہین ہے جس سے انکو مہاجرین اولین پر فضیلت حاصل ہو سکے، تم مانتے ہو تو مانو لیکن مین کسی حالت مین اس کو نہین مان سکتا، رہی یہ طمع کہ معاویہ کے نزدیک میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی، یا ان سے مجھکو مالی فائدہ حاصل ہوگا، تو یہ مجھ پر کوئی اثر نہین ڈال سکتی، خدا کے معاملہ مین مین رشوت ستانی گوارا نہین کر سکتا، ہان اگر تم چاہو تو عمر بن الخطاب

من بھی علی کو معزول کرتا ہون، لیکن معاویہ کو برقرار رکھتا ہون"۔

عمرو بن العاصؓ کے اس فیصلہ سے مجمع مین سناٹا چھا گیا، ابو موسیٰؓ نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ تلوارین میان سے نکل آئین لیکن شامیون نے فوراً حضرت ابو موسیٰؓ کو اونٹ پر بٹھا کر مکہ روانہ کردیا، اور عمرو بن العاصؓ بھی ہٹ گئے،

مصر پر حملہ

اس فیصلہ کے بعد عمرو بن العاصؓ نے مصر لینے کے لیے مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج کندی سے خط وکتابت شروع کی، یہ دونون حضرت عثمانؓ کی شہادت سے بہت متاثر اور حضرت علیؓ کے مخالف تھے، اس لیے دونون ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے، اس کے بعد عمرو بن العاصؓ چھ ہزار فوج لیکر روانہ ہوگئے، اس وقت محمد بن ابی بکر حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، عمرو بن العاصؓ نے ان کو خط لکھا کہ مصر والے تمھارے مخالف ہین، لڑائی مین ایک شخص بھی تمھارا ساتھ نہ دیگا، لہٰذا تم مصر چھوڑ دو، مین خواہ مخواہ تمھارے خون سے اپنا ہاتھ نہین رنگنا چاہتا، محمد نے یہ خط حضرت علیؓ کے پاس بھیجدیا، وہان سے مقابلہ کرنے کا حکم آیا، محمد بن ابی بکرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مقابلہ کی اطلاع دیدی، عمرو بن العاصؓ دس ہزار آدمی لیکر بڑھے، محمد بھی میدان مین آئے، اور ایک خونریز مقابلہ کے بعد مصری فوج کے قوتِ بازو کنانہ مارے گئے، ان کا گرنا تھا کہ مصریون کے پاؤن اکھڑ گئے، عمرو بن العاصؓ محمد بن ابی بکر کی طرف بڑھے، مگر وہ شکست کے آثار دیکھکر پہلے نکل گئے تھے، عمرو بن العاصؓ نے ہر طرف آدمی دوڑائے، اور وہ گرفتار کرکے لائے گئے، اس وقت بہت پیاسے تھے لیکن شامیون نے پانی تک نہ دیا، اور وہ تشنہ لب قتل کردیے گئے، اور مصر پر عمرو بن العاصؓ کا قبضہ ہوگیا،

عمرو بن العاصؓ پر قاتلانہ حملہ

نہروان مین خارجیون کی شکست اور قتل عام سے ان کے بقیہ افراد مین انتقام کا جذبہ بہت ترقی کرگیا تھا، اس لیے ابن ملجم، برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکر التمیمی

کا نام زندہ کر دین،

عمرو بن العاصؓ ، اگر آپ ابن عمرؓ پر راضی ہین تو میرے لڑکے مین کیا خرابی ہے، اس کے فضائل سے آپ اچھی طرح واقف ہین،

ابو موسیٰؓ، تمھارا لڑکا یقیناً بہت سچا ہے، مگر تم نے اس کو اس فتنہ مین مبتلا کر کے محفوظ نہ چھوڑا،

عمرو بن العاصؓ، خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہیے جس کے دو داڑھ ہون، ایک سے خود کھائے، دوسرے سے لوگون کو کھلائے،

ابو موسیٰؓ ، مسلمانون نے بڑی جنگ وجدل کے بعد یہ کام ہمارے سپرد کیا ہی، خدارا اب دوبارہ ان کو فتنہ مین نہ ڈالو،

غرض دونون باہمی تبادلہ خیالات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کر کے نئے سرے سے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے کہ کشت و خون کسی طرح بند ہو، چنانچہ مقررہ تاریخ پر دومۃ الجندل مین فریقین جمع ہوئے، جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تو عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ آپ میرے بزرگ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب صحابی ہین، اس لیے پہلے آپ فیصلہ سنائیے، ابو موسیٰؓ کھڑے ہوئے اور لوگون کو مخاطب کر کے کہا کہ صاحبو! بہت غور و فکر کے بعد ہم دونون اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کیے بغیر امت کی اصلاح نہین ہو سکتی، اس لیے مین نے ان دونون کو معزول کیا، اب آپ لوگون کو اختیار ہے جس کو خلافت کا اہل سمجھین اس کو اپنا خلیفہ بنا لین، ابو موسیٰؓ کے فیصلہ سنانے کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا،

"آپ لوگون نے ابو موسیٰؓ کا فیصلہ سن لیا، انھون نے علی اور معاویہ دونون کو معزول کیا،

نے مشورہ کیا کہ سارا فساد علی، معاویہ، اور عمرو بن العاص کی وجہ سے ہے اس لیے انکا قصہ پاک کردینا چاہیے، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینوں نے تینوں اشخاص پر خفیہ حملہ کیا، ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا، برک بن عبد اللہ نے معاویہ پر حملہ کیا، مگر زخم اوچھا لگا، اس لیے بچ گئے، عمرو بن بکر عمرو بن العاص پر متعین تھا، مگر اتفاق سے اس دن عمرو بن العاصؓ کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لیے ان کے بجائے خارجہ بن حذافہ نماز پڑھانے نکلے، عمرو نے ان ہی کو عمرو بن العاصؓ سمجھکر قتل کر دیا،[1]

مصر کی گورنری مصر اور شام پر امیر معاویہؓ کے مستقل قبضہ کے بعد ان میں اور عمرو بن العاصؓ میں مصر کے معاملہ میں شکر رنجی ہوگئی، مگر معاویہ بن خدیج نے درمیان میں پڑکر صلح کرادی، اور معاویہ نے عمرو ابن العاصؓ کو چند شرائط کے ساتھ مصر کا والی بنادیا، ان شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ معاویہ کے اطاعت گذار رہیں گے، مزید توثیق کے لیے عہدنامہ لکھا گیا، اور اس پر شاہدوں سے دستخط لیے گئے،[2]

وفات عمرو بن العاصؓ نے باختلاف روایت سنہ ۴۳ھ یا سنہ ۴۷ھ یا سنہ ۵۱ھ میں مصر ہی میں اپنے عہد حکومت میں بیمار ہوئے، عمر کافی پاچکے تھے، زندگی کی زیادہ امید نہ تھی، اس لیے مرض الموت میں اپنی گذشتہ لغزشوں پر بہت نادم تھے،

ابن عباسؓ عیادت کو آئے، سلام کے بعد پوچھا، ابو عبد اللہ کیا حال ہے؟ جواب دیا کیا پوچھتے ہو، دنیا کم بنائی مگر دین زیادہ بگاڑا، اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا، اگر آخر عمر کی آرزو فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا، اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا، مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں،

[1] یہ تمام تفصیلات طبری سے ماخوذ ہیں [2] طبقات ابن سعد قسم ۲ ج ۴ ص ۶

نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں، اے بھتیجے! مجھکو کوئی ایسی نصیحت کر کہ اس سے فائدہ اٹھاؤں"۔ ابن عباسؓ نے کہا افسوس اب وہ وقت کہاں، اب وہ بھتیجا بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی ہو گیا ہے، اگر آپ رونے کے لیے کہیں تو میں رونے کو تیار ہوں، مقیم سفر کا کیسے یقین کر سکتا ہے، عمرو بن العاصؓ نے کہا، اس وقت اسی برس سے کچھ اوپر میری عمر ہے، اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے ناامید کرتا ہے، خدایا! یہ ابن عباس مجھکو تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے، ابھی تو مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ راضی ہوجا، ابن عباسؓ نے کہا، ہیہات ابو عبداللہ جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی، اور جو دے رہے ہو وہ پرانی ہے، عمرو بن العاصؓ نے کہا ابن عباس! تم کو کیا ہو گیا ہے، جو بات میں کہتا ہوں تم اس کا الٹا کہتے ہو[1]،

ابن شماسہ مہری کہتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کو گئے، وہ دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے، ان کے بیٹے عبداللہ نے دلاسا دیا کہ ابا کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارتیں نہیں دی ہیں؟ جواب دیا "میرے پاس افضل ترین دولت لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے، مجھ پر زندگی کے تین دور گذر رہے ہیں، ایک وہ دور تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا، اور میری سب سے بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر دوں، اگر اس حالت میں مرجاتا تو میرے لیے دوزخ یقینی تھی، پھر اللہ عز و جل نے میرے دل میں اسلام ڈالا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہاتھ پھیلایئے میں بیعت کروں گا، آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے سمیٹ لیا، فرمایا، عمرو بن العاصؓ! تم کو کیا ہو گیا، میں نے عرض کیا، میں ایک شرط چاہتا ہوں، فرمایا وہ کونسی شرط ہے، میں نے عرض کیا میری مغفرت ہو جائے، فرمایا، عمرو بن العاص! کیا تم کو معلوم نہیں کہ

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۹

اسلام اپنے پہلے تمام گناہون کو کالعدم کر دیتا ہے، ہجرت اپنے پہلے کے گناہون کو مٹا دیتی ہے، حج اپنے پہلے کے گناہون کو گرا دیتا ہے، اس کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ میرا کوئی محبوب رہا اور نہ ان سے زیادہ میری نگاہ مین کوئی بزرگ باقی رہا، مین آپ کی انتہائی عظمت وہیبت کی وجہ سے آپ کو نظر بھر نہین دیکھ سکتا تھا، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے تو مین نہین بتا سکتا کہ مین نے نظر بھر کبھی دیکھا ہی نہین، اگر اس حالت مین مرجاتا تو جنت کی امید تھی، پھر تیسرا دور آیا جس مین مین نے مختلف قسم کے اعمال کیے، اب مین نہین جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا، جب مین مرجاؤن تو نوحہ کرنے والیان میرے ساتھ نہ جائین، نہ جنازہ کے پیچھے آگ جائے، دفن کرتے وقت مٹی آہستہ آہستہ ڈالی جائے، دفن کرنے کے بعد اتنی دیر قبر کے پاس رہنا جب تک جانور ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم ہو جائے، تاکہ مین تمھاری وجہ سے مانوس ہو جاؤن اور یہ غور کر لون کہ اپنے رب کے قاصدون کو کیا جواب دون[1]"

موت کے وقت اپنے محافظ دستے کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ مین تمھارا کیسا ساتھی تھا؟ جواب ملا کہ آپ ہمارے سچے ساتھی تھے، ہماری عزت کرتے تھے، ہم کو دل کھول کر لیتے دیتے تھے، یہ سلوک کرتے تھے وہ کرتے تھے، کہا مین یہ سب سلوک اس لیے کرتا تھا کہ تم مجھکو موت سے بچاؤ گے، یہ موت سامنے کھڑی ہوئی کام تمام کرنا چاہتی ہے، اس کو کسی طرح سے میرے سامنے سے دور کرو، یہ عجیب فرمائش سنکر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے، کچھ دیر کے بعد بولے، ابا عبد اللہ! خدا کی قسم ہم کو آپ سے ایسی فضول بات سننے کی امید نہ تھی، آپ جانتے ہین کہ موت کے مقابلہ مین ہم آپ کے کچھ کام نہین آسکتے، عمرو بن العاص رض نے کہا کہ مین نے یہ جانتے ہوئے تم سے ایسی فرمائش کی تھی کہ تم موت کے مقابلہ مین میری کوئی مدد نہین کرسکتے

---

[1] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ،

کاش میں نے تم میں سے کسی کو اپنی حفاظت کے لیے نہ رکھا ہوتا، افسوس ابن ابی طالب سچ کہتے تھے کہ "انسان کی محافظ خود اس کی موت ہے" خدایا میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں، اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی تو میں ہلاک ہو جاؤں گا[1]"

اس کے بعد اپنے صاحبزادہ سے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو پہلے معمولی پانی سے نہلا کر کپڑے سے خشک کرنا، پھر تازہ اور صاف پانی سے نہلانا، تیسری مرتبہ کافور آمیز پانی سے غسل دینا، اور کپڑے سے خشک کرنا، کفناتے وقت ازار کس کر باندھنا کہ میں مخاصم ہونگا، جنازہ درمیانی چال سے لے چلنا، لوگوں کو جنازہ کے پیچھے رکھنا، کہ اس کے آگے ملائکہ چلتے ہیں، اور پچھلا حصہ بنی آدم کے چلنے کے لیے ہے، قبر میں رکھنے کے بعد مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا، پھر دعا، میں مصروف ہو گئے کہ الہٰا تو نے حکم دیا، میں نے عدول حکمی کی، تو نے ممانعت کی، میں نے نافرمانی کی، میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں، طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں، ہاں لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ یہی کہتے کہتے جان، جاں آفرین کے سپرد کردی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ[2]،

یکم شوال ۴۳ھ بعد نماز عید الفطر آپ کے صاحبزادہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مقطم میں سپرد خاک کیے گئے[3]،

اولاد | دو لڑکے تھے، عبد اللہ اور محمد، دونوں خولہ بنت حمزہ کے بطن سے تھے،

فضل و کمال | اسلام کے بعد عمرو بن العاصؓ کی عمر کا زیادہ حصہ میدان جنگ میں گذرا، اسلیے سرچشمۂ علم و عرفان سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملا، پھر بھی علم کی دولت سے بالکل تہی دامن نہ تھے،

قراۃ قرآن | قرآن مجید بہت سے فنون کا مجموعہ ہے، اس کی قرأت بھی مستقل فن ہے، عمرو بن العاص

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۸ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۱۷ و مستدرک جلد ۳ ص ۴۵۴

کو قراۃ قرآن سے خاص ذوق تھا، اور قرآن بہت صاف و واضح پڑھتے تھے،[1]

علم حدیث اور اسکی اشاعت

اگرچہ عمرو بن العاصؓ کو لڑائیوں کی شرکت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا موقع کم ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان میں خوشہ چینی سے غافل نہ رہے، اور اقوال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصی تعداد ان کے حصے میں آئی، ان کی مرویات کی تعداد ۳۹ ہے، ان میں تین متفق علیہ ہیں، اور ایک میں بخاری اور تین میں مسلم منفرد ہیں[2]، حدیث کے اس سرمایہ کو تنہا اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، بلکہ دوسرے مسلمانوں تک پہنچایا، آپ کے مستفیدین کی تعداد بھی کافی ہے، ان میں آپ کے صاحبزادہ عبداللہ، غلام ابوقیس اور قیس بن ابی حازم، ابو عثمان نہدی، علی بن رباح لخمی، عبدالرحمن بن شماسہ، عروہ بن زبیر، محمد بن کعب، عمارہ بن حزیمہ وغیرہ قابل ذکر ہیں،[3]

تعلیم و تلقین

عمرو بن العاصؓ جنگی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ تعلیم و تلقین کا فرض بھی انجام دیتے تھے، چنانچہ سریۂ ذات السلاسل میں کامیابی کے بعد وہیں مقیم ہو کر نو مسلموں کو تعلیم دیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب دنیا طلبی کی ہوس زیادہ ہو گئی تھی، اس وقت لوگوں کے سامنے تقریر کرتے اور ان کو اسوۂ نبوی کی پیروی کی ہدایت کرتے تھے، علی بن رباح روایت کرتے ہیں کہ ایک دن عمرو بن العاصؓ منبر پر تقریر کر رہے تھے کہ "آج تم لوگوں کا حال یہ ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن چیزوں سے احتراز فرماتے تھے، تم ان کی طرف راغب ہو رہے ہو اور دنیا کی تمنا کرتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کنارہ کشی اختیار فرماتے تھے،[4]

---

[1] اصابہ جلد ۵ ص ۲، [2] تہذیب الکمال ص ۲۹۰، [3] تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۵۶،
[4] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۰۲

علم اجتہاد تمام مسائل میں علی الترتیب قرآن و حدیث سے کام لیتے تھے، لیکن جہاں ان دونوں سے رہ نمائی نہ ہوتی اور ان کے حل کرنے کا کوئی تیسرا ذریعہ نہ ہوتا تو اجتہاد سے کام لیتے، سریۂ ذات السلاسل میں ایک شب نہانے کی ضرورت پیش آگئی، جاڑا سخت تھا، نہانے میں بیماری کا خطرہ تھا، اور نہ نہانے کی صورت میں نماز جاتی تھی، چنانچہ اس موقع پر انھوں نے غسل کی حالت کو وضو پر قیاس کرلیا کہ پانی نہ ملنے یا بیماری کے خطرہ کی صورت میں تیمم جائز ہو جاتا ہے اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی، واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ عمرو بن العاص! تم نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھ لی، عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات بہت ٹھنڈی تھی، نہانے کی صورت میں ہلاکت کا خوف تھا، اس موقع پر مجھ کو قرآن کی یہ آیت یاد آگئی کہ لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما، اس لیے میں نے تیمم کرلیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس کر خاموش ہو گئے،[1]

ادب و انشا ادب و انشا میں ذوق سلیم پایا تھا، اپنے عہد کے بہترین انشا پردازوں میں تھے، اختصار، جامعیت اور بدیع تشبیہات ان کی انشا پردازی کی خصوصیات تھیں، تاریخ کی کتابوں میں ان کی ادبیت کی بہت سی مثالیں ہیں، بعض نمونے یہ ہیں، مشہور عام الرمادہ میں یعنی جس سال عرب میں قحط پڑا تھا، عمرو بن العاص کو مصر سے غلہ بھیجنے میں تاخیر ہوئی، تو حضرت عمر نے ان کو لکھا کہ

جب تم اور تمہارے ساتھی شکم سیر ہوں تو تم اس کی پروا نہیں کرتے کہ میں اور میرے ساتھی ہلاک ہو جائیں، المدد! المدد!، انھوں نے فوراً جواب دیا،

لبیک لبیک، میں اتنا بڑا اونٹوں کا قافلہ بھیجتا ہوں کہ اس کا اگلا سرا آپ کے پاس ہو،

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۰۳

اور پچھلا سرا میرے پاس،[۱]

حضرت عثمانؓ کے عہد مین ان کی معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، معزولی کے اسباب مین ایک سبب یہ بھی تھا کہ مصر کے خراج کی رقم کم وصول ہوئی تھی جب ان کی جگہ عبد اللہ ابن ابی سرح کا تقرر ہوا تو کمی کی شکایت جاتی رہی، چنانچہ مصر سے واپسی کے بعد اس بارہ مین ان سے اور حضرت عثمانؓ سے حسب ذیل گفتگو ہوئی،

عثمانؓ، تم عبد اللہ بن ابی سرح کو کس حال مین چھوڑ آئے۔

عمروؓ، جیسا آپ چاہتے تھے،

عثمانؓ، وہ کیا،

عمروؓ، اپنے نفس کے لیے قوی اور خدا کے لیے کمزور،

عثمانؓ، مین نے تو ان کو تمھارے نقشِ قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی،

عمروؓ، تو آپ نے ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا،

عثمانؓ، دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا (یعنی خراج زیادہ وصول ہوا)

عمروؓ، لیکن بچے بھوکے رہ گئے،[۲]

اسی طریقہ سے جب امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے قبرس پر حملہ کی اجازت مانگی، تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ سے سمندر کے حالات پوچھ بھیجے، انھون نے جواب لکھا،

انی رایت خلقاً عظیما یرکبہ خلق	مین نے ایک بڑی مخلوق (سمندر) دیکھی جس پر
صغیر کدود علی عود، ان مال	چھوٹی مخلوق اس طرح سوار ہوتی ہے جیسے لکڑی
عرق وان نجا برق،[۳]	پر کیڑا کہ اگر لکڑی ذرا بھی پلٹا کھائے تو کیڑا ڈوب جائے،

[۱] حسن المحاضرہ سیوطی ص ۶۸ [۲] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۹ [۳] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۵۴

اور اگر صحیح سلامت نکل جائے تو خوفزدہ ....

اور ہراسان رہ جائے، ....

حلیہ | پستہ قد، فربہ اندام، بالون مین سیاہ خضاب کرتے تھے، ایک مرتبہ اس قدر گہرا خضاب کیا کہ بال کوے کے پر کی طرح کالے ہوگئے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا، ابا عبدالرحمن! یہ کیا؟ عرض کی امیرالمومنین! مین چاہتا ہون کہ مجھکو آپ کسی قابل شمار کرین، اس کے بعد پھر انھون نے کوئی اعتراض نہین کیا،[1]

اخلاق وعادات | عمرو بن العاصؓ کو ابتلا وآزمایش کے مختلف دورون سے گذرنا پڑا اور ان مین وہ ایک صحابیٔ رسول کی حیثیت سے اپنا دامن نہ بچا سکے، اور اس قسم کی بعض لغزشین سرزد ہوگئین جو ایک صحابی کے مرتبہ سے فروتر ہین، تاہم وہ بارگاہ نبوی کے جلیس اور آپ کے صحبت یافتہ تھے، اس لیے ان لغزشون کے باوجود آپ کے وہ فضائل نظرانداز نہین کیے جا سکتے جو فیضان نبوت نے تمام صحابۂ کرام مین پیدا کردیے تھے، اسی لیے ایک دقیقہ رس نگاہ ان کے دامنِ عفاف مین خفیف بدنما دھبون کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی نقوش بھی دیکھتی ہے، جس سے ہر صحابی گل بدامن تھا،

قوتِ ایمان | قوتِ ایمان تمام فضائل کا سرچشمہ ہے، اسی سے تمام فضائل کا ظہور ہوتا ہے، عمرو بن العاصؓ کی ایمانی قوت کا خود زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف کیا ہے کہ اسلم الناس وامن عمرو بن العاص،[2] ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ ابنا العاص مومنان یعنی ھشام وعمرو،[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی واقعات سے بھی پوری تصدیق ہوتی ہے،

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۵۴ [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۵ [3] ایضاً ص ۳۵۳

ایک مرتبہ عمرو بن العاصؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا بھیجا کہ وہ لباس بدل کر اور ہتھیار لگا کر آئیں، یہ حسب الحکم حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے، نظر اٹھا کر دیکھا پھر نظر نیچی کر کے فرمایا کہ میں تم کو امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں، انشاء اللہ تم محفوظ رہو گے، اور مال غنیمت بھی ہاتھ آئے گا، اس سے تم کو بھی وافر حصہ ملے گا، عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مال کی طمع میں اسلام نہیں لایا، بلکہ اس کو دلی رغبت کے ساتھ قبول کیا، فرمایا مال صالح مرد صالح کے لیے بہتر ہے[1]، ایک موقع پر آپ نے فرمایا عمرو بن العاصؓ قریش کے صالح افراد میں ہیں، عبد اللہ اور ابو عبد اللہ (عمرو بن العاصؓ) کیا اچھے گھرانے کے لوگ ہیں[2]۔

حق پسندی اگرچہ بعض سیاسی امور میں عمرو بن العاصؓ اپنا دامن لغزش سے نہ بچا سکے لیکن طبعاً وہ حق پرست تھے، ایک دن خانہ کعبہ کے سایہ دیوار کے تلے بیٹھے لوگوں کو حدیث سنا رہے تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے خلوص دل سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کو مقدور بھر اس کی حمایت کرنی چاہیے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہو تو اس کی گردن اڑا دینی چاہیے، عبد الرحمٰن بن عبد رب کعبہ (اس حدیث کے راوی) نے کہا کہ خدا آپ کو خوش رکھے، کیا یہ حدیث آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، عمرو بن العاصؓ نے اپنے کانوں اور قلب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرے دونوں کانوں نے سنی اور قلب نے محفوظ رکھی، اس پر عبد الرحمٰن نے کہا کہ تمہارے ابن عم معاویہ ہم لوگوں کو ناجائز طور پر ایک دوسرے کے مال کھانے اور جانیں ضائع کرنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما، یہ سنکر عمرو بن العاصؓ چپ ہو گئے

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۹۷ [2] کنز العمال جلد ۶ فضائل عمرو بن العاصؓ

اور کہا کہ جس میں خدا کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، اس کو مانو اور جس میں ہوتی ہو اس کو نہ مانو[1]"

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بارہا تحسین کے کلمات ارشاد فرمائے،
ایک موقع پر فرمایا کہ عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں ہیں[2]، اور ان کے خدمات کی بنا پر ان سے محبت فرماتے تھے، حسن روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عمرو بن العاص سے کہا کہ کیا وہ شخص نیک خصلت نہیں ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دم تک محبوب رکھا ہو، بولے اس کی سعادت میں کس کو شک ہو سکتا ہے، کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک تم سے محبت کرتے رہے[3]،

تدبیر و سیاست

عقل و دانش اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے عمرو بن العاصؓ کا شمار ان مخصوص اشخاص میں تھا جو سارے عرب میں مدبر مانے جاتے تھے[4]، ان کی اصابت رائے کا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں اعتراف فرمایا کہ تم اسلام میں صائب رائے کے آدمی ہو[5]، فاروق اعظمؓ جیسا مدبر کہتا تھا کہ عمرو بن العاصؓ حکومت کے لیے موزوں ہیں، اور جب کسی خام کار اور ضعیف الرائے شخص کو دیکھتے تو تعجب سے فرماتے کہ اس شخص اور عمرو بن العاصؓ کا خالق ایک ہے؟!![6] اسی تدبیر و شجاعت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بڑی مہمیں ان ہی کے سپرد فرماتے تھے، اور بعض مرتبہ ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ پر امیر بناتے تھے[7]، جنگ صفین میں امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں سپر ڈالنا چاہتے تھے، لیکن محض عمرو بن العاصؓ کی تدبیر نے دفعۃً ہوا کا رخ بدل دیا، اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ان کی سیاست کا کرشمہ تھا، ان کی زندگی

---

[1] مسلم جلد ۲ ص ۱۱۸ مطبوعہ مصر [2] اصابہ جلد ۵ ص ۳ [3] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۰۳،
[4] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۷ و استیعاب و اسد الغابہ وغیرہ [5] کنز العمال جلد ۶ ص ۱۸۶،
[6] اصابہ جلد ۵ ص ۳ [7] تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۵۶

کا ہر صفحہ تدبیر و سیاست سے لبریز ہے، مغیرہ بن شعبہ تدبیر و سیاست مین ان کا جواب تھے، اس لیے کبھی کبھی دونون مین چشمک ہو جایا کرتی تھی، امیر معاویہ نے ان کو مصر کی حکومت پر مامور کرنے کے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا، مغیرہ کو معلوم ہوا تو انھون نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ ان دونون باپ بیٹون کو مصر اور کوفہ کا والی بنا کر تم نے اپنے کو شیرون کے جبڑے کے درمیان دیدیا، امیر معاویہؓ نے بھی خطرہ محسوس کیا، چنانچہ عبد اللہ کو معزول کرکے ان کی جگہ مغیرہ کو مقرر کیا، عمرو بن العاصؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انھون نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تم نے ایسے شخص کو کوفہ کی حکومت سپرد کی ہے کہ اگر وہ خراج کھا جائے تو تم وصول بھی نہین کر سکتے، مغیرہ واقعی تنگ دست رہا کرتے تھے، اس لیے امیر معاویہ کی سمجھ مین آگیا، چنانچہ انھون نے ان سے خراج کا عہدہ نکال کر صرف امامت کے فرائض باقی رکھے، مغیرہ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ یہ تمھاری شکایت کا نتیجہ ہے، انھون نے کہا نہین، بلکہ تمھاری شکایت کا جواب ہے،[1]

جہاد فی سبیل اللہ

عمرو بن العاصؓ کے صحیفۂ حیات مین جہاد فی سبیل اللہ کا عنوان بہت نمایان ہے، تمام مغازی مین مشہور مجاہد خالد بن ولید کے دوش بدوش رہے، ان کا خود بیان ہے کہ "ابتدائے اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مغازی مین میرے اور خالدؓ کے برابر نہین کیا"[2] شام، مصر اور طرابلس وغیرہ کے فتوحات کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، مدینہ مین ذرا بھی کوئی خطرہ پیدا ہوتا، فوراً ان کی تلوار میان سے نکل آتی تھی، ایک مرتبہ کسی سبب سے یک بیک لوگون مین کچھ انتشار پیدا ہو گیا، اور عام بھگدڑ مچ گئی، صرف حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام سالم مسجد مین تلوار چھپائے کھڑے رہے، عمرو بن العاصؓ

[1] طبری [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۵۵

نے دیکھا تو یہ بھی تلوار لگا کر ان ہی پاس کھڑے ہو گئے، یہ عام سراسیمگی دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ تم لوگ خدا اور رسول کی پناہ مین کیون نہین آئے، اور عمرو بن العاص اور سالم کو کیون نہ نمونہ بنایا،[۱]

صدقات وخیرات خدا کی راہ مین بہت فراخدلی کے ساتھ صدقہ دیتے تھے، جس کا اعتراف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے بارہا کیا ہے، علقمہ بن رمثہ بلوی بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ مین عمرو بن العاص کو بحرین بھیجا، اور خود ایک دوسرے سریہ مین نکلے، ہم لوگ بھی ہمرکاب تھے، آپ پر کچھ غنودگی طاری ہو گئی، بیدار ہوئے تو فرمایا کہ خدا عمرو پر رحم کرے، یہ دعا سنکر ہم مین سے ہر شخص اس نام کے اشخاص کا ذکر کرنے لگا، دوبارہ پھر آنکھ جھپک گئی، پھر ہوشیار ہو کر فرمایا خدا عمرو پر رحم کرے، جب تیسری مرتبہ آپنے اس فقرہ کو دہرایا، تو ہم لوگون سے ضبط نہ ہو سکا، اور پوچھا، آپ کا ارشاد کس عمرو کے متعلق ہے، فرمایا عمرو بن العاص، ہم لوگون نے سبب پوچھا، فرمایا، کہ مجھکو وہ وقت یاد آگیا جب مین لوگون سے صدقہ منگواتا تھا، تو وہ بہت وافر صدقہ لاتے تھے، اور جب پوچھتا کہان سے لاتے ہو تو کہتے خدا نے دیا،[۲] ایک موقع پر آپ نے تین مرتبہ فرمایا خدایا عمرو بن العاص کی مغفرت فرما، مین جب ان کو صدقہ کے لیے بلاتا تھا تو وہ صدقہ لائے تھے[۳]

حضرت خالدؓ بن ولیدؓ

نام ونسب خالد نام، ابو سلیمان کنیت، سیف اللہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، خالد بن ولید ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، مان کا نام لبابہ تھا، یہ ام المومنین حضرت میمونہ

---

[۱] اصابہ ج ۵ ص ۳ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۵ [۳] کنز العمال ج ۶ فضائل عمرو بن العاص،

کی قریبی عزیز تھین،

خاندانی حالات | خالدؓ کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قبہ اور اعنہ یعنی فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ ان ہی کے خاندان مین تھا[1]، اور ظہور اسلام کے وقت خالدؓ اس عہدہ پر ممتاز تھے[2]، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانون کی نقل وحرکت کا پتہ لگانے آیا تھا، اس کے سردار خالدؓ ہی تھے[3]، غزوۂ احد مین مسلمانون کے خلاف بڑی شجاعت سے لڑے اور مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے پاؤن ان ہی کی ہمت افزائی سے دوبارہ جمے،

اسلام | ان کے اسلام کے بارہ مین مختلف روایتین ہین، سب مین مستند روایت مسند احمد ابن حنبل کی ہے، جو عمرو بن العاصؓ کے اسلام کے سلسلہ مین اوپر لکھی جاچکی ہے، اس کی رو سے ان کے اسلام کا زمانہ ۶ھ اور ۸ھ کے درمیان ہے، عمرو بن العاصؓ جب اسلام لانے کے قصد سے حبشہ سے چل کر عرب آئے، اور اس کے لیے مدینہ کا رخ کیا تو راستہ مین قریش کا ایک اور خوش قسمت ہیرو اسی غرض سے مدینہ کا رہ نورد نظر آیا، یہ خالدؓ بن ولید تھے وہ بھی اسلام ہی لانے کی نیت سے مدینہ جارہے تھے، عمرو بن العاصؓ نے ان کو راستہ مین دیکھ کر پوچھا کہان کا قصد ہے، بولے خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، یہ شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی ہے، چلو اسلام کا شرف حاصل کرین، آخر کب تک؟ چنانچہ یہ دونون ساتھ خدمت نبوی مین حاضر ہوئے اور پہلے خالدؓ پھر عمرو بن العاصؓ مشرف باسلام ہوئے[4]،

ہجرت | قبول اسلام کے بعد عمرو بن العاصؓ مکہ لوٹ آئے، مگر خالدؓ بن ولید نے مدینہ

---

[1] عقد الفرید جلد ۲ [2] استیعاب جلد اول ص ۱۵۷، [3] بخاری کتاب المغازی باب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب [4] تفصیل کے لیے دیکھو مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۹۸

ہی مین مستقل قیام اختیار کرلیا،

غزوات جیساکہ اوپر لکھا گیا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت خالد اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز تھے، اسلام کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ اعزاز قائم رکھا، اس سے فتوحات اسلامی مین بڑی مدد ملی[۱]، خالدؓ جس طرح قبول اسلام سے پہلے مسلمانون کے سخت دشمن تھے، اسی طرح اسلام کے بعد مشرکون کے لیے سخت ترین خطرہ بن گئے، چنانچہ اکثر غزوات مین ان کی تلوار مشرکین کا شیرازہ بکھیرتی رہی،

غزوۂ موتہ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے غزوۂ موتہ مین شریک ہوئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ مین حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ ایک خط شاہ بصریٰ کے پاس بھیجا تھا، یہ بزرگ خط لیکر مقام موتہ تک پہنچے تھے کہ شرحبیل ابن عمرو غسانی نے شہید کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانون پر اس کا سخت اثر ہوا، چنانچہ آپ نے اس کے انتقام کے لیے ۳ ہزار کی جمعیت زید بن حارثہؓ کی سرکردگی مین روانہ کی[۲]، اور ہدایت فرمائی کہ اگر زید شہید ہون تو جعفر ان کی جگہ لین، اگر یہ بھی شہید ہون تو عبداللہ بن رواحہ قائم مقامی کرین، چنانچہ اسی ترتیب سے تینون بزرگون نے میدان جنگ مین جام شہادت پیا، آخر مین خالدؓ نے علم سنبھالا، مگر مسلسل تین افسرون کی شہادت سے مسلمانون کے دل ٹوٹ چکے تھے، اس لیے وہ دوبارہ شکست تو نہ دے سکے مگر خالدؓ اپنی جنگی قابلیت سے باقی ماندہ فوج کو بچا لائے، اسی جنگ مین خالدؓ کے ہاتھ[۳] نو تلوارین ٹوٹی تھین، جس کے صلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "سیف اللہ" کا معزز لقب عطا فرمایا تھا،[۴]

فتح مکہ فتح مکہ مین میمنہ کے افسر تھے[۵]، لیکن جنگ کی نوبت نہین آئی، دوسرے قریش نے

---

[۱] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۰۱ [۲] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۳ [۳] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ [۴] ایضاً [۵] مسلم جلد ۲ ص ۸۶ طبع مصر

بلا مزاحمت ہتھیار ڈالدیے، صرف چند مشرک خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں مارے گئے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا دستہ مکہ کے بالائی حصہ کدا، کی جانب سے لیکر آئین، چنانچہ یہ آرہے تھے، کہ راستہ مین مشرکون کو ایک جتھا مزاحم ہوا، اور پیہم تیر باری شروع کردی، خالدؓ نے بھی جوابی حملہ کیا، اس مین چند مشرک مارے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو آپنے بازپرس کی، انھون نے کہا کہ ابتدا اُن ہی کی جانب سے ہوئی تھی، آپنے فرمایا خیر مرضی الہٰی بہتر ہے[1]،

غزوۂ حنین	فتح مکہ کے بعد بنو ثقیف و ہوازن، اوطاس کے میدان مین جمع ہوئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلے، قبیلون کے لحاظ سے فوج کے مختلف حصے تھے، بنو سلیم کا قبیلہ مقدمۃ الجیش تھا، اس کی کمان خالدؓ کے ہاتھ تھی[2]، چنانچہ اس جنگ مین وہ نہایت شجاعت وشہامت سے لڑے، اور بہت سے دار جسم پر کھائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے، زخمون کو دم کیا اور خالدؓ جلد شفایاب ہوگئے[3]،

طائف	حنین کے مشرکون کی شکست خوردہ فوج بڑھکر طائف کے قلعہ مین قلعہ بند ہوگئی،

اور جیسے ہی مسلمان ادھر سے گذرے اس نے قلعہ کے اندر سے تیر برسانا شروع کردیئے بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، مسلمانون نے بھی مدافعانہ حملہ کیا، اس فوج کا مقدمۃ الجیش بھی خالدؓ کی ماتحتی مین تھا[4]،

تبوک	۹ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ رومیون نے مسلمانون کے خلاف

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۸ و بخاری باب فتح مکہ [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۸

[3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۰۳ [4] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۴۱

شام مین فوج جمع کی ہے، اور اس کا مقدمۃ الجیش بلقا تک پہنچ چکا ہے، چنانچہ آپ ۳۰ ہزار فوج لیکر مقابلہ کو نکلے، لیکن خبر غلط نکلی اور جنگ کی نوبت نہین آئی، تاہم احتیاطاً ۲۰ دن مقام تبوک مین آپنے قیام فرمایا[1]، اس نواح کے عربی النسل عیسائی رؤسا قیصر روم کے ماتحت تھے، ان ہی کے ذریعہ سے رومی ریشہ دوانیان کیا کرتے تھے، اس لیے ان کا مطیع کرنا ضروری تھا، چنانچہ ایلہ اور اذرح کے رئیسون نے اطاعت قبول کرلی[2]، صرف دومۃ الجندل کا رئیس اکیدر بن عبد الملک باقی رہ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو چارسو آدمیون کیساتھ اس کو مطیع بنانے پر مامور فرمایا، اس کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا، مگر مارا گیا اور اسکے بقیہ ساتھی بھاگ کر قلعہ مین پناہ گزین ہو گئے، خالدؓ نے اکیدر کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیا، یہان آکر اس نے بھی جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی، اور آپ نے اس کو جان ومال کا امان نامہ عطا فرمایا[3]۔

سریہ بنو جزیمہ اسی سنہ مین دعوت اسلام کے سلسلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو تین سو مہاجرین وانصار کے ساتھ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، انھون نے آپ کی ہدایت کے مطابق ان کو اسلام کی دعوت دی، انھون نے قبول کرلی، مگر ناواقفیت کی وجہ سے صحیح الفاظ مین اسلام کا اظہار نہ کرسکے، اور بجائے "اسلمنا" کے یعنی ہم اسلام لائے، "صبانا" کہا یعنی ہم بے دین ہو گئے، مشرکین سے وہ مسلمانون کو "صابی" بے دین کہتے ہوئے سنتے تھے، اس لیے انھون نے بھی ان ہی الفاظ مین اسلام کا اظہار کیا، حضرت خالدؓ اس کو نہ سمجھ سکے، اور سب کی گردنین اڑانے کا حکم دیدیا، بہت سے مہاجرین وانصار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کردیا، پھر بھی بہتیرے لوگ مارے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۴۱، [2] زرقانی ج ۳ ص ۸۶ [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۰

بہت متاسف ہوئے، اور ہاتھ اٹھا کر اس سے تبری ظاہر کر دی کہ خدایا! مین خالدؓ کے اس فعل سے بری ہون[1]، پھر حضرت علیؓ کو ان سب کی دیت دیکر بھیجا، انھون نے سب کو جان و مال کا پورا معاوضہ دیا[2]، اور کتون تک کا خون بہا ادا کیا، اور اس کے بعد جتنا مال بچا سب ان ہی لوگون مین تقسیم کر دیا[3]،

سریہ نجران | اس سلسلہ کا ایک اور سریہ سنہ ۱۰ھ مین حضرت خالدؓ کی سر کردگی مین بنو عبد المدان نجرانی کی طرف بھیجا گیا، چونکہ ایک مرتبہ خالدؓ کی جلد بازی کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے اس مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے ہدایت فرما دی کہ محض اسلام کی دعوت دینا، تلوار نہ اٹھانا، حضرت خالدؓ نے اس کی پوری پابندی کی، اور میدان جنگ کے سپاہی دفعۃً مبلغ اسلام کے قالب مین آ گئے، اور ان کی کوشش سے بنو عبد المدان نے اسلام قبول کر لیا، اور سیف اللہ نے ان کی مذہبی تعلیم و تربیت کے بعد جب یہ لوگ اسلامی مسائل سے واقف ہو گئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے سب کو طلب فرمایا، چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوئے، اور دیدار جمال نبوی سے فیضیاب ہو کر واپس گئے[4]،

سریہ یمن | اسی سنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی امارت مین ایک سریہ یمن بھیجا، اسی سریہ مین دوسری جانب سے حضرت خالدؓ کو روانہ فرمایا، اور حکم دیا کہ جب دونون ملین تو امارت علیؓ کے متعلق رہے گی[5]، اور چلتے چلتے یہ ہدایت فرما دی کہ جنگ کا آغاز تمھاری جانب سے نہ ہو، البتہ اگر یمن والے پیشقدمی کرین تو تم مدافعت کر سکتے ہو، چنانچہ ان لوگون نے یمن پہنچکر اسلام پیش کیا، لیکن اس کا جواب تیر اور پتھر سے ملا، اسوقت

۱؎ بخاری، کتاب المغازی باب سریہ بنو جذیمہ ۲؎ ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۷، ۳؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۲ ۴؎ زرقانی ج ۳ ص ۱۱۶ ۵؎ ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۳

مسلمانون نے جوابی حملہ کیا اور یمنی پسپا ہوئے، مگر ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہین کی گئی بلکہ دوبارہ پھر اسلام پیش کیا گیا، اور انھون نے بلا جبر و اکراہ اس کو قبول کر لیا،

سریۂ عزیٰ | عزیٰ قریش و کنانہ کا صنم کدہ تھا جس کی یہ لوگ بڑی عظمت کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو اس کے گرانے پر مامور فرمایا، انھون نے اس کی تعمیل کی، آپ نے پوچھا تم نے وہان کچھ دیکھا بھی تھا، عرض کی نہین، فرمایا پھر جاؤ، اس گرانے کا اعتبار نہین، چنانچہ وہ دوبارہ واپس گئے، اس مرتبہ یہان ایک بھیانک شکل کی عورت نکلی، خالدؓ نے اس کا کام تمام کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، فرمایا ہان جاؤ، اب تم نے کام پورا کیا،[2]

مدعیان نبوت کا استیصال | عہد صدیقی مین جب مدعیان نبوت کا فتنہ اٹھا، اور اس کے استیصال کے لیے فوجین روانہ کی گئین، تو خالدؓ طلیحہ کی سرکوبی پر مامور ہوئے، انھون نے اس کا بہت کامیاب مقابلہ کیا، اور اس کے اعوان و انصار کو قتل اور اس کے قوت و بازو عیینہ بن حصین کو ۳۰ آدمیون کے ساتھ گرفتار کر کے پا بجولان دربار خلافت مین حاضر کیا،[3]

یمامہ مین شرجیل بن حسنہ مشہور کذاب مسیلمہ سے برسر پیکار تھے، خالدؓ طلیحہ سے فارغ ہو کر ان کی مدد کو بڑھے، راستہ مین مجاعہ ملا، اس کے ساتھیون سے مقابلہ ہوا، ان کو شکست دیکر مجاعہ کو گرفتار کر کے یمامہ پہنچے، اور مسیلمہ حضرت حمزہؓ کے مشہور قاتل وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا،[4]

مرتدین کی سرکوبی | مدعیان نبوت کی مہم سے فارغ ہو کر منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کی طرف بڑھے اور سب سے پہلے اسد و غطفان سے نبرد آزما ہوئے، ان مین کچھ جان سے مارے گئے اور کچھ گرفتار

---

[1] یہ ایک عورت تھی جس نے صنم کدہ دین مین پناہ لی، خلاقیون کی بنیاد ہوتی تھین [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۵ [3] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۱
[4] ایضاً ص ۱۴۲

ہوئے، جو باقی بچے وہ تائب ہو گئے،[۱] اُن معرکون کے علاوہ ارتداد کے سلسلہ مین جقدر لڑائیان ہوئین ان سب مین خالدؓ پیش پیش تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین :-

ان الفتوح فی اھل الردۃ کلھا کانت لخالد بن ولید وغیرہ[۲] — یعنی ارتداد مین جتنی فتحین ہوئین وہ خالد بن ولیدؓ وغیرہ کا کارنامہ ہے،

عراق پر فوج کشی اور اس کے اسباب

جزیرۃ العرب اس عہد کی دو عظیم الشان سلطنتون کے درمیان گھرا ہوا تھا، ایک طرف شام مین رومی چھائے ہوئے تھے، دوسری طرف عراق پر کیانی خاندان قابض تھا، یہ دو سلطنتین ہمیشہ عربون کی آزادی سلب کرنے کی فکر مین رہتی تھین، گو پورے طور پر عربون پران کا قابو نہ چلا، تاہم جب بھی ان کو موقع ملا انھون نے عرب پر تسلط جمانے کی کوشش کی یمن کے حمیری خاندان کا خاتمہ ایرانیون کے ہاتھون ہوا، گو حمیری برائے نام حکمران رہے، مگر اس کا سیاہ سپید تمامتر ایرانیون کے ہاتھ مین تھا، بحرین اور عمان بھی ان کے زیر اثر تھے، ان کے علاوہ مختلف اوقات مین عرب کے سولہ مقامات ایرانی مرزبانون کے قبضہ مین رہ چکے تھے،[۳] عراقی لخمی خاندان کو بھی ایرانیون ہی نے مٹایا، ایرانیون کا یہ اقتدار ظہور اسلام کے وقت تک باقی تھا، چنانچہ جنگ ذی قار مین جب ایرانیون نے عربون سے شکست کھائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج عرب نے عجم سے اپنا منصفانہ بدلہ لیا،[۴]

یہی حال قیصری حکومت کا تھا، جب جب اس کو موقع ملتا تھا، شام کیجانب سرزمین عرب مین قدم بڑھاتی رہی، شام مین جو عرب خاندان آباد تھے، ان پر آل جفنہ قیصر

---

[۱] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۷۲، [۲] طبری واقعات سنہ ۱۱ھ [۳] تاریخ الملوک حمزہ اصفہانی ص ۹۰ مطبوعہ برلن [۴] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۰۴

کی جانب سے حکومت کرتے تھے، گو آل حفنہ عربی النسل تھے، لیکن ان کا تقرر قیصری حکومت کرتی تھی،[۱] حبشہ کے عیسائیون نے رومیون کے اشارے سے عرب کی مرکزیت توڑنے کے لیے یمن کو فتح کر کے صنعا مین ایک کعبہ بنایا کہ خانہ کعبہ کے پجاری تقسیم ہو جائین،[۲]

ظہور اسلام کے بعد جب عرب متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہو گئے، تو ان دونون سلطنتون کے لیے عرب کا سوال اور زیادہ اہم ہو گیا، اگر پہلے ملک گیری کی ہوس تھی تو اب عربون سے سیاسی خطرہ نظر آ رہا تھا، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو پرویز کو دعوتِ اسلام کا خط لکھا، تو اس نے چاک کر ڈالا اور بولا "میرا غلام مجھکو یون لکھتا ہے، اور فوراً آپ کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا،[۳] اسی طرح شرحبیل بن عمرو نے جو قیصر کی جانب سے بصریٰ کا حاکم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو قتل کرا دیا،

غرض ان حالات مین عرب کی خود مختاری کو باقی رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ان دونون پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ اب عربون سے کھیلنا آسان کام نہین ہے، تاہم حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہین کی،

لیکن وہ قبائل جو ہمیشہ سے ایرانی حکومت کا تختہ مشق بنتے چلے آ رہے تھے، انتقام کے جذبات سے لبریز تھے، چنانچہ عہد صدیقی مین جب ایران مین بدنظمی پیدا ہوئی اور ایرانیون نے کسریٰ بن ہرمز کی لڑکی کو ایران کے تخت پر بٹھایا، تو ان قبائل کے جذبات انتقام دفعۃً بھڑک گئے، اور مثنیٰ بن حارث شیبانی نے اپنا جتھا لیکر عراق عجم کی سرحد پر تاخت و تاراج شروع کر دی، لیکن بغیر خلیفۂ وقت کی سرپرستی کے کامیابی مشکل تھی، اس لیے حضرت ابوبکرؓ سے باضابطہ اجازت حاصل کی، آپ نے خالدؓ بن ولید کو ان کی امداد پر

---

[۱] تاریخ ملوک ص ۷۰، [۲] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۶۹، [۳] طبری ص ۱۵۷۲

مامور کیا، اور شرف امارت بھی عطا کیا[1]

عراق کی فوج کشی

چنانچہ حضرت خالدؓ فتنۂ ارتداد کی مہمون سے فارغ ہوکر عراق کی طرف بڑھے، اور مقام نباج مین مثنیٰ سے مل گئے، اور بانقیا اور بارسوما کے حاکمون کو مطیع کرتے ہوئے ابلہ کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھا، یہان عرب وہندوستان کے بری وبحری خطوط آکر ملتے تھے، چنانچہ یہان کا حاکم ہرمز ان ہی راستون سے دونون مقام پر حملے کیا کرتا تھا[2]، ہرمز کو مسلمانون کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو فوراً اردشیر کو دربار ایران اطلاع بھیجی، اور خود مقابلہ کے لیے بڑھا، کاظمہ مین دونون کا مقابلہ ہوا، ایرانیون نے اپنے کو زنجیرون مین جکڑ لیا تھا، کہ پاؤن نہ اکھڑنے پائین، لیکن قعقاع بن عمر کی شجاعت نے زنجیر آہن کے ٹکڑے کرڈالے اور ایرانیون نے بری طرح شکست کھائی،

جنگ مذار

ابھی یہ معرکہ ختم ہوا تھا کہ ایرانیون کی امدادی فوج کو جو قارن بن قریانس کی ماتحتی مین ہرمز کی مدد کو آرہی تھی، مذار مین ہرمز کے قتل اور ایرانیون کی شکست کی خبر ملی، اس لیے قارن نے اسی جگہ اپنی فوج کی تنظیم کی، اور شکست خوردہ فوج کے سردار قباذ اور انوشجان کو امیر العسکر بناکر نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا، خالدؓ کو اطلاع ہوئی، تو وہ فوج لیکر مذار کی طرف بڑھے، لب دریا دونون کا مقابلہ ہوا معقل نے قارن کو اور عاصم نے نوشجان کو اور عدی نے قباذ کو ختم کیا، اور اس شدت کی جنگ ہوئی کہ تیس ہزار ایرانی کام آئے، یہ تعداد اس کے علاوہ ہے، جو نہر مین ڈوب کر مرے[3]،

[1] فتوح البلدان، فتوح عراق [2] ابن خلدون ج ۲ ص ۷۹ [3] طبری ص ۲۰۲۱ و ۲۰۲۸ و ابن خلدون جلد ۲ ص ۷۹،

جنگ کسکر جنگ مذار کے انجام کی خبر ایران پہنچی تو اردشیر نے اندرزغر اور بہمن کو یکے بادیگرے مسلمانون کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، اندرزغر مدائن اور کسکر ہوتا ہوا دلجہ پہنچا، حیرہ اور کسکر کے تمام دہقانی اور آس پاس کے عرب بھی ایرانیون کی حمایت مین اپنی اپنی فوجین لیکر اندرزغر کے قریب آکر خیمہ زن ہوئے، اس درمیان مین بہمن بھی پہنچ گیا، خالد کو خبر ملی تو سعید بن مقرن کو ایک دستہ پر مامور کرکے ضروری ہدایات دیکر پیچھے چھوڑا، اور خود بڑھکر مورچہ بندی مین مصروف ہو گئے، اور ساحل کی قربت سے فائدہ اٹھاکر نشیبی زمین مین تھوڑی تھوڑی فوج چھپا دی، کہ جنگ چھڑنے کے بعد وہ نکل کر حملہ آور ہو جائے، اس انتظام سے فراغت کے بعد جنگ چھڑ گئی، دیر تک گھمسان کارن پڑتا رہا، جب فریقین تھکنے لگے، تو مسلمان کمین گاہون سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے ایرانیون کے پاؤن اکھاڑ دیے، مگر وہ جدھر بھاگتے تھے مسلمان سامنے تھے، اس لیے جو سپاہی جہان تھا وہین ختم ہو گیا، اندرزغر نکل بھاگا لیکن پیاس کی شدت سے وہ مرگیا، جنگ کے بعد مسلمانون نے عام آبادی سے کوئی تعرض نہین کیا، اوران کو پوری آزادی دیدی،[۱]

جنگ الیس گذشتہ جنگ مین عربی النسل عیسائی قبائل بھی ایرانیون کی حمایت مین مارے گئے تھے، اس لیے جنگ کسکر کے بعد یہ لوگ پورے طور سے ایرانیون کے ساتھ ہو گئے، اردشیر نے بہمن کو عربی قبائل سے مل جانے کا حکم دیا، چنانچہ بہمن الیس کی طرف بڑھا، اور یہان کے حاکم جاپان کو یہ ہدایت دیکر کہ میری واپسی تک جنگ شروع نہ کرنا" الیس روانہ کردیا، اور خود اردشیر کے پاس مشورے کے لیے چلا گیا، وہان سے لوٹا،

[۱] طبری جلد ۴ ص ۲۰۳۱

تو باقی عربی قبایل اور عربی چھاؤنی کی ایرانی سپاہ اکٹھا ہو چکی تھی، اس درمیان مین خالدؓ بھی پہنچ گئے، ان کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہو گئی، دیر تک کشت و خون کا سلسلہ جاری رہا، خالدؓ نے منادی کرادی، کہ لڑائی روک کر لوگون کو صرف گرفتار کرو، چنانچہ مسلمان دار وگیر مین مصروف ہو گئے، اور لڑنے والون کو زندہ گرفتار کر کے نہر کے کنارے قتل کرنا شروع کر دیا، اور ایرانی بری طرح مفتوح ہوئے،[1]

الیس سے فراغت کے بعد خالدؓ امغیشیا کی طرف بڑھے، لیکن یہان کے باشندے مسلمانون کا رخ دیکھکر پہلے ہی شہر خالی کر چکے تھے، اس لیے جنگ کی نوبت نہین آئی،

امغیشیا | امغیشیا کے قریب ہی حیرہ تھا، یہان کے حاکم آزادبہ کو خطرہ پیدا ہوا کہ مسلمان امغیشیا کی طرف بڑھین گے، اس لیے اس نے حفظ ما تقدم کے طور پر اپنے لڑکے کو خالدؓ کو روکنے کے لیے آگے بھیجدیا، اور پیچھے سے خود مدد کے لیے پہنچا، امغیشیا اور حیرہ کے درمیان نہر فرات تھی، آزادبہ کے لڑکے نے اس کا بند باندھ دیا، اس سے مسلمانون کی کشتیان رک گئین، اور ملاحون نے جوابدیا کہ ایرانیون نے نہر کا رخ پھیر دیا ہے، اسلیے کشتیان نہین چل سکتین، مسلمان کشتیون سے اتر پڑے، اور گھوڑون پر ابن آزادبہ کی طرف بڑھے، فرات کے دہانہ پر دونون کا مقابلہ ہوا، ابن آزادبہ مارا گیا، اور فوج بھی تباہ ہوئی،[2]

حیرہ کی صلح | اس کے بعد دریا کا بند کھول کر مسلمانون حیرہ کی طرف بڑھے، لیکن انکے پہنچنے کے قبل آزادبہ حیرہ چھوڑ چکا تھا، مسلمان مقام غریین مین ٹھہر گئے، حیرہ مین جو لوگ باقی رہ گئے تھے، وہ اس عرصہ مین قلعہ بند ہو گئے، خالدؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا،

---

[1] ابن خلدون جلد ۲ ص ۸۰ و طبری ج ۴ ص ۲۰۳۱ تا ۲۰۳۷ [2] ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۹۸

پہلے صلح کی گفت و شنید ہوتی رہی لیکن بے نتیجہ رہی، ایرانیون نے قلعہ کے اوپر سے سنگباری شروع کر دی مسلمانون نے پیچھے ہٹ کے تیرون سے جواب دیا، اور قلعہ اور محلات کی دیوارین چھلنی کر دین جب شہر آبادی محاصرہ سے گھبرا گئی، تو قسیسون اور راہبون نے قلعہ والون سے فریاد کی، کہ اس خونریزی کی ساری ذمہ داری تم پر ہے، اس کو بند کرو، آخر مین جب قلعہ والون نے بھی عاجز ہو کر خالدؓ سے صلح کی گفتگو کر کے ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ خراج پر صلح کر لی، اور خالدؓ نے ایک مفصل صلحنامہ لکھکر حوالہ کیا۔[1]

ملحقات حیرہ حیرہ کی صلح کے بعد اطراف کے کاشتکارون اور دیہی آبادی نے بھی جو حیرہ کے شرائط کی منتظر تھی، ۲۰ لاکھ سالانہ پر صلح کر لی،[2] حیرہ اور ملحقات حیرہ کی کامل تسخیر کے بعد خالدؓ نے محافظین سرحد مین سے ضرار بن آزور، ضرار بن خطاب، قعقاع ابن عمرو، مثنی بن حارثہ اور عتبہ بن شماس افسران سرحد کو دجلہ کی ترائی مین بڑھنے کا حکم دیا، یہ لوگ ساحل تک بڑھتے ہوئے چلے گئے،

انبار کی تسخیر اس وقت گو اردشیر مر چکا تھا، اور ایرانیون مین اندرونی اختلافات کا طوفان برپا تھا لیکن مسلمانون کے مقابلہ مین سب متحد تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین «وکان اھل فارس بموت اردشیر مختلفین فی الملک مجتمعین علی قتال خالد متساندین» یعنی اردشیر کی موت کی وجہ سے بادشاہت کے بارے مین ایرانیون مین اختلاف تھا، لیکن خالدؓ سے جنگ کے بارے مین سب متحد اور ایک دوسرے کے معاون تھے، چنانچہ انھون نے اپنی مرکزیت قائم کرنے کے لیے فرخزاد کو عنان حکومت سپرد کر دی تھی، اور ان کی فوجین عین التمر، انبار اور فراض تک پھیلی ہوئی تھین، اس لیے خالدؓ نے

---

[1] طبری جلد ۵ ص ۲۰۳۷ تا ۲۰۴۱ [2] ابن خلدون جلد ۲ ص ۸۱

حیرہ کے بعد انبار کی طرف بڑھے لیکن ان کے پہنچتے پہنچتے یہان کے باشندے قلعہ بند ہوچکے تھے، چنانچہ ان کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہوگئی، ایرانی قلعہ کے اندر سے تیر باری کر رہے تھے، اس لیے مسلمانون کا جوابی حملہ کامیاب نہ ہوتا تھا، خالدؓ نے قلعہ کے چارون طرف چکر لگا کر اس کے استحکامات کا اندازہ لگا کر حکم دیا کہ آنکھون پر تاک تاک کر تیر مارو، اس تدبیر سے دن بھر مین ایک ہزار آنکھین بیکار کر دین، اس مصیبت نے انبار کے باشندون کو گھبرا دیا، اور فوج بدحواس ہوگئی، شیرزاد ایرانی سپہ سالار نے یہ صورت دیکھکر صلح کا پیام دیا لیکن شرائط ایسے پیش کیے کہ خالدؓ ان کو منظور نہ کر سکے، اور خندق کا جو حصہ زیادہ تنگ تھا اسے بیکار اونٹون کو ذبح کرکے پاٹ دیا، اور مسلمان اس پر سے اتر کے قلعہ تک پہنچ گئے، اور ایرانی سمٹ کر قلعہ کے اندر ہوگئے، مگر وہ آنکھون کی نشانہ بازی سے پہلے ہی گھبرا گئے تھے، مسلمانون کی اس غیر متوقع آمد سے اور ہمت چھوٹ گئی، اور شیرزاد نے بہمن کو فوج کی حالت جتا کر صلح پر آمادہ کر لیا، اس نے مجبور ہو کر صلح کر لی، اس کے بعد انبار کے باشندون نے صلح کی خواہش کی، چنانچہ پہلے بوازیج والون پھر اہل کلواذی نے صلح کر لی،[1]

عین التمر خالدؓ انبار کی مہم مین مصروف تھے کہ بہرام چوبین کا لڑکا مہران مسلمانون کے مقابلہ کے لیے عین التمر پہنچ گیا، عربی قبائل مین نمر، تغلب اور ایاد، عقہ بن عقہ کے ساتھ علحدہ مقابلہ پر آمادہ تھے[2] اس لیے خالدؓ نے انبار کے بعد عین التمر کی طرف بڑھے، ایرانیون نے ایرانی سپاہ قلعون مین محفوظ کر دی، اور عربی قبائل کو مسلمانون کے مقابلہ کے لیے بڑھا کر ان پر جاسوس متعین کر دیے، کہ اگر ان مین قومی عصبیت نظر آئے تو فوراً تدارک

[1] طبری ص ۲۰۵۹ تا ۲۰۷۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۵ [2] ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۹

ہو سکے، بعض انصاف پسند ایرانی اس پر معترض ہوئے، ان کو جواب دیا کہ ان ہی کی قوم نے ہمارا ملک تباہ کیا ہے، اس لیے انھین آپس مین کٹنا چاہیے، عقہ مقام کرخ مین اپنی فوج مرتب کر رہا تھا، کہ خالدؓ پہنچ گئے، اور اس کو گرفتار کر لیا، اس کی فوج نے سردار کی گرفتاری سے گھبرا کر میدان جنگ چھوڑ دیا، جو بچ گئے وہ گرفتار ہوئے، خالدؓ ان کی قوم فروشی پر بہت مشتعل تھے، اس لیے پہلے عقہ کا کام تمام کرایا، پھر سب کی گردنین اڑا دین، مہران کو عربون کی حالت کی خبر ملی، تو وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا لیکن جب شکست خوردہ عرب پہنچے تو پھر اس کی ہمت بندھی، اور ایرانی قلعہ بند ہو گئے، خالدؓ سیدھے قلعہ تک بڑھتے چلے گئے،[1] ایرانیون نے نکل کر مقابلہ کیا، اور تھوڑے مقابلہ کے بعد قلعہ مین داخل ہو گئے، مسلمانون نے محاصرہ کر لیا، بالآخر ایرانیون نے صلح کی درخواست کی لیکن خالدؓ نے انکار کر دیا، اور بزور شمشیر قلعہ فتح کیا،[2] لیکن فتح کے بعد پھر کوئی سختی نہین کی، اور معمولی خراج کے سوا زمین پر کوئی ٹیکس نہین لگایا،[3]

دومۃ الجندل مین ہمیشہ سے مسلمانون کے خلاف سازشین ہوا کرتی تھین، چنانچہ عہد رسالت مین بھی اسی قسم کی ایک سازش ہوئی تھی، اسی لیے غزوۂ دومۃ الجندل ہوا تھا،[4] عہد صدیقی مین پھر اس کا ظہور ہوا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کے تدارک کے لیے عیاض بن غنم کو روانہ کیا، لیکن کلب، غسان اور تنوخ کے قبائل متحد تھے، اس لیے عیاض کے لیے تنہا ان سب کا مقابلہ کرنا دشوار تھا، انھون نے خالدؓ کو مدد کے لیے بلا بھیجا، وہ عراق کی مہم چھوڑ کر عیاض کی مدد کو چلے آئے، اس وقت یہان دو حکمران تھے، اکیدر، اور جودی، اکیدر کو خالدؓ عہد رسالت مین مطیع کر چکے تھے، اس لیے خالدؓ کی آمد کی خبر سنکر

---

[1] طبری جلد ۴ ص ۲۰۶۳ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۵ [3] ایضاً ص ۲۵۱ [4] ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۹

وہ خوف سے جودی کی حمایت سے کنارہ کش ہوگیا، اور جب جودی جنگ کے لیے بالکل آمادہ ہوگیا تو اکیدر دومۃ الجندل چھوڑ کر ہٹ گیا، مگر چونکہ پہلے اس کا شریک رہ چکا تھا، اس لیے گرفتار کرا کے قتل کر دیا گیا، خالدؓ اور عیاضؓ نے دو سمتون سے دومۃ الجندل کا محاصرہ کر لیا، جودی کی فوج مین متعدد افسر تھے، خود جودی، ودیعہ کلبی، ابن رومانس، ابن ایہم اور ابن حدرجان ان سب نے متحدہ حملہ کیا، جودی اور ودیعہ گرفتار ہوئے، باقی فوج قلعہ مین گھس گئی، مگر قلعہ مین زیادہ گنجایش نہین تھی، اس لیے فوج کا ایک حصہ باہر رہ گیا، اگر مسلمان چاہتے تو ان مین سے ایک بھی نہ بچ سکتا، لیکن حضرت عاصمؓ نے بنو کلب کو امان دیدی، اور خالدؓ نے جودی کو قتل کرا دیا، اور قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ کے اندر گھس گئے، اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا،[۱]

جنگ حصید وخنافس	حضرت خالدؓ عراق چھوڑ کر شام چلے آنے کے بعد جزیرہ کے عربون

نے ایرانیون کو عراق کی واپسی پر توجہ دلائی، وہ ان کا اشارہ پاتے ہی آمادہ ہوگئے، اور زرمہر اور روزبہ نے خنافس اور حصید کی طرف فوجین بڑھادین، زبرقان بن بدر حاکم انبار نے قعقاع حاکم حیرہ کو اطلاع دی، انھون نے ایرانیون کو آگے بڑھنے سے روکنے کیلیے اسی وقت الگ الگ فوجین اعبد بن فد، اور عروہ بن جعد کی قیادت مین دونون مقامون پر روانہ کر دین، ان دونون نے بڑھکر ریف مین ان کو روک دیا، روزبہ اور زرمہر یہان عربون کا انتظار کر رہے تھے، کہ خالدؓ دومۃ الجندل سے حیرہ واپس آگئے اور امرء القیس بن کلبی نے اطلاع بھیجی کہ ہذیل بن عمران مصیخ مین، اور ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر مین، روزبہ اور زرمہر کی امداد کے لیے فوجین لیے پڑے ہین، یہ خبر سنکر خالدؓ

[۱] طبری جلد ۴ ص ۲۰۶۶ و ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۰۳

نے عیاض کو حیرہ مین چھوڑا اور خود قعقاع اور ابو لیلی کی مدد کو خنافس روانہ ہوگئے، یہ دونون عین التمر مین تھے، خالدؓ یہین آکر ان سے ملے، اور قعقاع کو حصید اور ابو لیلی کو خنافس روانہ کیا، روزبہ اور زرمہر اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے، اس لئے قعقاع خود بڑھے، روزبہ نے زرمہر سے مدد طلب کی، وہ مدد لیکر پہنچا، حصید مین دونون کا مقابلہ ہوا، زرمہر اور روزبہ دونون مارے گئے، اور ان کی فوج ہٹ کر خنافس مین جمع ہوگئی، ابو لیلی تعاقب کرتے ہوئے خنافس پہنچے، تو ایرانی خنافس چھوڑ کر مصیخ چلے گئے، خالدؓ کو اس کی اطلاع دی گئی، انھون نے قعقاع، ابو لیلی اور عروہ کو ایک خاص مقام پر شب مین جمع ہونے کا حکم دیا، اور خود بھی معینہ شب مین وہان پہنچ گئے، اور سب نے مل کر متحدہ شب خون مارا، ایرانی بالکل بے خبر تھے، اس لیے مدافعت بھی نہ کر سکے، اور سب کے سب مارے گئے،[1]

جنگ ثنی و بشر ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر مین بدستور فوجین لیے پڑا تھا، مصیخ کے بعد خالدؓ نے قعقاع اور ابو لیلی کو ثنی پر شبخون مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینون نے مل کر تین سمتون سے حملہ کیا، صرف ہذیل امیر العسکر باقی بچا، اور کل فوج کھیت رہی، ہذیل ثنی سے بھاگ کر بشر پہنچا، یہان بھی عربون کا ایک جتھا موجود تھا، خالدؓ اس کو صاف کرتے ہوئے رضاب پہنچے، یہان عقہ کا لڑکا بلال مسلمانون کا منتظر تھا، مگر خالدؓ کے آتے آتے یہ بھاگ نکلا،

جنگِ فراض اور خالدؓ رضاب ہوتے ہوئے فراض کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھا، یہان شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدین ملتی تھین، شام کی سرحد کی وجہ سے رومی بھی ایک فریق بن گئے، اور انھون نے ایرانیون کی چھاؤنی اور تغلب و ایاد (عرب)

[1] طبری جلد ۴ ص ۲۰۶۸ تا ۲۰۷۰

سے مدد مانگ بھیجی، ان کو اس مین کیا عذر ہو سکتا تھا، فوراً آمادہ ہو گئے، اور اب مسلمانون کا مقابلہ ایرانیون اور رومیون دونون سے ہو گیا، اس لیے خالدؓ نے بھی نہایت اہتمام سے اسلامی فوج کو از سر نو منظم کیا، فرات کے ایک جانب مسلمان تھے، اور دوسری جانب اتحادی، اتحادیون نے پیام دیا کہ یا تم دریا عبور کر کے بڑھو یا ہمین بڑھنے دو، خالدؓ نے ان کو بڑھنے کا موقع دیا، اور فرات کے اس پار لب دریا دونون کا مقابلہ ہوا، مسلمان نہایت پامردی سے لڑے اور اتحادیون کی فوجین پسپا ہونے لگین، خالدؓ کی للکار پر مسلمان شہ سوارون نے گھیر گھیر کر مارنا شروع کیا، اتحادی دو طرف سے گھرے ہوئے تھے، پیچھے ہٹتے تھے تو فرات کا لقمہ بنتے تھے، اور آگے بڑھتے تھے تو تلوار سامنے تھی، اسی کشمکش مین سب کے سب کام آ گئے، فتح کے دس دن بعد تک مسلمان یہان مقیم رہے، اسکے بعد حیرہ لوٹ گئے، اس معرکہ کے بعد عراق کی پیش قدمی رک گئی،[1] اور خالدؓ خفیہ حج کو چلے گئے

فتوحاتِ شام

اوپر ان حالات کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے جن کی بنا پر مسلمانون کا ایرانیون اور رومیون سے نبرد آزما ہونا ناگزیر امر تھا، اسلیے عراق کے ساتھ ساتھ شام پر بھی فوجکشی ہوئی تھی، اور ہر ہر صوبہ پر علٰحدہ علٰحدہ فوجین بھیجی گئی تھین، خالدؓ عراق کی مہم سر کر چکے تھے کہ دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ عراق چھوڑ کر شام مین اسلامی فوجون سے مل جائین، اس حکم کے مطابق حج سے واپس ہونے کے بعد عراق کا انتظام مثنیٰ کے سپرد کر کے، شام روانہ ہو گئے، اور راستہ مین حدرداء، ارک، سوئی، حوارین، قصم، مرج راہط وغیرہ سے نپٹتے ہوئے شام پہنچے اور پہلے بصریٰ کی طرف بڑھے،[2]

بصریٰ

یہان اسلامی فوجین پہلے سے ان کی منتظر تھین، اس لیے خالدؓ نے آتے ہی بصریٰ

---

[1] طبری ج ۴ ص ۲۰۷۳ و ۲۰۷۴ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۴

کے بطریق پر حملہ کر کے پسپا کر دیا، اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ مسلمان رومیوں کی جان و مال کی حفاظت کریں گے، اور وہ اس کے عوض میں جزیہ دیں گے[1]

اجنادین | اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے اور ہرقل نے ان کے مقابلہ کے لیے الگ الگ دستے بھیجے تھے، تاکہ وہ ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکیں فلسطین کی مہم عمرو بن العاصؓ کے متعلق تھی، بصریٰ کے بعد تذارق اور قبقلار نے اجنادین (فلسطین) میں اپنی فوجیں ٹھہرائیں، خالدؓ اور ابو عبیدہؓ بصریٰ سے فارغ ہو کر عمرو بن العاصؓ کی مدد کو پہنچے، سنہ ۱۳ھ میں مقام اجنادین میں دونوں کا مقابلہ ہوا، تذارق اور قبقلار دونوں مارے گئے،

دمشق | اجنادین کے بعد دمشق کی طرف بڑھے، امیر فوج ابو عبیدہؓ نے تین سمتوں سے اس کا محاصرہ کیا، ایک سمت پر خالدؓ مامور ہوئے، تین مہینے تک کامل محاصرہ قائم رہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان میں ایک دن دمشق کے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا، اس کے جشن میں دمشق کے بے فکرے شرابیں پی کر ایسے بدمست ہو کر سوئے کہ دنیا وما فیہا کی خبر نہ رہی، خالدؓ دوران جنگ میں اکثر راتوں کو سوتے نہ تھے، بلکہ فوجی انتظامات اور دشمنوں کی سراغ رسانی میں لگے رہتے تھے[2]، ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی، چنانچہ فوج کو یہ ہدایت دے کر کہ تکبیر کی آواز سنتے ہی شہر پناہ کے پھاٹک پر حملہ کر دینا، چند آدمیوں کے ساتھ کمند ڈال کر شہر پناہ کی دیوار کے اس پار اتر گئے، اور پھاٹک کے چوکیدار کو قتل اور اس کا قفل توڑ کر تکبیر کا نعرہ لگایا، تکبیر کی آواز سنتے ہی فوج ریلا کر کے اندر داخل ہو گئی، دمشق والے ابھی تک غافل سو رہے تھے، اس ناگہانی حملہ

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۱۹ [2] طبری جلد ۴ ص ۲۱۵۲

سے گھبرا گئے، اور ابو عبیدہؓ سے صلح کی درخواست کرکے شہر پناہ کے تمام دروازے خود کھول دیے، ایک طرف سے خالدؓ فاتحانہ داخل ہوئے، اور دوسری طرف سے ابو عبیدہؓ مصالحانہ وسط شہر مین دونون سے ملاقات ہوئی[1]، گو نصف حصہ بزور شمشیر فتح ہوا لیکن شرائط سب مصالحانہ رکھے گئے[2]،

فحل | دمشق کی فتح نے رومیون کو بہت برہم کردیا، اور وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے، سقلار رومی فحل مین فوجین لیکر خیمہ زن ہوا، اس لیے مسلمان دمشق کے بعد ادھر بڑھے، مقدمۃ الجیش خالدؓ کی کمان مین تھا، اس معرکہ مین بھی رومیون نے بری طرح شکست کھائی،

دمشق کا دوسرا معرکہ | فحل کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص کی طرف بڑھے، یوحنا کے کینسہ کی وجہ سے یہ مقام بھی رومیون کا ایک اہم مرکز تھا، ہرقل کو خبر ہوئی تو اس نے توذر بطریق کو فوج دیکر مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے دمشق کے مغربی سمت مرج روم مین پڑاؤ ڈالدیا، مسلمان بھی آگے بڑھکر مرج روم کی دوسری سمت ٹھہرے، اس درمیان مین رومیون کی ایک اور فوج شنس کی سرکردگی مین پہنچ گئی، اس لیے خالدؓ توذر کے مقابلہ کو بڑھے، اور ابو عبیدہ شنس کے، توذر نے مقابلہ نہین کیا، بلکہ دمشق واپس لینے کے ارادہ سے آگے بڑھا، خالدؓ بھی عقب سے اس کے ساتھ ہو گئے، دمشق مین یزید بن ابو سفیان موجود تھے، وہ شنس کی آمد کی خبر سنکر اس کے روکنے کو نکلے، دمشق کے باہر دونون مین سخت معرکہ ہوا، ابھی جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ پیچھے سے خالدؓ پہنچ گئے، اور ایک طرف سے انھون نے اور دوسری طرف سے یزید نے مل کر رومیون کو پامال کردیا،

---

[1] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۲۹ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۰ [3] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۳۴

اور معدودے چند کے علاوہ کوئی رومی باقی نہ بچا،[1]

حمص — ابو عبیدہ نے شیزر، معرہ حمص اور لاذقیہ وغیرہ کو لیکر بعلبک اور حمص فتح کیا،

یرموک — ان پیہم شکستون نے رومیون مین آگ لگا دی، اور دو لاکھ کا ٹڈی دل مسلمانون کے مقابلہ کے لیے امنڈ آیا،[2] رومی سپہ سالار ماہان اس کو لیکر یرموک کے میدان مین اترا، اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصون مین منتشر تھے، یہ سب ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور طرفین مین جنگ کی تیاریان ہونے لگین، رومیون کے جوش و خروش کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گوشہ نشین راہب و قسیس اپنی اپنی خانقاہون سے نکلکر مذہب کا واسطے دلاکر رومیون مین جوش پیدا کر رہے تھے، خالدؓ نے اس جنگ مین کارہائے نمایان انجام دیے فوج کو جدید طرز سے ۳۶ حصون مین تقسیم کرکے سب پر الگ الگ افسر مقرر کیے، اور جہاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی، اتفاق سے ایک مسلمان کے منہ سے نکل گیا کہ رومیون کے مقابلہ مین ہماری تعداد بہت کم ہے، خالدؓ غضب ناک ہوکر بولے فتح و شکست تعداد کی قلت و کثرت پر نہین بلکہ تائید ایزدی پر ہے، اگر میرے گھوڑے کے سم درست ہوتے تو مین اس دونی تعداد کی پرواہ نہ کرتا۔[3]

ضروری انتظامات کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو حملہ کا حکم دیدیا، اور یرموک کے میدان مین ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا، عین اس حالت مین ایک عیسائی رومی فوج سے نکل کر اسلامی لشکر مین آگیا، اور خالدؓ سے مذہب اسلام پر گفتگو شروع کردی کہ اگر مین تمھارے مذہب مین داخل ہو جاؤن تو کیا میرے لیے آخرت کا دروازہ کھل جائیگا، خالدؓ نے کہا یقیناً، چنانچہ وہ میدان جنگ مین مشرف باسلام ہو گیا۔[4]

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۱ [2] فتوح البلدان ص ۱۴۱ [3] طبری ج ۵ ص ۲۰۹۴ [4] طبری ص ۲۰۹۸

اس جنگ کا سلسلہ مدتون جاری رہا، مسلمان افسرون نے غیر معمولی شجاعت وبہادری کا ثبوت دیا، آخرین رومیون نے ایسی شکست کھائی کہ پھر ان کی اتنی بڑی تعداد نہ فراہم ہو سکی،

حاضر | یرموک کی فتح کے بعد ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کو قنسرین کی طرف بھیجا، اور خود حمص واپس ہو گئے، مقام حاضر مین خالدؓ کو میناس رومی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملا، خالدؓ نے اسکو شکست دی، اہل حاضر نے امان کی درخواست کی اور کہا ہم کو اس جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا، ہماری رائے بھی اس مین شریک نہ تھی، اس لیے ہم کو امان دیجائے، خالدؓ نے ان لوگون کی درخواست قبول کر لی[1]

قنسرین | حاضر سے قنسرین پہنچے، اہل قنسرین پہلے جنگ کے ارادہ سے قلعہ بند ہو گئے، لیکن پھر اہل حمص کے انجام پر غور کر کے صلح کی درخواست کی، خالدؓ نے اس شرط پر منظور کر لی کہ شہر کے استحکامات توڑ دیے جائین، قنسرین کے بعد ہرقل بالکل مایوس ہو گیا، اور شام پر آخری نگاہ ڈال کر قسطنطنیہ چلا گیا، چلتے وقت یہ حسرت انگیز الفاظ اس کی زبان پر تھے "اے شام! تجھکو آخری سلام ہے، اب مین تجھ سے جدا ہوتا ہون، افسوس اس سرزمین مین جس پر مین نے حکمرانی کی ہے، اطمینان خاطر کے ساتھ نہ آسکون گا"[2]

بیت المقدس | قنسرین کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ ہوا، عیسائی اس شرط سے بلا جنگ حوالہ کرنے کو آمادہ ہو گئے کہ خود امیر المومنین اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھین، چنانچہ حضرت عمرؓ نے صلحنامہ لکھنے کے لیے شام کا سفر کیا، اور تمام افسران فوج کو جابیہ مین طلب کیا، خالدؓ بھی آئے، ان کا دستہ دیبا وحریر مین ملبوس تھا، حضرت عمرؓ کی نظر پڑی تو گھوڑے

---

[1] طبری ج ۵ ص ۲۳۹۴ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۰۳

سے اتر پڑے اور کنکریان مار کر فرمایا، تم لوگون نے اتنی جلدی اپنی عادتین بدل دین"، ان لوگون نے اسلحہ دکھا کر کہا کہ لیکن سپہ گری کا جوہر نہین گیا ہے، فرمایا تب کوئی مضائقہ نہین[1]،

حمص کی بغاوت | ۱۷ھ مین حمص کے باشندے باغی ہو گئے، لیکن ابو عبیدہؓ اور خالدؓ کی بروقت توجہ سے بہت جلد بغاوت فرو ہو گئی، اور شام کے پورے علاقہ پر مسلمانون کا کامل تسلط ہو گیا،

معزولی | اسی ۱۷ھ مین حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو معزول کر دیا، معزولی کے سنہ مین مورخین کا بیان مختلف ہے، عام شہرت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی معزول کیا تھا، لیکن یہ بیان صحیح نہین ہے، صحیح روایت یہ ہے کہ ۱۷ھ مین یعنی خلافت فاروقی کے ۵ سال بعد معزول ہوئے، ابن اثیر کی بھی یہی تحقیق ہے، وہ لکھتے ہین فی ھذہ السنۃ وھی سنۃ سبعۃ عشر عزل خالد بن ولید یعنی ۱۷ھ مین خالد بن ولیدؓ معزول کیے گئے، ان کی معزولی کا سبب یہ ہے کہ خالدؓ فوجی آدمی تھے، ان کا مزاج تند تھا، اس لیے ہر معاملہ مین خود رائی سے کام لیتے تھے، اور بارگاہ خلافت سے استصواب ضروری نہین سمجھتے تھے، فوجی اخراجات کا حساب کتاب بھی نہین بھیجتے تھے، عراق کی پیشقدمی روکنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی مرضی کے خلاف بغیر ان کی اجازت کے خفیہ حج کو چلے گئے، ان کا یہ طرز عمل حضرت ابو بکرؓ کو بہت ناگوار ہوا[2]، اور آپ نے تنبیہ کی، انھون نے بارہا لکھا کہ بغیر میرے حکم کے کوئی کام نہ کیا کرو، اور نہ کسی کو کچھ دیا لیا کرو، انھون نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھ کو میری موجودہ حالت پر چھوڑ دیجئے تو کام کر سکتا ہون، ورنہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہون[3]، اسی زمانہ سے حضرت عمرؓ ان سے

---

[1] طبری فتح بیت المقدس [2] طبری جلد ۴ ص ۲۰۷۵ [3] اصابہ جلد ۲ ص ۱۰۰

برہم رہتے تھے، اور بار بار حضرت ابوبکرؓ کو ان کے معزول کرنے کا مشورہ دیتے تھے، لیکن وہ ہمیشہ جواب دیتے کہ مین اس تلوار کو نیام مین نہین کر سکتا، جس کو خدا نے بے نیام کیا ہے[1]، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین بھی خالدؓ نے یہ روش نہ چھوڑی، لیکن انھون نے بھی فوراً معزول نہین کیا، بلکہ عرصہ تک سمجھاتے رہے، چنانچہ پھر ایک مرتبہ لکھا کر بغیر میری اجازت کے کسی کو ایک بکری بھی نہ دیا کرو، مگر خالدؓ نے کوئی اثر نہین لیا، اور حضرت عمرؓ کو بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ کو دے چکے تھے[2]،

دوسری وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانون کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اسلامی فتوحات کا دارمدار خالدؓ کے قوت بازو پر ہے[3]، جس کو حضرت عمرؓ پسند نہین کرتے تھے،

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت خالدؓ کے اخراجات اسراف کی حد تک پہنچ جاتے تھے، جو دوسرے افسرون کے لیے نمونہ نہ بن سکتے تھے، چنانچہ شعراء کو بڑی بڑی رقمین دے ڈالتے تھے، اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام یکمشت دیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی، تو ابوعبیدہؓ بن جراح کے پاس حکم بھیجا کہ خالدؓ سے دریافت کرین کہ انھون نے یہ روپیہ کس مد سے دیا ہے، اگر مسلمانون کے مال سے دیا ہے تو خیانت کی، اور اگر اپنی جیب سے دیا ہے تو اسراف کیا، اس لیے دونون حالت مین وہ معزولی کے قابل ہین، یہ فرمان عین میدان جنگ مین ابوعبیدہؓ کو ملا، انھون نے حضرت خالدؓ سے پوچھا تم نے یہ روپیہ کہان سے دیا، کہا اپنے مال سے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کا فرمان سنا کر معزولی کی علامت کے طور پر ان کے سر سے ٹوپی اتار لی، اور عمامہ گردن مین ڈالدیا، خالدؓ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ مین نے فرمان سنا اور مانا، اور اب بھی مین اپنے

[1] طبری ج ۴ ص ۲۰۸۵ [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰ [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۹

افسرون کے احکام ماننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہون،[1]

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کے دبدبہ اور خالدؓ کی حق پرستی، دونون کا اندازہ ہوتا ہے، معزولی کے بعد دربار خلافت سے طلبی ہوئی، چنانچہ خالدؓ حمص ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور ان سے شکایت کی کہ آپنے میرے معاملہ مین زیادتی سے کام لیا ہے، حضرت عمرؓ نے سوال کیا "تمھارے پاس اتنی دولت کہان سے آئی" جواب دیا، مال غنیمت کے حصون سے، اگر میرے پاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو آپ لے لیجیے، حضرت عمرؓ نے فوراً حساب کرایا، کل ۲۰ ہزار زیادہ نکلے، وہ بیت المال مین داخل کرادیے، اور فرمایا کہ "خالدؓ اب بھی میرے دل مین تمھاری وہی عزت و محبت ہے"، اور تمام ممالکِ محروسہ مین فرمان جاری کرادیا کہ مین نے خالدؓ کو خیانت کے جرم یا غصہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہین کیا ہے بلکہ محض اس لیے معزول کیا تاکہ مسلمانون کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار خالدؓ کے قوت بازو پر نہین ہے،[2]

مذکورۂ بالا فتوحات کے علاوہ خالدؓ دوسری مہمون مین بھی شریک ہوکر داد شجاعت دیتے رہے، لیکن ان مین آپ کی حیثیت معمولی مجاہد کی تھی، اس لیے ان کی تفصیل قلم انداز کیجاتی ہے،

گورنری حضرت عمرؓ نے بمصالح خالدؓ کو معزول کردیا تھا لیکن معزول کرنے کے بعد ان سے ان کے رتبہ کے مطابق کام لیے، اور ان کے جوہر اور ان کی فطری صلاحیتون سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبون مین فائدہ اٹھایا، چنانچہ معزولی کے بعد رہا، حران، آمد اور لرنہ کا گورنر مقرر کردیا لیکن ایک سال کے بعد خود مستعفی ہوگئے،[3]

---

[1] ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۸۱ [2] ایضاً ص ۱۹۱ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۹۷،

وفات گورنری سے استعفا دینے کے بعد مدینہ مین مقیم ہوگئے، اور کچھ دن بیمار رہ کر ۲۲ھ مین وفات پائی، بعض لوگ آپ کی وفات حمص مین بتاتے ہین، مگر یہ صحیح نہین ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ آپ کے جنازہ مین شریک تھے[1]، اور ۲۲ھ مین انھون نے شام کا کوئی سفر نہین کیا، آپ کی وفات سے مدینہ کی عورتون خصوصاً بنی عذرہ مین کہرام برپا تھا،

اولاد اولاد کی تعداد کی تفصیل نہین ملتی، صرف دو لڑکون مہاجر اور عبدالرحمن کا نام ملتا ہے، ان دونون مین باپ کی شجاعت کا اثر تھا، چنانچہ مہاجر بن خالدؓ نے جنگ صفین مین حضرت علیؓ کی حمایت مین سرگرمی سے حصہ لیا[2]، اور حضرت معاویہؓ کے عہد مین قسطنطنیہ کے مشہور معرکہ مین فوج کے ایک کماندار عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے[3]، حضرت خالدؓ کی کنیت ابوسلیمان تھی، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نام کا بھی کوئی لڑکا رہا ہوگا، مگر تصریح نہین ملتی۔

فضل و کمال چونکہ ابتدا سے لیکر آخر تک خالدؓ کی پوری زندگی میدان جنگ مین گذری، اس لیے ذات نبویؐ سے خوشہ چینی کا کم موقع ملا، خود کہتے تھے کہ جہاد کی مشغولیت نے مجھکو تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رکھا[4]، تاہم وہ صحبت نبویؐ کے فیض سے دولت علم سے بے بالکل بے بہرہ نہ تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ مین جو جماعت صاحب علم و افتا تھی، ان مین ایک ان کا نام بھی تھا، لیکن فطرۃً سپاہی تھے[5]، اس لیے مسند افتا پر نہ بیٹھے، اور ان کے فتاویٰ کی تعداد دو چار سے زیادہ نہین ہی[6]،

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰ اور مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۹۷ [2] استیعاب جلد ا ص ۲۷۶ [3] ابوداؤد جلد اول کتاب الجہاد باب قول تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ [4] اصابہ ج ۲ ص ۹۹ [5] اعلام الموقعین جلد ا فصل اصحاب الفتویٰ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابن عباسؓ، جابر بن عبد اللہ، مقدام بن معدی کرب قیس بن ابی حازم، اشتر نخعی علقمہ ابن قیس، جبیر بن نضیر وغیرہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں[1]۔ ان کی مرویات کی تعداد کل اٹھارہ ہے، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں، اور ایک میں بخاری منفرد ہیں،

(فضائل اخلاق، رضائے نبوی) صحابۂ کرام کے لیے سب سے بڑی دولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خوشنودی تھی، اس کے لیے وہ اپنے جذبات کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان کر دیتے تھے، خالدؓ گو تند مزاج تھے لیکن فرمان نبویؐ کے مقابلہ میں انکی تند مزاجی حلم و عفو سے بدل جاتی تھی، ایک مرتبہ ان میں اور عمار بن یاسر میں کسی معاملہ میں بحث ہو گئی، اور سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی، عمار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، اتفاق سے اسی وقت حضرت خالدؓ بھی آ گئے اور شکایت سنکر بہت برہم ہوئے، اور عمار کو بری بھلا کہنا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے، عمار نے آبدیدہ ہو کر عرض کی، حضور ان کی زیادتیوں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا کہ "جو شخص عمار سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ خدا سے بغض و عناد رکھتا ہے"۔ خالدؓ پر اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ ان کا بیان ہے کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا تو عمار کی رضا جوئی سے زیادہ کوئی چیز میرے لیے محبوب نہ تھی، اور ان سے مل کر ان کو منایا[2]،

(احترام نبویؐ) خالدؓ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام تھا کہ وہ کسی کی زبان سے آپ کی شان میں کوئی ناروا کلمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ سونا آیا، آپ نے اسے اہل نجد میں تقسیم کر دیا، قریش و انصار کو شکایت

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۲۴، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۹

ہوئی، انھون نے شکایت کی کہ آپ نے سب سونا نجدی سردارون کو دیدیا، اور ہم لوگون کو بالکل نظر انداز فرما دیا، آپ نے فرمایا کہ ان کو تالیف قلب کے خیال سے دیتا ہون، یہ سنکر نجدیون کے گروہ سے ایک شخص نے کہا کہ محمدؐ خدا سے ڈر! آپ نے فرمایا اگر مین خدا کی نافرمانی کرتا ہون تو پھر خدا کی اطاعت کون کرتا ہے؟ خالدؓ کو اس گستاخی پر غصہ آگیا، اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی لیکن آپ نے روک دیا،[۱]

آثار نبوی سے تبریک وہ ہر اس چیز کے ساتھ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ شرف انتساب حاصل ہوتا والہانہ عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک ایک ٹوپی مین سلوالیے تھے، جس کو پہنکر میدان جنگ مین جاتے تھے، یرموک کے معرکہ مین یہ ٹوپی گرگئی تھی حضرت خالدؓ بہت پریشان ہوے اور آخری بڑی تلاش و جستجو کے بعد ملی[۲]

جہاد فی سبیل اللہ حضرت خالدؓ کی کتاب زندگی کا سب سے جلی عنوان اور سب سے روشن باب جہاد فی سبیل اللہ ہے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی مین گذرا، غزوات نبوی اور عراق و شام کی فتوحات کے حالات مین اس کی تفصیل گذر چکی ہے، ان کے اسی ذوق جہاد اور شجاعانہ کارنامون کے صلہ مین ان کو دربار نبوی سے سیف اللہ کا لقب ملا، تقریباً سوا سو لڑائیون مین اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، جسم مین ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیرون اور تلوارون کے زخم سے زخمی نہ ہوا ہو،[۳] ذوق جہاد مین کہا کرتے تھے کہ مجھے میدان جنگ کی وہ سخت رات جس مین اپنے دشمنون سے لڑون، اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے، جسمین میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو،[۴]

---

[۱] بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵، [۲] اصابہ جلد ۲ ص ۹۹ [۳] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۰۲، [۴] اصابہ جلد ۲ ص ۹۹

آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو بڑی حسرت اور افسوس کیساتھ کہتے تھے کہ افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ مین گذری اور آج مین بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیان رگڑ کے جان دے رہا ہون[1]، خدا نے آپ کے قدمون مین یہ برکت دی تھی کہ جدھر رخ کیا، کبھی ناکام واپس نہ لوٹے، خود کہتے تھے کہ مین نے جس طرف کا رخ کیا فتحیاب ہوا[2]، اس قول کی صداقت پر ان کے کارنامے شاہد ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شجاعت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ان کے ہاتھ مین علم آجاتا تو آپ مطمئن ہو جاتے، چنانچہ غزوۂ موتہ مین جب حضرت خالدؓ نے علم سنبھالا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ فرمایا کہ اب لڑائی کا تنور گرم ہوا[3]، چونکہ سپہ گری انکا آبائی پیشہ تھا، اس لیے ان کے پاس سامانِ حرب کافی تھا، جس کو انھون نے اسلام لانے کے بعد راہ خدا مین وقف کر دیا تھا[4]،

آنحضرت صلعم کا مدح کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ کی جان فروشیون اور قربانیون کی بہت قدر فرماتے تھے، اور متعدد موقعون پر مدحیہ لہجہ مین ان کا اعتراف فرمایا کرتے۔ فتح مکہ کے موقع پر جبکہ مسلمان مختلف سمتون سے مکہ مین داخل ہو رہے تھے، ایک گھاٹی کی طرف خالدؓ بھی نمودار ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا، دیکھو کون ہے۔ انھون نے عرض کی خالد بن ولیدؓ، فرمایا کہ یہ خدا کا بندہ بھی کیا خوب ہے[5]، خود بھی قدر دانی فرماتے تھے، اور لوگون کو بھی انکا لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ ایک موقع پر لوگون سے فرمایا کہ خالدؓ کو تم لوگ

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۱۵۰ [2] اصابہ جلد ۲ ص ۹۹ [3] ابن سعد ق ۲ جلد ۴ تذکرۂ خالدؓ [4] صحیح بخاری کتاب الزکوۃ و اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۴، [5] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۶۰،

کسی قسم کی تکلیف نہ دو، کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہے جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے[1]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کیلیے بھیجا تو ابن جمیل، خالدؓ، اور عباسؓ نے دینے سے انکار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ "ابن جمیل فقیر تھا، خدا نے اس کو دولتمند کیا، یہ اس کا بدلہ ہے، لیکن خالدؓ ابن ولید پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انھون نے اپنا تمام سامان حرب خدا کی راہ مین وقف کر دیا ہے، پھر ان پر زکوٰۃ کیسی، رہا عباس کا معاملہ تو ان کا مین ذمہ دار ہون کیا تم کو معلوم نہین ہے کہ چچا باپ کی جگہ ہے[2]

مزاج ان کی پوری زندگی سپاہیانہ تھی، اس لیے مزاج مین حرارت اور تیزی تھی ذرا سی خلاف مزاج بات پر بگڑ جاتے تھے، عمار بن یاسرؓ کے ساتھ سخت کلامی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، اسی طرح بنو خذیمہ کے معاملہ مین (جن پر آپ نے مشرک سمجھکر حملہ کر دیا تھا) جب عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اعتراض کیا تو بہت برہم ہوئے[3]

حق پرستی لیکن اس تند مزاجی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی، اور حق بات کو قبول کرنے اور دوسرون کے فضائل کے اعتراف مین عار نہ کرتے تھے، معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے کہ مجمع عام مین اس طرح معزول کیا جاتا ہے کہ سر سے ٹوپی اتار لیجاتی ہے، عمامہ گردن مین باندھ دیا جاتا ہے، اور آپ دم نہین مارتے، اور جب ان کی جگہ پر ابو عبیدہؓ سپہ سالار مقرر ہوتے ہین تو یہ لوگون سے مخاطب ہو کر کہتے ہین کہ اب اس امت کا امین تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے[4]

---

[1] اصابہ جلد ۲ ص ۹۹ [2] ابو داؤد جلد ۱ ص ۱۶۳ و مسلم جلد ۱ ص ۲۶۲ مصر [3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۰۳ [4] اصابہ جلد ۲ ص ۹۹

اشاعت اسلام اشاعتِ اسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ خالدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین اور آپ کے بعد برابر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے، فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے جو سرایا بھیجے، ان مین سے متعدد سریے ان کی سرکردگی مین کیے گئے، اور بنو جذیمہ، بنو عبد المدان نجرانی ان ہی کوششون سے مشرف باسلام ہوئے، اور اہل یمن کے اسلام مین حضرت علیؓ کے ساتھ ان کی کوششین بھی شامل تھین، فتنۂ ردہ مین طلیحہ کی جماعت بنو ہوازن، بنو سلیم اور بنو عامر وغیرہ دوبارہ ان ہی کی کوششون سے اسلام لائے[1]، ان جماعتون کے علاوہ منفرد طور پر بھی بعض مشہور لوگ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، جنگِ یرموک مین قیصر روم کے سفیر جارج کے قبولِ اسلام کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے[2]،

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب مغیرہ نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس[3]،

اسلام غزوۂ خندق کے سال ۵ھ مین مشرف باسلام ہوئے، اور اسی زمانہ مین ہجرت کرکے مدینہ آگئے[4]،

غزوات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا، غزوۂ حدیبیہ مین آپ کے ساتھ نکلے، قریش اس مین مزاحم ہوئے، اور ان کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی

[1] ابن خلدون جلد ۲ بعوث مرتدین، [2] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۱۶ [3] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۰۶ [4] استیعاب جلد اول ص ۲۵۸

گفتگو کے لیے آیا، اور عرب کے عام قاعدہ کے مطابق دوران گفتگو مین بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا، مسلمان اس گستاخانہ طریقۂ تخاطب کے عادی نہ تھے، مغیرہؓ کو جو اس وقت ہتھیار لگائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب کھڑے تھے، یہ انداز گفتگو ناگوار ہوا، وہ ہر مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ لیجاتے تھے، آخر مین ضبط نہ ہو سکا، ڈانٹ کر کہا، خبردار ہاتھ قابو مین رکھو، عروہ نے پہچان کر کہا او دغاباز مین نے تیری دغابازی کے معاملہ مین تیری طرف سے کوشش نہین کی تھی، [1]

حدیبیہ کے بعد متعدد غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص سریہ مین ان کو اور ابوسفیان کو طائف بھیجا تھا، اس مین انھون نے نہایت بہادری سے دشمنون کو شکست دی، [2]

آخری سعادت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے، جب لوگ جسد مبارک کو قبر انور مین رکھکر نکلے تو انھون نے عمداً قبر مین اپنی انگوٹھی گرادی، حضرت علیؓ نے کہا نکال لو، انھون نے قبر مین اتر کر قدم مبارک کو ہاتھ سے مس کیا اور جب مٹی گرائی جانے لگی اسوقت قبر سے نکلے، انھون نے قصداً اس لیے انگوٹھی گرائی تاکہ یہ شرف ان کے ساتھ مخصوص ہو جائے کہ وہ ذات نبوی سے یہ سب سے آخری جدا ہونے والے ہین، چنانچہ ہمیشہ لوگون سے فخریہ کہا کرتے کہ مین تم سب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری جدا ہونے والا ہون، [3]

---

[1] زمانہ جاہلیت مین مغیرہ نے چند آدمیون کو قتل کر دیا تھا، مسعود ثقفی نے ان کی دیت ادا کی تھی، یہ واقعہ بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب مین مفصل مذکور ہے، ہم نے صرف اسی قدر ہی لیا ہی جتنا مغیرہ کی ذات سے متعلق ہی [2] مستدرک جلد ۳ ص ۴۴۸ [3] ابن سعد جلد ۲ ق ۲ ص ۷۷، ۷۸

عہد صدیقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین کے عہد کی اکثر معرکہ آرائیوں مین شریک رہے، اور بڑے بڑے کارنمایان کیے، سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اہل بحیرہ کیطرف گئے، پھر یمامہ کے مرتدون کی سرکوبی مین پیش پیش رہے،[۱]

عہد فاروقی فتنۂ ارتداد کے فرو ہونے کے بعد عراق کی فتوحات مین شریک ہوئے ابوزیب کی تسخیر کے بعد جب مسلمان قادسیہ کی طرف بڑھے، اور رستم نے مصالحت کے لیے مسلمان سفرا بلائے تو کئی سفرا بھیجے گئے، آخر مین یہ خدمت مغیرہؓ کے سپرد ہوئی،

سفارت ایرانیون نے اسلامی سفیر پر رعب ڈالنے کے لیے بڑی شان و شوکت سے دربار سجایا تھا، تمام افسران فوج دیبا و حریر کے بیش قیمت ملبوسات زیب تن کیے تھے، رستم زرنگار تاج سر پر رکھے تخت پر بیٹھا تھا، دربار مین کارچوبی کا فرش تھا، مغیرہؓ پہنچے تو بلا کسی جھجھک کے سیدھے رستم کے تخت پر جاکر بیٹھ گئے، ان کا اس دلیری سے رستم کے پہلو بہ پہلو بیٹھ جانا درباریون کو ناگوار ہوا، انھون نے ہاتھ پکڑ کے نیچے بٹھا دیا، مغیرہؓ نے کہا "ہم عرب ہین، ہمارے یہان یہ دستور نہین ہے کہ ایک شخص خدا بنے اور دوسرے لوگ اسکی پرستش کرین، ہم سب ایک دوسرے کے برابر ہین، تم نے ہم کو خود بلایا ہے، ہم اپنی غرض سے نہین آئے ہین، پھر تمھارا یہ سلوک کہان تک مناسب ہے، اگر تم لوگون کا یہی حال رہا تو بہت جلد نیست و نابود ہو جاؤ گے، بقائے سلطنت کی یہ شکل نہین ہے" ایرانی اس مساوات سے ناآشنا تھے، یہ خیالات سنکر دنگ رہ گئے، رستم بھی نادم ہوا، بولا کہ یہ نوکرون کی غلطی ہے، اور حسن تلافی کے طور پر ان کے ترکش سے تیر نکال کر مذاق کے لہجہ مین کہا کہ ان تکلون سے کیا ہوگا، کہا چنگاری کی لو گو چھوٹی ہو مگر پھر بھی آگ ہے، پھر اس نے تلوار

[۱] مستدرک جلد ۳ ص ۴۴۰

کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تمہاری تلوار کس قدر بوسیدہ ہے، کہا گو نیام بوسیدہ ہے لیکن دھار تیز ہے، اس کے بعد اصل معاملہ پر گفتگو شروع ہوئی، رستم نے اپنی قوم کی شوکت و عظمت، سطوت و جبروت اور عربون کی حقارت و کم مایگی کا تذکرہ کرکے کہا کہ گو تمہاری جیسی ناچیز قوم ہمارا کچھ نہین بگاڑ سکتی، تاہم اگر تم لوٹ جاؤ تو تمہاری فوج اور سردار فوج کو ان کے مرتبہ کے موافق انعام دیا جائے گا، مغیرہؓ نے نہایت جوش سے جوابی تقریر کی، اور آخر مین کہا کہ اگر تم کو جزیہ نہین منظور ہے تو تلوار تمہارا فیصلہ کرے گی، رستم یہ سخت جواب سنکر آگ بگولا ہوگیا، بولا کہ "آفتاب کی قسم، طلوع آفتاب سے پہلے تمہاری فوج کو تہ و بالا کردون گا"، اس گفتگو کے بعد مغیرہؓ واپس چلے آئے[1]، اور قادسیہ کی مشہور جنگ مین بھی یہ شریک تھے[2]،

عراق پر فوج کشی | سنہ ۱۹ھ مین رے، قومس اور اصفہان والون نے یزدگرد سے خط و کتابت کرکے مسلمانون کے خلاف ساٹھ ہزار فوج جمع کی، اور مردان شاہ درفش کاویانی لہراتا ہوا نکلا، حضرت عمار بن یاسرؓ نے دربار خلافت مین اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے خود نکلنے کا قصد کیا، لیکن پھر نظام خلافت کے اختلال کے خیال سے ارادہ فسخ کردیا، اور امراے کوفہ و بصرہ کے نام فرمان جاری کیے، کہ وہ اپنی اپنی فوج لیکر نہاوند کی طرف بڑھین، اور نعمان بن مقرن کو سپہ سالار مقرر کرکے ہدایت کردی کہ اگر تم شہید ہو تو حذیفہ بن یمان تمہاری قائم مقامی کرین، اگر وہ بھی شہید ہون تو جریر بن عبد اللہ بجلی جگہ لین، اور اگر وہ بھی شہید ہوجائین تو مغیرہؓ علم سنبھالین[3]،

دوسری سفارت | جب اسلامی لشکر نہاوند کے قریب اترا تو ایرانیون نے دوبارہ مصالحت

[1] طبری ج ۵ ص ۲۲۶۴ تا ۲۲۷۱ [2] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۷ [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۱۱

کی گفتگو کے لیے ایک سفیر طلب کیا مغیرہؓ اس خدمت کو ایک مرتبہ حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے چکے تھے، اس لیے دوبارہ پھر ان ہی کا انتخاب ہوا، یہ سفیر بن کر گئے تو دربار کا پھر وہی رنگ دیکھا، مروان شاہ سر پر تاج زرنگار رکھے طلائی تخت پر بیٹھا تھا، درباری چپ و راست، چمکدار تلواریں لگائے، جن پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی، کھڑے تھے، مغیرہؓ نے کوئی توجہ نہ کی، اور سیدھے گھستے ہوئے چلے گئے، راستہ میں درباریوں نے روکنا چاہا، کہا سفرا کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا، اور مترجم کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی، مروان شاہ نے کہا کہ تم عرب ہو، اور عربوں سے زیادہ بدبخت، فاقہ مست اور نجس قوم دنیا میں نہیں ہے، میری سپاہ کب کا تمھارا فیصلہ کر چکی ہوتی، لیکن تم اس قدر ذلیل ہو کہ ہم ان کے تیر بھی تمھارے ناپاک خون سے آلودہ کرنا نہیں چاہتے، اب بھی اگر تم واپس چلے جاؤ تو معاف کر دیا جائے گا، ورنہ تمھاری لاشیں میدان جنگ میں تڑپتی نظر آئیں گی، انھوں نے حمد ونعت کے بعد جواب دیا کہ بیشک جیسا تمھارا خیال ہے، ایک زمانہ میں ہم ویسے ہی تھے، لیکن ہمارے رسول نے ہماری کایا پلٹ دی، اب ہر طرف ہمارے لیے میدان صاف ہے، اور بغیر تمھارے تاج وتخت چھینے اس وقت تک نہیں لوٹ سکتے، جب تک میدان جنگ میں ہماری لاشیں نہ تڑپیں[1]، غرض یہ سفارت بے نتیجہ رہی، اور طرفین میں لڑائی کی تیاریاں شروع ہوگئیں، مغیرہؓ میسرہ کے افسر مقرر ہوئے، نہاوند کے معرکہ میں اسلامی فوج کے سپہ سالار نعمان بن مقرن ایسے سخت زخمی ہوئے کہ پھر جانبر نہ ہو سکے لیکن مسلمانوں کے ثبات واستقلال میں کوئی فرق نہ آیا، اور بالآخر ایرانیوں کو شکست ہوئی، اختتام جنگ کے بعد معقل، نعمان کی خبر لینے گئے، سانس کی آمد وشد باقی تھی لیکن نگاہ جواب دے چکی تھی،

---

[1] طبری ج ۵ ص ۲۶۰۲ و ۲۶۰۳

پوچھا کون؟ معقل نے نام بتایا، پوچھا جنگ کا کیا نتیجہ رہا، عرض کی خدا نے کامیاب کیا، فرمایا الحمد للہ، عمرؓ کو اطلاع دو، اور یہ مژدہ سننے کے بعد طائر روح پرواز کر گیا۔[1]

نہاوند کے بعد ایران پر عام فوج کشی ہوئی، ہر حصہ پر الگ الگ فوجین بھیجی گئین، ہمدان کی مہم مغیرہؓ کے سپرد ہوئی انھون نے نہایت بہادری سے اس کو سر کیا، پھر اہل ایران کی درخواست پر صلح کر لی۔[2]

بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو یہان کا گورنر مقرر کیا، انھون نے اپنے عہد حکومت مین بہت سے نئے انتظامات کیے، باقاعدہ ایک دفتر کھولا، جہان سے سپاہیون کی تنخواہین اور وظیفہ خوارون اور وثیقہ پانے والون کے وظیفے اور وثیقے ملتے تھے، اس سے پہلے کوئی دفتر نہ تھا، اس کی ایجاد کا سہرا مغیرہؓ کے سر ہے، کچھ دنون کے بعد ایک جرم کے الزام مین ماخوذ ہوئے، لیکن شہادت سے یہ الزام ثابت نہ ہو سکا، حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے کہ ایک صحابی کا دامن معصیت کی آلودگی سے پاک نکلا تاہم سیاسی مصالح کے لحاظ سے بصرہ سے تبادلہ کر کے عمار بن یاسر کی جگہ کوفہ کا گورنر بنایا،[3] حضرت عمرؓ کی وفات تک یہان کے گورنر رہے،[4] اور جدید عثمانی انتظامات مین معزول کر دیے گئے،

عہد معاویہ | اس کے بعد امیر معاویہؓ اور جناب امیرؓ مین اختلافات شروع ہوئے تو ابتدا مین مغیرہؓ جناب امیرؓ کے حامی وطرفدار تھے، چنانچہ آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر مخلصانہ مشورہ دیا کہ اگر آپ اپنی خلافت کو مستحکم کرنا چاہتے ہین تو طلحہؓ و زبیرؓ کو کوفہ اور بصرہ کا والی بنا دیجئے، اور امیر معاویہؓ کو ان کے قدیم عہدہ پر واپس کیجئے، پھر تسلط ہو جانے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۰۲ و ۳۰۴ [2] ایضاً ص ۳۱۷ و مستدرک جلد ۳ ص ۴۴۸ [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۴ و ۳۴۹
[4] استیعاب جلد ۱ ص ۲۵۹ و مستدرک جلد ۳ ص ۴۴۸

کے بعد پھر جو خیال مین آئے وہ کیجیے گا لیکن جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ طلحہؓ و زبیرؓ کے بارہ
مین غور کرون گا لیکن معاویہؓ جب تک اپنی حرکتون سے باز نہ آئین گے اس وقت تک
نہ ان کو کہین کا امیر بناؤن گا اور نہ ان سے کسی قسم کی مدد لون گا، مغیرہؓ اس جواب سے
بدظن ہو گئے[1]، امیر معاویہؓ کو خبر ہوئی تو انھون نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ان کو
اپنی طرف مائل کر کے ان سے بیعت لے لی[2]، اب مغیرہؓ معاویہؓ کے ساتھ تھے، اور علی الاعلان
جناب امیرؑ کی مخالفت شروع کر دی، مجمع عام مین آپ کے خلاف تقریر کرتے اور
لوگون کو آپ کی مخالفت پر ابھارتے تھے[3]،

مغیرہؓ کی حمایت نے امیر معاویہؓ کو بڑی قیمتی مدد پہنچائی، بڑی بڑی اہم گتھیان انھون نے
اپنے ناخن تدبیر سے حل کر دین، امیر معاویہؓ کے دعوی خلافت کے سلسلہ مین بعض مواقع ایسے
نازک آ گئے تھے کہ اگر مغیرہؓ کا تدبر نہ ہوتا تو امیر معاویہؓ کو سخت ترین دشواریون کا سامنا کرنا
پڑتا، زیاد دہاۃ عرب مین تھا، اور حضرت علیؑ کی طرف سے فارس کا والی تھا، یہ امیر معاویہؓ
کا سخت ترین دشمن تھا، حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد گو امیر معاویہؓ سارے
عالم اسلامی کے خلیفہ ہو گئے تھے لیکن زیاد ان کی خلافت نہین تسلیم کرتا تھا، امیر معاویہؓ
نے مشہور جفاکار بسر بن ارطاۃ کو اس کے مطیع کرنے پر مامور کیا، لیکن اس کی سختیان بیکار
ثابت ہوئین، اور مغیرہؓ بن شعبہ نے اپنے تدبر سے زیاد کو امیر معاویہؓ کا مطیع بنا کر ایک
بڑے خطرہ سے بچا لیا[4]،

کوفہ کی گورنری | سنہ ۴۱ھ مین امیر معاویہؓ نے مغیرہؓ کو ان کے حسن خدمات کے صلہ مین

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۲۵۹ [2] اصابہ جلد ۶ ص ۱۳۲ [3] مستدرک جلد ۳ ص ۴۵۰
[4] ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۰۰

کوفہ کا عامل بنایا، ۴۳ھ میں خارجیوں نے بڑا سخت فتنہ برپا کیا، مغیرہؓ نے نہایت ہوشیاری اور سرعت سے ان کو فرو کیا، اور خارجیوں کا ایک سرغنہ مستورد مارا گیا، غرض مغیرہ نے امیر معاویہؓ کی خلافت استوار کرنے میں پورا زور صرف کیا،

وفات | ۵۰ھ میں کوفہ میں طاعون کی وبا پھیلی، اسی میں انتقال کیا، وفات کے وقت ۷۰ سال کی عمر تھی،[1]

حلیہ | سر بڑا، بال بھورے، لب پیوستہ، بازو فراخ اور شانہ کشادہ تھے،[2]

اولاد | وفات کے وقت ۳ اولادیں چھوڑیں، عروہ، حمزہ، عقار،[3]

فضل وکمال | مغیرہؓ بن شعبہ گو ایک مدبر اور فوجی شخص تھے، تاہم ان کو مذہبی علوم سے بھی وافر حصہ ملا تھا، اور اپنے زمرہ میں علمی حیثیت سے ممتاز شخصیت رکھتے تھے، ان کی ۱۳۳ روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ۹ متفق علیہ ہیں، اور ایک میں امام بخاری اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں،[4] تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، ان میں ان کے تینوں لڑکے عروہ، حمزہ، عقار اور عام لوگوں میں جبیرہ بن وحیہ، مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن اجدع، نافع بن جبیرہ بن مطعم، عروہ بن زبیر اور عمرو بن وہب قابلِ ذکر ہیں،[5]

گو مغیرہ مذہبی علوم سے بے بہرہ نہ تھے، لیکن ان کی عظمت و وقار کا علم علم و افتا کی مسند کے بجائے سیاست کی خارزار وادیوں میں گڑا تھا، اور یہی ان کے کمال کا حقیقی مظہر تھا، عقل و دانش اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے وہ عرب کے ممتاز مدبرین میں تھے،

[1] ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۲ [2] اصابہ جلد ۶ ص ۱۳۲ [3] تہذیب التہذیب تذکرہ مغیرہ بن شعبہ
[4] تہذیب الکمال ص ۳۸۵ [5] تہذیب التہذیب تذکرہ مغیرہؓ بن شعبہ

ان کا شمار "دہاۃ عرب" میں تھا، اور اپنے غیر معمولی دل و دماغ کے سبب سے "مغیرۃ الرائے" کہلاتے تھے[1]، اسی وصف کی بنا پر حضرت عمرؓ کے عہد میں بڑے بڑے ذمہ دار عہدوں پر ممتاز رہے، اور دربار ایران تک ان کے تدبر کا سکہ جم گیا تھا،

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے کہ میں عرصہ تک مغیرہؓ کے ساتھ رہا، وہ اس تدبیر و سیاست کے آدمی تھے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ان میں ایک میں سے بھی بغیر ہوشیاری اور چالاکی کے گذر دشوار ہو تو مغیرہؓ آٹھوں دروازوں سے نکل جاتے[2]، اہم امور کی گتھیاں سلجھانے میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا، جب کسی معاملہ میں رائے قائم کرتے تو اسی میں مفر کی صورت نکلتی[3]

ان کی تدبیر و سیاست کے بعض واقعات نہایت دلچسپ ہیں، عموماً اس قسم کے حکام کو رعایا پسند نہیں کرتی، مغیرہؓ بھی ان ہی میں تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں انکو بحرین کا گورنر بنایا تھا، یہاں کی رعایا نے ان کی شکایت کی، حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا، معزولی کے بعد چلتے چلتے رعایا نے ایک بڑی چوٹ یہ لگائی، کہ ان کی آیندہ واپسی کے خطرہ کو روکنے کے لیے یہاں کے زمینداروں نے ایک لاکھ کی رقم جمع کر کے دربار خلافت میں پیش کی، اور کہا کہ مغیرہؓ نے سرکاری محاصل سے خیانت کر کے ہمارے پاس جمع کرائی تھی، حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے بازپرس کی، معاملہ بہت نازک تھا رقم موجود تھی، سیکڑوں شاہد تھے، کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہ تھی، لیکن انھوں نے دماغی توازن قائم رکھا، اور نہایت اطمینان کے ساتھ کہا میں نے دو لاکھ جمع کیے تھے ایک لاکھ اس نے دبا لیا، یہ سنکر زمیندار بہت گھبرایا اور حلف لیکر اپنی صفائی پیش کی،

---

[1] اصابہ و استیعاب تذکرہ مغیرہ بن شعبہ [2] تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۶۲ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ تذکرہ مغیرہ رضا

ورنہ ان کو دو لاکھ بیت المال میں داخل کرنا پڑتے، مگر یہ واقعہ مغیرہؓ کو بدنام کرنے کیلیے بنایا گیا تھا، اس لیے تحقیقات سے غلط ثابت ہوا، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم نے دولاکھ کا کیوں اقرار کیا، بولے انھوں نے تہمت لگائی تھی اور اس کے سوا بدلہ لینے کی کوئی صورت نہ تھی[1]

حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص

نام ونسب خالدؓ نام، ابو سعید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، خالد بن سعید بن العاص بن امیہ ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی، ننھیالی تعلق ثقیف سے تھا[2]،

اسلام حضرت خالدؓ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جو اس وقت مشرف باسلام ہوئے، جب چند بندگانِ خدا کے سوا ساری دنیا توحید کی آواز سے ناآشنا تھی، ان ہی کے اسلام سے ان کے گھر میں اسلام کی روشنی پھیلی، ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں انھوں نے خواب دیکھا کہ یہ ایک آتشین غار کے کنارے کھڑے ہیں، اور ان کے والد ان کو اس میں ڈھکیل رہے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گلا پکڑے ہوئے روک رہے ہیں، اس خواب پریشان نے آنکھ کھول دی، گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ "خدا کی قسم یہ خواب حقیقت ہے"، اور اس کو حضرت ابو بکرؓ سے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور مشرف باسلام ہوگے، اس لیے میں تم کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم خود حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ، اور تمھارے والد اس آتشین غار میں گریں گے، لیکن

---

[1] اصابہ جلد ۶ ص ۱۳۲ [2] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۰

تم کو اسلام اس مین گرنے سے بچالے گا، چنانچہ خالدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا، آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہین، آپ نے فرمایا بلا شرکتِ غیر خدائے واحد کی پرستش کرو، مجھکو اس کا بندہ اور رسول مانو، اور ان پتھرون کی پوجا چھوڑ دو جو تمھارے نفع اور نقصان کسی چیز پر قدرت نہین رکھتے، حتیٰ کہ اس سے بھی لاعلم ہین کہ ان کی پرستش کے دعویدارون مین کون ان کی پرستش کرتا ہے، اور کون نہین کرتا، یہ تعلیمات سنکر دل کے ساتھ زبان نے بھی خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر دی،[۱]

آزمایش اور استقامت | اسلام لانے کے بعد گھر والون سے چھپکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوتِ اسلام مین مصروف ہو گئے، والد کو خبر ہوئی تو انھون نے ان کے بھائیون کو ان کے پکڑنے کے لیے بھیجا، وہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے، پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا، یہان جواب صاف تھا، کہ جان جائے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب نہین چھوٹ سکتا، اس جواب پر پہلے زجر و توبیخ شروع ہوئی، جب یہ بیکار ثابت ہوئی تو زد و کوب کی نوبت آئی، اور اس بے دردی سے مارے گئے کہ سر پر پڑتے پڑتے لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، جب مارتے مارتے تھک گئے تو پھر باز پرس شروع ہوئی کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرکتون کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ کیون دیا؟ تم آنکھون سے دیکھتے ہو کہ وہ پوری قوم کی مخالفت کرتے ہین، ان کے معبودون اور ان کے آبا و اجداد کو برا بھلا کہتے ہین، اور اس مین تم بھی ان کی ہمنوائی کرتے ہو، مگر اس مار کے بعد بھی اس بادۂ حق کے سرشار کی زبان سے نکلا کہ "خدا کی قسم! وہ جو کچھ کہتے ہین سچ کہتے ہین، اور اس مین مین ان کے ساتھ ہون"، جب سنگدل باپ ہر طرح سے

---

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۸

تھک چکا، تو عاجز ہو کر قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا، اور لوگون سے منع کر دیا کہ کوئی شخص ان سے گفتگو نہ کرے، چنانچہ یہ کئی دن تک بے آب و دانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے، چوتھے دن موقع پاکر بھاگ نکلے اور اطراف مکہ مین روپوش ہو گئے،[1]

ہجرت حبشہ جب مسلمانون کا دوسرا قافلہ حبشہ جانے لگا تو یہ بھی اپنی بیوی امیمہ یا ہمینہ اور بھائی عمرو کو ساتھ لیکر حبشہ چلے گئے یہین ان کے صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئین،[2]

ہجرت مدینہ اور غزوات غزوۂ خیبر کے زمانہ مین حبشہ سے مدینہ آئے، گویا اس مین شریک نہین ہوئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت مین ان کا حصہ بھی لگایا، اس کے بعد عمرۃ القضا، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ سب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،[3]

ابتدائی غزوات بدر و احد وغیرہ مین شریک نہین ہو سکے تھے، اس محرومی پر ہمیشہ متاسف رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! ہم لوگ بدر کے شرف سے محروم رہے، آپ نے جواب دیا، کہ کیا تم کو یہ پسند نہین ہے کہ لوگون کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو کا،[4]

مدینہ کا قیام مدینہ آنے کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراسلات کا عہدہ انکے متعلق کر دیا تھا، اور وہ تحریری نامہ و پیام کی خدمت انجام دیتے تھے، ۹ھ مین بنو ثقیف کا جو وفد آیا تھا، اس کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کی خدمت ان ہی نے

---

[1] طبقات ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۸ و استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵، [2] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۱،
[3] استیعاب جلد ۱ ص ۱۵۴ [4] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۷۲،

انجام دی تھی، اور وفد کے مشرف باسلام ہونے کے بعد معاہدہ بھی ان ہی نے تحریر کیا تھا،[1]

یمن کی گورنری

حضرت خالدؓ کے کنبہ بھر میں حکومت کی صلاحیت تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں بھائیوں کو حکومت کے عہدوں پر ممتاز کیا تھا، آبان کو بحرین پر، عمرو کو تیما، پر اور خالد کو یمن پر مامور کیا، یہ تینوں تاحیات نبوی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، آپ کی وفات کی خبر سنکر وہاں سے واپس ہوئے، حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ بھیجنا چاہا، اور فرمایا کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ عامل ہو، تم سے زیادہ کون اس عہدہ کا مستحق ہو سکتا ہے، لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ابی احیحہ کی اولاد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے عامل نہ بنیں گے،[2]

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت میں تاخیر

خالدؓ کو ابتدا میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے اختلاف تھا، چنانچہ دو مہینہ تک بیعت نہیں کی، اور حضرت علیؓ اور عثمانؓ سے جاکر کہا کہ آپ لوگوں نے غیروں کی خلافت کس طرح ٹھنڈے دل سے قبول کر لی، حضرت ابوبکرؓ نے تو کوئی باز پرس نہیں کی، لیکن حضرت عمرؓ بہت برہم ہوئے،[3] مگر پھر خالدؓ نے دو مہینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر بیعت کر لی،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فتنۂ ارتداد کی روک تھام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، مشہور مرتد عمرو بن معدیکرب زبیدی کو جو اسود عنسی کے حلقہ میں تھا، زخمی کیا، اور اس کی تلوار اور گھوڑا چھین لیا، مگر وہ بچ کر بھاگ گیا،[4] فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد شام کی فوجکشی کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ نے ان کو فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا

[1] زرقانی جلد ۴ ص ۵، [2] استیعاب جلد ۱ ص ۱۵۵ [3] طبری ص ۲۰۹۹

[4] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۸۸،

لیکن حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا، کہ جس شخص نے بیعت مین لیت و لعل کی ہو وہ ہرگز اعتماد کے لائق نہین، پھر وہ کوئی ایسے نبرد آزما بھی نہین، کہ فوجی ذمہ داری ان کے سپرد کیجائے حضرت ابوبکرؓ پہلے متردد ہوئے لیکن آخر مین حضرت عمرؓ کے اصرار سے مجبور ہو گئے، تاہم معزول نہین کیا لیکن سپہ سالاری کے عہدہ سے تنزل کر کے تیماء کی امدادی فوج کے دستہ کا امیر بنا دیا، اور ان کی جگہ پر یزید بن ابی سفیان کا تقرر کیا۔ اور خالدؓ کو یہ ہدایتین دیکر تیما، روانہ کیا کہ "راستہ مین ان مسلمانون کو جو پہلے ارتداد کی شورش مین نہ شریک ہوئے ہون، ساتھ لے لینا، اور بغیر میرا حکم لیے ہوئے خود حملہ کی ابتدا نہ کرنا"۔ رومیون کو خبر ہوئی تو انھون نے بہت سے عربی قبائل کو لیکر مختلف اطراف مین چھاپے مارنا شروع کر دیے، خالدؓ نے دربار خلافت مین اطلاع بھیجی، وہان سے مقابلہ کا حکم آیا، لیکن خالدؓ کے بڑھتے بڑھتے رومی منتشر ہو گئے، اور عربی قبائل جو ان کے ساتھ ہو گئے تھے، پھر اسلام لے آئے، خالدؓ نے دوبارہ اطلاع بھیجی، آپ نے حکم دیا کہ ابھی پیشقدمی جاری رکھو، مگر اس طرح کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکین، اس حکم کے مطابق یہ آگے بڑھے باہان رومی مقابلہ کو نکلا لیکن شکست کھائی، انھون نے اس کی اطلاع دربار خلافت مین بھیجی، نیز مزید امدادی فوج طلب کی۔[۱]

اسی دوران مین عام لشکر کشی ہوئی، عکرمہ ذوالکلاع اور ولید خالدؓ کی مدد کے لیے بھیجے گئے۔ ان کے پہنچتے ہی خالدؓ رومیون کے مقابلہ مین نکلے، باہان بطریق رومی اپنی فوج کو دمشق کی طرف ہٹائے گیا، لیکن یہ برابر بڑھتے ہوئے چلے گئے، اور دمشق و واقوصہ کے درمیان خیمہ زن ہوئے، باہان کا مسلح دستہ تاک مین لگا ہوا تھا، اس نے ہر چہار طرف سے

---

[۱] طبری جلد ۴ ص ص ۲۰۷۵ تا ۲۰۸۱ و ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۰۸

ناکہ بندی کر دی، اور خود حملہ کرنے کے لیے بڑھا، راستہ مین خالدؓ کے صاحبزادہ سعید ملے،
ان کو گھیر کر شہید کر دیا، خالدؓ کو خبر ہوئی تو وہ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ پیشقدمی روک کر پیچھے
ہٹ آئے اور عکرمہ نے ہوشیاری کے ساتھ باہان کو ان کے تعاقب سے روک دیا، اور
خالدؓ ذوالمروہ مین آکر مقیم ہو گئے، پھر کچھ دنون کے بعد مدینہ گئے، حضرت ابو بکرؓ نے
ان کی کمزوری پر مناسب تنبیہ کی، اور فرمایا واقعی عمرؓ اور علیؓ ان کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے،
کاش مین نے ان کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا،[1] اس کے بعد برابر لڑائیون مین شریک ہوتے
رہے، اور گذشتہ کمزوری کی تلافی مین بڑے جوش سے لڑتے تھے، چنانچہ فحل، دمشق وغیرہ
مین بڑی جانبازی دکھائی،

شہادت | فحل کی مہم کے بعد اسلامی فوج نے مرج صفر کا رخ کیا، اسی درمیان مین خالدؓ
نے ام حکیم سے عقد کر لیا، اور مرج صفر پہنچکر بیوی سے ملنے کا قصد کیا، بیوی نے کہا اس
معرکہ کے بعد اطمینان سے ملنا زیادہ بہتر ہے، انھون نے جواب دیا میرا دل کہتا ہے
کہ اس لڑائی مین جام شہادت پیون گا، غرض مرج صفر ہی مین بیوی سے ملاقات کی اور
صبح کو احباب کی دعوت کی، ابھی لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی میدان
مین آگئے، ایک رومی نے مبارزطلبی کی، خالدؓ مقابلہ کے لیے نکلے اور نکلتے ہی شہید ہو گئے
ان کی عروس کا یہ سبق آموز واقعہ قابل ذکر ہے کہ جزع فزع اور سوگ نشینی کے بجائے
شوہر کے خون کے انتقام کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور مردون کے دوش بدوش لڑ کر
سات رومیون کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا،[2]

اولاد | خالدؓ کے امیمہ یا ہمینہ بنت خلف کے بطن سے دو اولادیں ہوئین، سعید اور

---

[1] طبری ص ۲۰۸۴ تا ۲۰۹۴ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۱ تفصیل ابن سعد سے ماخوذ ہے،

امہ یا ام خالد، سعید خالد کی زندگی مین شہید ہو گئے تھے، امہ حضرت زبیرؓ بن عوام سے بیاہی تھین،

خاتم نبوی خالدؓ کی انگوٹھی کا نقش بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تھا، یہ انگوٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے لی تھی، جو ہمیشہ آپ کے ہاتھ میں رہی،[۵]

فضل وکمال عرب کے عام دستور کے خلاف ان کو لکھنے پڑھنے مین مہارت حاصل تھی، چنانچہ یمن والون کو جو امان نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، اس کی کتابت ان ہی نے کی تھی،[۲]

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ

نام ونسب شرحبیل نام، ابو عبد اللہ کنیت، والد کا نام عبد اللہ تھا، لیکن یہ شرحبیل کے بچپن مین فوت ہو گئے تھے، اور ان کی مان حسنہ نے سفیان انصاری سے شادی کر لی تھی، اس لیے شرحبیل باپ کے بجائے مان کی نسبت سے شرحبیل بن حسنہ مشہور ہوئے،[۳] نسب نامہ یہ ہے، شرحبیل بن عبد اللہ بن مطاع بن عبد اللہ بن غطریف بن عبد العزی بن جثامہ ابن مالک بن ملازم بن مالک بن رہم بن سعد بن یشکر بن مبشر بن غوث بن مرفلیہ، ان کے انتساب مین اختلاف ہے، بعض کندی بتاتے ہین اور بعض تمیمی،

اسلام وہجرت شرحبیلؓ دعوت اسلام کے آغاز مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے اور پہلے حبشہ کی ہجرت کی، وہان سے مدینہ آئے، اور یہان کے تعلق سے بنی زریق مین قیام پذیر ہوئے،[۴] ہجرت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے، کیونکہ بڑا زمانہ حبشہ کے قیام مین صرف ہو چکا تھا، ان کے کارنامون کا آغاز عہد صدیقی

---

[۵] استیعاب جلد ا ص ۱۵۵ [۲] ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۵ [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۹۱ [۴] ابن سعد تذکرہ شرحبیل بن حسنہؓ

سے ہوتا ہے، شام کی فوجکشی میں صوبۂ اردن پر مامور تھے،

بصریٰ کا معرکہ

چنانچہ اس سلسلہ کے سب سے پہلے معرکہ بصریٰ میں افسر تھے، آغاز جنگ کے قبل ان میں اور بصریٰ کے حاکم روماس میں گفت وشنید بھی ہوئی، لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا، اور یہ فوج مرتب کرکے آگے بڑھ رہے تھے، کہ خالدؓ پہنچ گئے۔ ان کے آنے کے بعد یہ سپہ سالار اعظم ہوئے، اور ان ہی کی سپہ سالاری میں اہل بصریٰ نے جزیہ قبول کیا،[۱]

اجنادین

بصریٰ کے بعد رومی اجنادین میں جمع ہوئے، خالدؓ مقابلہ کو بڑھے، شرحبیل بھی کچھ دور جاکر ان سے مل گئے، اور دونوں مل کر رومیوں سے معرکہ آرا ہوئے، اور ایک خونریز جنگ کے بعد مسلمان کامیاب ہوئے،

دمشق

دمشق کی پیدل فوج کے کماندار تھے،[۲] اور اس کے محاصرہ میں یہ باب فرادیس پر متعین تھے،[۳] اور فتح تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے،

فحل

دمشق کے بعد جب مسلمان فحل ہوتے ہوئے بیسان کی طرف بڑھنے والے تھے، لیکن درمیان میں پانی کی وجہ سے فحل میں رک گئے تھے، اس وقت بھی شرحبیل ساتھ تھے، اور ان کی احتیاط کی بنا پر مسلمان ایک خطرناک صورت حال سے بچ گئے، رومیوں نے دریا کا بند توڑ دیا تھا، اس لیے فحل اور بیسان کے درمیان پانی پانی ہوگیا تھا، مسلمان فحل سے آگے نہ بڑھ سکے اور وہیں مقیم ہوگئے، شرحبیل اس نازک موقع پر رات بھر جاگتے رہے، کہ مبادا رومی عقب سے حملہ آور نہ ہوجائیں، ان کی یہ پیش بینی اور احتیاط بہت کام آئی، رومی واقعی ایک دن اچانک پشت سے آگئے، لیکن شرحبیلؓ ہوشیار تھے، اس لیے

---

[۱] فتوح البلدان ص ۱۱۹ [۲] طبری ۲۱۵۱ [۳] فتوح البلدان ص ۱۲۷

رومیون کو شکست ہوئی[1]

بیسان | فحل کے بعد شرحبیلؓ اور عمرو بن العاصؓ بیسان کی طرف بڑھے، بیسان والے فحل کا انجام دیکھ چکے تھے، اس لیے پہلے سے قلعہ بند تھے، شرحبیلؓ نے پہنچتے ہی محاصرہ کرلیا، عرصہ تک محاصرہ قائم رہا، ایک دن دو چار آدمی نکلے وہ مارے گئے، آخر مین مجبور ہوکر دمشق کے شرائط پر صلح کرلی، طبریہ والون نے بیسان کا حال دیکھ کر ابو الاعور سے خواہش ظاہر کی کہ اس کو شرحبیلؓ سے ملنے کی اجازت دیجائے، انھون نے اجازت دیدی، چنانچہ اس نے ان سے مل کر بیسان کے شرائط پر صلح کرلی،[2]

صوبہ اردن اور اسکی آبادیان | اس کے بعد شرحبیلؓ بن حسنہ نے صوبہ اردن کے تمام شہر نہایت آسانی سے فتح کرلیے، اور ان کو لینے مین کوئی زیادہ خونریزی نہین ہوئی، تقریباً تمام مفتوحہ علاقہ مین دمشق کے شرائط پر صلح ہوئی، اردن کے شہرون مین سوسیہ، افیق، اجرش، بیت، راس، قدس، جولان وغیرہ قابل ذکر ہین[3]

یرموک | یرموک کی مہم مین جب مسلمان شام کے مختلف حصون سے سمٹ کر یرموک مین جمع ہوئے تو شرحبیلؓ بھی آئے اور یہ اور یزید بن ابی سفیان ایک جگہ ٹھہرے، خالدؓ سپہ سالار تھے، انھون نے جدید طریقہ پر فوج کو چھتیس حصون پر تقسیم کرکے ہر حصہ پر الگ الگ افسر مقرر کیے، چنانچہ میمنہ اور میسرہ کے حصہ پر عمرو بن العاصؓ اور شرحبیلؓ متعین تھے[4]، میدان جنگ رومیون کے ابتدائی حملہ مین جب مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے اور بہت سے مسلمان میدان جنگ سے باہر نکل آئے، اس وقت بھی شرحبیلؓ کے پائے ثبات مین لغزش نہ آئی، اور

---

[1] اس واقعہ مین روایات مختلف ہین [2] طبری ص ۲۱۵۸ [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳ [4] طبری ج ۴ ص ۲۰۱۹

نہایت جانفروشی سے لڑے اور اخیر تک داد شجاعت دیتے رہے،

وفات ۱۸ھ میں ابھی اسلامی فوجین شام مین برسرپیکار تھین، کہ عراق، شام اور مصر مین طاعون کی وبا پھیلی، عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ فوجین وبائی مقامات سے ہٹا کر محفوظ علاقون مین بھیجدیجائین، لیکن شرحبیلؓ بڑے متوکل شخص تھے، انھون نے کہا عمرو بن العاصؓ نادان ہین، مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ طاعون خدا کی رحمت اور انبیا کی دعا ہے، اس کے قبل صالحین نے اسی مین وفات پائی ہے، اس لیے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے[۱]، چنانچہ یہ کسی طرح نہ ہٹے اور اسی نامراد وبا مین ۶۷ سال کی عمر مین وفات پائی، اور گذشتہ صلحائے امت سے جاملے[۲]،

فضل وکمال گو ان کی ساری زندگی جہاد کے میدان مین گذری، تاہم احادیث نبوی سے تہی دامن نہ تھے، جعفر بن ربیعہ اور عبد الرحمن الاشعری نے ان سے روایت کی ہے[۳]،

حضرت خبابؓ بن ارت

نام ونسب خباب نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خباب بن ارت بن جندلہ ابن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم، زمانۂ جاہلیت مین غلام بنا کر مکہ مین فروخت کیے گئے[۴]،

اسلام حضرت خبابؓ ان خوش نصیب بزرگون مین ہین، جو دعوت اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ مین یعنی زید بن ارقم کے گھر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ گزین

---

[۱] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۹۶ [۲] استیعاب جلد ۲ ص ۶۰۵ [۳] تہذیب الکمال ص ۱۶۵
[۴] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۰۶

ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے[1]، اسلام لانے والون مین ان کا چھٹا نمبر تھا، اسی لیے "سادس الاسلام" کہلاتے تھے،

ابتلا و آزمایش | ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ مین اسلام کا اظہار تعزیرات مکہ مین ایسا شدید جرم تھا جس کی سزا مین مال و دولت، ننگ و ناموس ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا، لیکن حضرت خبابؓ نے اس کی مطلق پروانہ کی، اور ببانگ دہل اپنا اسلام کا اظہار کیا[2]، یہ غلام تھے، ان کا کوئی بھی حامی و مددگار نہ تھا، اس لیے کفار نے ان کو مشق ستم بنالیا، اور ان کو بڑی دردناک سزائین دیتے تھے، ننگی پیٹھ دہکتے ہوئے انگارون پر لٹاکر، سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھکر ایک آدمی اوپر سے مسلتا، وہ اس وقت تک ان انگارون پر کباب ہوتے رہتے، جب تک خود زخمون کی رطوبت آگ کو نہ بجھاتی[3]، لیکن اس سختی کے باوجود زبان کلمۂ حق سے نہ پھرتی، رحمۃ اللعالمین اس کس مپرسی کی حالت مین تالیف قلب فرماتے تھے، لیکن ان کا آقا اتنا سنگدل تھا کہ وہ ان کے لیے اتنا سہارا بھی نہ برداشت کرسکا، اور اس کی سزا مین لوہا آگ مین تپاکر اس سے ان کا سر داغا[4]، انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے لیے بارگاہ ایزدی مین دعا فرمایئے کہ وہ مجھکو اس عذاب سے نجات دے، آپ نے دعا فرمائی کہ "خدایا! خباب کی مدد کر"۔

جب اس جسمانی سزا سے بھی آتش انتقام سرد نہ پڑی تو مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی، عاص بن وائل کے ذمہ ان کا قرض تھا، یہ جب تقاضا کرتے تو جواب دیتا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ نہ چھوڑ دوگے، اس وقت تک نہین مل سکتا، یہ جواب

---

[1] ابن سعد جلد ۳ قسم ۱ ص ۱۱۶ [2] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۱۶ [3] ابن سعد جلد ۳ قسم ۱ ص ۱۱۷،

[4] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۰۶،

دیتے کہ جب تک تم مرکر دوبارہ زندہ نہ ہوگے مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ نہین ہوسکتا، وہ کہتا اچھا مین مرکر پھر زندہ ہون گا، اور مجھکو مال اور اولاد ملے گی، اس وقت تمھارا قرض دون گا، (اس سے مسلمانون کے اس عقیدے پر تعریض تھی کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی) اس واقعہ پر کلام اللہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

اَفَرَأَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا	اے محمدؐ! کیا تم نے اس شخص کے حال پر نظر کی
وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا	جس نے ہماری آیات سے کفر کیا اور کہا کہ
اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ	(قیامت مین بھی) مجھکو مال اور اولاد ملے گی،
الرَّحْمٰنِ عَھْدًا، کَلَّا سَنَکْتُبُ	کیا اس کو غیب کی خبر ہوگئی، یا اس نے خدائے رحمن
مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَہٗ مِنَ الْعَذَابِ	سے عہد لیا ہے، ہرگز نہین، یہ جو کچھ کہتا ہے
مَدًّا وَّنَرِثُہٗ مَا یَقُوْلُ وَیَاْتِیْنَا	ہم اسکو لکھ لیتے ہین، اور اس کے عذاب
فَرْدًا (مریم - ۵)	مین ڈھیل دیتے چلے جائین گے، اور جو کچھ
	وہ کہتا ہے اس کے ہم وارث ہون، اور یہ
	تنہا ہمارے سامنے لایا جائے گا،

ہجرت و مواخات

خبابؓ مدتون نہایت صبر و استقلال کے ساتھ یہ تمام مصیبتین جھیلتے رہے، پھر جب ہجرت کی اجازت ملی، تو ہجرت کر کے مدینہ آگئے، ہجرت بھی تکلیف و مصائب کے خوف سے نہ کی تھی، بلکہ خالصۃً لوجہ اللہ کی تھی، چنانچہ کہا کرتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ خالصۃً لوجہ اللہ ہجرت کی تھی،[۲] مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین اور خراش بن صمہ غلام تمیم کے درمیان مواخات کرادی،[۳]

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ونرثہ مایقول [۲] مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۱۰۹ [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۷

غزوات مدینہ آنے کے بعد شروع سے آخر تک تمام غزوات مین شریک رہے۔[1]

خلافت فاروقی حضرت عمرؓ ان کے فضائل کی وجہ سے ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دن یہ ان سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا اور لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ان کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہے جو اس پر بیٹھنے کا مستحق ہے، خبابؓ نے پوچھا امیر المومنین! وہ کون؟ فرمایا بلالؓ! آپ نے عرض کیا وہ میرے برابر کیونکر مستحق ہو سکتے ہین، مشرکین مین ان کے بہت سے مددگار تھے، لیکن میرا پوچھنے والا سوائے خدا کے کوئی نہ تھا، اس کے بعد اپنا استحقاق بتاتے ہوئے اپنے مصائب کی داستان سنائی۔[2]

علالت ووفات ؁۳۷ھ مین کوفہ مین بیمار پڑے، علاج سے افاقہ ہونے کے بجائے مرض اور بڑھ گیا، اس کی طوالت اور تکلیف سے گھبرا کر کہنے لگے کہ اگر خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کی دعا کرنے کی ممانعت نہ کی ہوتی تو مین دعا کرتا جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور کفن لایا گیا تو اسے دیکھکر آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے، فرمانے لگے، آہ! حمزہؓ کو پورا کفن بھی میسر نہ ہوا تھا، ایک معمولی چھوٹی سی چادر مین کفنائے گئے کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تو سر کھل جاتا اور سر ڈھانکا جاتا تھا تو پانون کھل جاتے تھے، آخر مین سر ڈھانک کر اذخر (ایک قسم کی گھاس) سے پانون چھپائے گئے، کچھ لوگ عیادت کرنے کو آئے اور کہا ابو عبد اللہ تم کو خوش ہونا چاہئے، کل تک اپنے ساتھیون سے مل جاؤگے، یہ سنکر رقت طاری ہوگئی، فرمایا کہ مین موت سے نہین گھبراتا، تم لوگون نے ایسے لوگون کو یاد دلایا جو اس دنیا سے اجر کے مستحق اٹھے۔

---

[1] ابن سعد جز ۳ ق ۱ ص ۱۱۷، [2] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ خبابؓ بن ارت

مجھکو خوف ہے کہ کہین ثواب آخرت کے بدلہ مین مجھکو یہ دنیا نہ ملی ہو۔[۱]

وصیت اور وفات | کوفہ والے عموماً اپنے مردون کو شہر کے اندر دفن کرتے تھے، لیکن انھون نے وصیت کردی تھی کہ مجھکو بیرون شہر دفن کرنا، اس وصیت کے مطابق ان کو شہر کے باہر دفن کیا گیا، آپ پہلے صحابی ہین جن کی قبر سے کوفہ کے باہر ویرانہ کی آبادی ہوئی، وفات کے وقت بہتر سال کی عمر تھی، حضرت علیؓ جنگ صفین سے واپس ہورہے تھے کہ خباب کی وفات کی اطلاع ملی، چنانچہ آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی،[۲] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۳۷ھ مین وفات پائی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ ۱۹ھ مین مدینہ مین پیوند خاک ہوئے اور حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

ذریعہ معاش | زمانہ جاہلیت مین اور اس کے بعد عرصہ تک تلوارین بناکر کسب معاش کرتے رہے، اسلام کا ابتدائی زمانہ بہت عسرت مین بسر ہوا، لیکن کچھ دنون کے بعد خدا نے فارغ البال کیا، اور اتنی دولت ملی کہ پھر کسی پیشہ وغیرہ کی احتیاج باقی نہین رہی، وفات کے وقت چالیس ہزار درہم پس انداز تھے۔[۳]

فضل وکمال | خبابؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی بڑی جستجو رہتی تھی، اور وہ کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی مین رات رات بھر آپ کے طریقہ عبادت کو دیکھتے اور صبح کو اس کے متعلق استفسار کرتے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات نماز پڑھی، یہ پوری رات دیکھتے رہے، اور صبح کو آکر پوچھا "فدیت بابی وامی، یارسول اللہ! رات کو آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس کے قبل کبھی نہ پڑھی تھی، فرمایا

---

[۱] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۱۱۸ حضرت حمزہؓ کی تکفین کا واقعہ بخاری کتاب المغازی اور مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۰۹ مین ہے۔ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۰ [۳] ابن سعد ج ۳ ق ۱ تذکرہ خبابؓ

وہ بیم ورجا کی نماز تھی، میں نے بارگاہ ایزدی میں تین چیزوں کی دعا کی تھی، دو مقبول ہوئیں اور ایک نامقبول، ایک دعا یہ تھی کہ خدا مسلمانوں کو اس عذاب سے نہ ہلاک کرے جس سے گذشتہ امتیں ہلاک ہوئیں، اور میرے دشمنوں کو مجھ پر غالب نہ کرے یہ دونوں دعائیں تو قبول ہوگئیں، لیکن تیسری قبول نہیں ہوئی،[1]

ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۳۲ ہے، ان میں سے ۳ متفق علیہ ہیں اور ۲ میں امام بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں[2] صحابہ اور تابعین میں جن بزرگوں نے ان سے حدیثیں سنی ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں،

آپ کے صاحبزادہ عبداللہ، اور ابوامامہ باہلی، ابو معمر، عبداللہ بن شخیر، قیس ابن ابی حازم، مسروق بن اجدع اور علقمہ بن قیس[3] وغیرہ

حضرت سلمہ بن اکوعؓ

نام ونسب ؛ سنان نام، ابو ایاس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سنان بن عبداللہ بن عبداللہ بن قشیر بن حزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اقصی[4]

اسلام وہجرت ارباب سیران کے زمانہ اسلام کے بارہ میں خاموش ہیں، مگر اس قدر مسلم ہے کہ ۶ھ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت کا شرف حاصل کیا، اکثر مہاجرین نے مع بال بچوں کے ہجرت کی تھی، لیکن سلمہ نے راہ خدا اپنی بال بچوں کو بھی چھوڑ کر مدینہ کی غربت اختیار کی،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۰۸ [2] تہذیب الکمال تذکرہ خباب بن ارت [3] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۳۳ [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۲،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد قریب قریب تمام غزوات مین شریک رہے، سب پہلے
غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے، اور خلعت امتیاز حاصل کیا، صلح حدیبیہ کے سلسلہ مین
بیعتِ رضوان کو تاریخ اسلام مین خاص اہمیت حاصل ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سنکر مسلمانون سے موت پر بیعت لینا شروع کی تو سلمہؓ
نے تین مرتبہ بیعت کی، پہلی مرتبہ سب سے اول جماعت کے ساتھ بیعت کر چکے تھے، دوبارہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو فرمایا سلمہ! بیعت کرو، عرض کی یا رسول اللہ!
جان نثار پہلے ہی بیعت کر چکا ہے، فرمایا کیا ہرج ہے دوبارہ سہی، اس وقت سلمہؓ نہتے
تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال عنایت فرمائی، تیسری مرتبہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو فرمایا کہ سلمہؓ! بیعت نہ کروگے؟ عرض کی یا رسول اللہ!
دو مرتبہ بیعت کر چکا ہون، فرمایا تیسری مرتبہ سہی، چنانچہ انھون نے سہ بارہ بیعت کی،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا سلمہؓ! ڈھال کیا کی؟ عرض کی کہ میرے چچا بالکل خالی
ہاتھ تھے، ان کو دیدی، آپ نے ہنس کر فرمایا، تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے کہ اس نے
دعا کی کہ خدایا! مجھکو ایسا دوست دے جو مجھکو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو، ابھی بیعت
کا سلسلہ جاری تھا کہ اہل مکہ اور مسلمانون کے درمیان صلح ہو گئی، اور لوگ مطمئن ہو کر ایک
دوسرے سے ملنے جلنے لگے، سلمہؓ بھی ایک درخت کے نیچے لیٹ رہے، اتنے مین چار
مشرکین آئے اور ان کے قریب بیٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین ایسی باتین
کرنے لگے جو ان کو ناگوار ہوئین، یہ اٹھکر دوسرے درخت کے نیچے چلے گئے، ان کے
جانے کے بعد چارون ہتھیار اتار کر اطمینان سے لیٹ گئے، ابھی لیٹے ہی تھے کہ کسی نے
نعرہ لگایا، مہاجرین! دوڑنا، ابن زنیم قتل کر دیے گئے، یہ آواز سنکر سلمہؓ نے ہتھیار سنبھال

اور مشرکون کی طرف لپکے، یہ سب سو رہے تھے، سلمہؓ نے ان کے اسلحہ پر قبضہ کر کے ان سے کہا خیر اسی مین ہے کہ سیدھے میرے ساتھ چلے چلو، خدا کی قسم! جس نے سر اٹھایا، اس کی آنکھین پھوڑ دون گا، چنانچہ ان سب کو کشان کشان لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کیا، ان کے چچا عامر بھی ستر اکتر مشرک گرفتار کر کے لائے تھے، لیکن رحمتِ عالمؐ نے سب کو چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ	اور وہ خدا ہی تھا جس نے عین مکہ مین تم کو کافرون
وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ	فتحیاب کرنے کے بعد انکے ہاتھون کو تم سے
بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (فتح ۳)	اور تمھارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا،

مسلمانون کا قافلہ مدینہ سے واپسی مین ایک پہاڑ کے قریب خیمہ زن ہوا، مشرکین کی نیت کچھ بد تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گئی، اور پڑاؤ کی نگرانی کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ آپ نے اس شخص کے لیے دعاے مغفرت کی جو پہاڑ پر چڑھکر نگرانی کرے، سلمہؓ نے یہ سعادت حاصل کی، اور رات بھر مین کئی مرتبہ پہاڑ ہی پر چڑھ کر آہٹ لیتے رہے،[۱]

غزوۂ ذی قردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ ذی قردہ کی چراگاہ مین چرتے تھے، ان کو بنو غطفان ہنکا لے گئے، سلمہؓ بن اکوع طلوع فجر کے قبل گھر سے نکلے، تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے غلام نے ان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لٹ گئے، پوچھا کس نے لوٹا، کہا بنو غطفان نے یہ سنکر آپ نے اس زور کا نعرہ لگایا کہ مدینہ کے اس سرے سے اس سرے تک آواز گونج گئی، اور تنِ تنہا ڈاکوؤن کے تعاقب مین

---

[۱] مسلم ج ۲ ص ۹۸-۹۹ مطبوعہ مصر

نکل کھڑے ہوئے، وہ پانی تلاش کر رہے تھے کہ سلمہؓ پہنچ گئے، یہ بڑے قادر انداز تھے،
تاک تاک کر تیر برسانا شروع کر دیے، تیر برساتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے،

انا ابن الاکوع　　　　اليوم يوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا ہوں　　　　آج کا دن سخت جنگ کا دن ہے،

اور اس قدر تیر باری کی کہ ڈاکوؤں کو اونٹ چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا، اور بد حواسی میں
اپنی چادریں بھی چھوڑ گئے، اس درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو لے کر
پہنچ گئے، سلمہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے ان لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا ہے
اگر ابھی ان کا تعاقب کیا جائے تو مل جائیں گے، لیکن رحمتِ عالمؐ نے فرمایا کہ قابو پانے کے
بعد درگذر کرو[1]،

خیبر

اس کے بعد ہی خیبر کی مہم میں دادِ شجاعت دی، فتحِ خیبر کے بعد اس شان سے لوٹے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیے ہوئے تھے[2]،

غزوہ ثقیف وہوازن

خیبر کے بعد غزوہ ثقیف وہوازن میں شریک ہوئے، اس غزوہ
کے دوران میں ایک شخص مسلمانوں کے لشکرگاہ میں اونٹ پر سوار ہو کر آیا، اور اس کو باندھ کر
مسلمانوں کے ساتھ ناشتہ میں شریک ہو گیا، اس کے بعد چاروں طرف نظر ڈال کر مسلمانوں
کی طاقت کا جائزہ لیا، اور سوار ہو کر تیزی سے نکل گیا، اس طرح اچانک آنے اور فوراً
چلے جانے سے مسلمانوں کو جاسوسی کا شبہ ہوا، ایک شخص نے اس کا تعاقب کیا، سلمہؓ
نے بھی پیچھا کیا، اور آگے بڑھ کر اس کو پکڑ لیا، اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ ایک ہی
وار میں وہ ڈھیر ہو گیا، اور اس کی سواری پر قبضہ کر کے واپس ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب غزوۂ ذی قرد اور مسلم جلد ۲ حوالہ مذکور [2] ایضاً باب غزوۂ خیبر

نے دیکھا تو پوچھا، اس شخص کو کس نے قتل کیا، لوگوں نے عرض کیا سلمہؓ نے، فرمایا تو مقتول کا سب سامان ان کا ہے،[1]

سریۂ بنی کلاب سنہ ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ حضرت ابوبکرؓ کی امارت مین بنو فزارہ کی طرف بھیجا، اس مین سلمہؓ بھی تھے، انھون نے تن تنہا سات خانوادون کو تہ تیغ کیا، جو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ان کی عورتون کو گرفتار کرلیا، ان مین ایک لڑکی نہایت حسین تھی، اسے حضرت ابوبکرؓ نے سلمہؓ کو دیدیا، وہ جب اسے لیکر مدینہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سلمہ! یہ لڑکی میرے حوالہ کردو، عرض کی یا رسول اللہ! مین نے ابھی تک اس کو ہاتھ نہین لگایا ہے، اور لڑکی لاکر حاضر کردی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکہ بھیجکر اس کے بدلہ مین ان چند مسلمانون کو آزاد کرایا جو کفار کے ہاتھون گرفتار ہوگئے تھے،[2]

غزوات کی مجموعی تعداد اسلام کے بعد بیشتر غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا، بعض روایتون مین ہے کہ ۱۴ غزوات مین انھون نے شرکت کی، ان مین سے سات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا، اور سات وہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اطراف مین بھیجے[3] اور مستدرک کی روایت کے مطابق ان غزوات کی تعداد سولہ ۱۶ تک پہنچ جاتی ہے،[4]

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے برابر مدینہ مین رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ چھوڑکر ربذہ مین سکونت اختیار کرلی، وہان شادی کی اور اولاد بھی

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۵۱ [2] ابن سعد حصہ مغازی سریہ ابی بکر صدیقؓ سات خانوادون کے قتل کا ذکر مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۶ مین بھی ہے [3] استیعاب جلد ۲ ص ۵۸۴ [4] مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۲

ہوئین، بروایت بخاری ۷۴ھ مین پھر مدینہ واپس ہوئے، واپسی کے دو ہی چار دن کے بعد وفات پائی، اور گھوم پھر کر بالآخر دیار حبیب کی خاک کا پیوند ہوئے[1]

فضل وکمال | حضرت سلمہؓ شرف صحبت سے بھی فیضیاب تھے، اور غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا، اور حاشیہ نشینان بارگاہ نبوت سے بھی استفادہ کرتے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور طلحہؓ سے بھی روایتین کی ہین، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۷۷ تک پہنچ جاتی ہے، جنمین سے ۱۶ متفق علیہ ہین، اور ۵ مین بخاری اور ۹ مین امام مسلم منفرد ہین[2]، ان کے رواۃ مین ایاس بن سلمہ، یزید بن عبید، عبد الرحمن بن عبد اللہ اور محمد بن حنفیہ قابل ذکر ہین[3]

انفاق فی سبیل اللہ | خدا کی راہ مین خرچ کرنے مین بہت فیاض تھے، جو شخص خدا کا واسطہ دیکر سوال کرتا اس کو کبھی ناکام نہ واپس کرتے، اور فرماتے کہ جو شخص راہ خدا مین نہین دے گا، پھر کس مین دیگا، لیکن خدا کا واسطہ دیکر مانگنے کو برا سمجھتے تھے، کہ اس مین الحاف ہے[4]

صدقات سے اجتناب | مگر اپنی ذات کے لیے صدقہ کا مال حرام سمجھتے تھے، اگر کسی چیز مین صدقہ کا شائبہ بھی ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے، چنانچہ اپنی صدقہ کی کوئی چیز دوبارہ بقیمت خریدنا بھی پسند نہ کرتے تھے[5]

شدت احتیاط | تمام اوامر ونواہی مین احتیاط کا یہی حال تھا، چنانچہ بعض ایسے کھیل جنمین جوئے کی مشابہت کا شائبہ نکلتا تھا اپنے بچون کو نہ کھیلنے دیتے تھے[6]

---

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۱۱۸ [2] تہذیب الکمال ص ۱۴۸ [3] تہذیب التہذیب تذکرہ سلمہ بن اکوع [4] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۴۰

[5] ایضاً [6] ایضاً [7] اصابہ جلد ۳ ص ۱۱۸

شجاعت | شجاعت و بہادری خصوصاً پیدل تیز دوڑنے میں تمام صحابہ میں ممتاز تھے، صاحب اصابہ لکھتے ہیں کان من الشجعان ولیسبق الفرس عدواً[1] یعنی وہ بہادروں میں سے ایک تھے، اور دوڑ میں گھوڑوں سے مقابلہ کرتے تھے، اور ان سے آگے بڑھ جاتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر سواروں میں ابوقتادہؓ اور بہتر پیادوں میں سلمہ بن اکوعؓ ہیں، اس تعریف کے بعد آپ کو دو حصے دیے، سوار کا الگ اور پیدل کا الگ[2]

حضرت ابن ام مکتومؓ

نام ونسب | حضرت ابن ام مکتومؓ کی کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ ان کا اصلی نام بالکل چھپ گیا، چنانچہ ارباب سیر نے ان کے مختلف نام لکھے ہیں، بعض عبداللہ کہتے ہیں، اور بعض عمرو بتاتے ہیں، باپ کا نام قیس تھا لیکن ماں کی نسبت سے ابن ام مکتوم مشہور ہوئے سلسلۂ نسب یہ ہے، عمر بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عدی ابن معیص بن عامر بن لوی القرشی، ماں کا نام عاتکہ تھا، نانہالی شجرہ عاتکہ بنت عبداللہ ابن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے[3]

اسلام | ابتداے بعثت میں سرزمین مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، ابن ام مکتومؓ گو ظاہری آنکھوں کی روشنی سے محروم تھے، مگر چشم دل وا تھی، اس لیے مکہ میں جیسے ہی اسلام کا نور چمکا وہ کفر کی تاریکی سے باہر نکل آئے، اور ذات نبویؐ سے ایک خاص قرب واختصاص حاصل ہوگیا، چنانچہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

---

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۱۸۱ [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۳۹ [3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۲۷

ہوا کرتے تھے کہ کہ مغرور امرا اور رؤسا بھی مجلس نبوی میں آیا کرتے تھے، جو ابن ام مکتوم کی ظاہری نابینائی اور غربت و افلاس کی وجہ سے ان کو ذلیل سمجھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہماری مجلس میں ایسے لوگ برابر نہ بیٹھا کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ لگن تھی کہ کسی طرح قریش کے رؤسا، دعوت حق قبول کرلیں، اس لیے آپ ان کی خاطرداری کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رؤسائے قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے کہ اس درمیان میں حضرت ابن ام مکتوم آ گئے، اور کچھ مذہبی مسائل پوچھنا شروع کردیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بے موقع گفتگو اس لیے ناگوار ہوئی کہ اس سے رؤسائے قریش کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہوتی، اور ان کے دلوں میں تاثر کے بجائے تکدر پیدا ہوتا، اس لیے ابن ام مکتوم رضی کی طرف التفات نہ فرمایا، اور بدستور سلسلۂ گفتگو جاری رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرزِ عمل گو تبلیغ حق اور دعوت اسلام کی سچی خواہش پر مبنی تھا، تاہم خدا کے دربار میں ناپسندیدہ ہوا، اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی،[1]

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى	محمد جب تمہارے پاس نابینا آیا تو تم ترش رو ہوئے اور منہ موڑ لیا، اور تم کیا جانو کہ عجب نہیں
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ	وہ تمہاری تعلیم سے پاک ہو جائے یا نصیحت سنے اور اسکو وہ نصیحت فائدہ بخشے، لیکن جو شخص
اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا	بے توجہی کرتا ہوا اسکی طرف تم خوب توجہ کرتے
عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ	حالانکہ اگر وہ اگر درست نہ ہو تو تم پر کوئی
يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى	الزام نہیں اور جو تمہارے پاس خدا کے ڈر سے

(عبس ۱)

[1] فتح الباری جلد ۸، ص ۵۲۳

اس آیہ کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر ابن ام مکتومؓ کا لحاظ رکھتے تھے، اور کاشانۂ نبوی میں ان کی بڑی خاطر مدارات ہوتی تھی، حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کو لیموں اور شہد کھلایا کرتی تھیں، اور فرماتی تھیں کہ نزول آیہ کے بعد یہ ابن ام مکتومؓ کا روزینہ تھا۔[1]

ہجرت اذن ہجرت کے بعد حضرت ابن ام مکتومؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے، اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت نہیں فرمائی تھی۔[2] آپ کی ہجرت کے بعد موذنی کے جلیل القدر منصب پر مامور ہوئے، رمضان میں ان کی اذان اختتام سحر کا اعلان ہوتی تھی، اس کے بعد لوگ کھانا پینا بند کر دیتے تھے۔[3]

غزوات ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن حضرت ابن ام مکتومؓ اپنی مجبوری کے باعث جہاد کی شرکت سے معذور رہا کرتے تھے، جب یہ آیتہ نازل ہوئی

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

یعنی وہ مسلمان جو گھروں میں بیٹھے رہتے وہ اللہ کی راہ میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہیں،

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ سے اس کو لکھانے لگے تو ابن ام مکتومؓ بھی پہنچ گئے، اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھ کو جہاد کرنے کی قدرت ہوتی اور اس کے لائق ہوتا تو میں بھی شرف جہاد حاصل کرتا، ان کی یہ پرحسرت آرزو بارگاہ خداوندی میں اتنی پسند ہوئی کہ وحی الٰہی نے ان کو اور ان کے جیسے تمام مجبور اشخاص کو اس حکم کے ذریعہ سے

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ؁ ۴ ن ۱۰

یعنی معذور لوگوں کے علاوہ مسلمان جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ مرتبہ میں ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی برابر نہیں ہیں جو اپنے جان و مال سے

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۶۳۴ [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۵۰ [3] بخاری کتاب الاذان باب اذان قبل الفجر

مستثنی کر دیا، اور تمام مجبور اشخاص پر سے شرکت جہاد کا فرض ساقط ہو گیا، لیکن اس حکم سے ان کا ولولہ جہاد کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گیا، چنانچہ نابینا ہونے کے باوجود کبھی کبھی جنگ میں شریک ہوتے تھے، اور لوگوں سے کہتے تھے کہ مجھکو علم دیکر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو، میں نابینا ہوں اس لیے بھاگنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے[1]، اللہ اللہ یہ جوش فدویت وجان نثاری کہ ظاہری آنکھیں بے نور ہیں، ایک قدم چلنا مشکل ہے، لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں کٹنے کے لیے رگ جان تڑپ رہی ہے، درحقیقت یہی وہ کمال اخلاص تھا جس نے ذات خداوندی کو متوجہ کر لیا تھا، اور یہی ولولہ تھا جس نے اسلام کی قوت کا لوہا ساری دنیا سے منوا لیا تھا،

گو حضرت ابن ام مکتومؓ اپنی معذوری کے باعث اکثر جہاد کے شرف سے محروم رہتے تھے، لیکن اس سے بڑھ کر شرف یہ حاصل ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ کہیں باہر تشریف لیجاتے تھے تو ابن ام مکتومؓ کو جو معذوری کی وجہ سے مدینہ ہی میں رہتے تھے، امامت کی نیابت کا شرف عطا فرماتے تھے، چنانچہ غزوۂ ابواء، بواط، ذوالعشیر، جہینہ، سویق، غطفان، حمراء الاسد، نجران، ذات الرقاع وغیرہ میں ان کو یہ جلیل القدر منصب عطا ہوا، بدر میں بھی کچھ دنوں اس منصب کے حامل رہے لیکن چند روز کے بعد یہ شرف ابو لبابہ کی جانب منتقل ہو گیا، مجموعی حیثیت سے ان کو ۱۳ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا،[2]

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے خلافت فاروقی کے اختتام تک ان کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ جنگ قادسیہ میں

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب لایستوی القاعدون [2] اصابہ و استیعاب ترجمہ ابن ام مکتوم [3] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۲۷ [4] ... ص ۲۸۹

علم بلند کیے، زرہ پہن کر لگائے میدان کارزار میں کھڑے تھے، واقدی کے بیان کے مطابق ان کی وفات مدینہ میں ہوئی لیکن زبیر بن بکار کی روایت کی رو سے قادسیہ میں شہادت پائی،[1] اکثر ارباب سیر اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں،

جماعت کی حاضری نابینا تھے، مسجد نبوی سے گھر دور تھا، راستہ میں جھاڑیاں پڑتی تھیں، کوئی راہ نما بھی نہ تھا، ان تمام دشواریوں کے باوجود ابن ام مکتومؓ ہمیشہ مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی لیکن اذان اور اقامت کی آواز ان کے گھر تک جاتی تھی، اس لیے آپ نے اجازت نہ دی،[2] چنانچہ اسی حالت میں چھڑی سے ٹوٹلتے ٹوٹلتے مسجد آتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں ان کو رہنا دیا تھا،

فضل وکمال حضرت ابن ام مکتومؓ کا سب سے بڑا طغرائے امتیاز تو یہی ہے کہ انکو ۱۳ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا اعزاز ملا جس میں وہ مسجد نبوی کی امامت کرتے تھے، اس کے علاوہ قرآن مجید کے حافظ تھے، اور مدینہ آنے کے بعد لوگوں کو قرأت سکھاتے تھے،[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے احادیث سے بھی ان کا دامن خالی نہ تھا، چنانچہ ان سے انس اور زر بن حبیش نے احادیث روایت کی ہیں[4]

حضرت بریدہ بن حصیبؓ

نام ونسب بریدہ نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے کہ بریدہ بن حصیب بن

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۵۷ و اصابہ جلد ۴ ص ۴۹۱ [2] ابن سعد جلد ایضاً [3] ایضاً ص ۱۵۱ [4] تہذیب الکمال ص ۲۹۹

عبداللہ بن حارث بن اعرج بن سعد بن زراح بن عادی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم اسلمی۔

اسلام بریدہؓ عین زمانۂ ہجرت میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب مرکز نبوت مکہ کے ستم کدہ سے مدینہ کے بیت الامن میں منتقل ہونے لگا، اور رکوبۂ نبوی غمیم پہنچا تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اسلام پیش کیا بریدہؓ نے بلاپس وپیش قبول کرلیا، ان کے ساتھ بنو اسلم کے اسّی خانوادے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، پھر کچھ دنوں قرآن کی تعلیم حاصل کرکے گھر لوٹ گئے،[۱]

ہجرت اور غزوات بدر و احد کے معرکے ان کے وطن کے قیام کے زمانہ میں ختم ہو چکے تھے، غالباً ۶ھ یا اس سے کچھ پہلے ہجرت کا شرف حاصل کیا،[۲] اور سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے، اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا،[۳] ۷ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا، اس میں یہ پیش پیش تھے، چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے خیبر کا محاصرہ کیا، پہلے دن ابوبکرؓ نے علم لیا، لیکن فتح نہ کرسکے، دوسرے دن پھر یہی ہوا، لوگ بہت تھک چکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا، جس کو خدا اور اس کا رسول محبوب رکھتا ہے، اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، وہ فتح کرکے لوٹے گا، لوگ بہت خوش ہوئے کہ کل یہ مہم سر ہوگی، دوسرے دن صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھکر علم منگوایا، لوگ اپنی اپنی صفوں میں تھے، پھر علیؓ کو طلب فرمایا، ان کو آشوب چشم کی شکایت تھی، آنحضرت صلعم نے لعاب دہن لگا کر علم مرحمت فرمایا اور ان ہی کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا،[۴]

[۱] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۷۸ و استیعاب ج ۱ ص ۶۹ [۲] ایضاً [۳] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۷۵ و ابن سعد حوالہ مذکور [۴] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۵۳

ش‍ ۸ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی، اس مین بھی یہ ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نمازین ایک وضو سے پڑھین[1]،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کی ماتحتی مین جو سریہ یمن بھیجا تھا، بریدہؓ بھی اس مین ساتھ تھے، بعد کو پھر اسی مقام پر حضرت علیؓ کی ماتحتی مین مسلمانون کی ایک اور جماعت بھیجی گئی، اور پوری فوج کی امارت حضرت علیؓ کو تفویض ہوئی، جنگ کے بعد آپ نے مال غنیمت مین سے ایک لونڈی خمس مین اپنے لیے مخصوص کرلی، حضرت بریدہؓ کو یہ بات پسند نہ آئی، انھون نے لوٹ کر یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے سنکر فرمایا، بریدہؓ کیا تم کو علیؓ سے کینہ ہے، انھون نے صفائی سے اس کا اقرار کیا، فرمایا ان سے کینہ نہ رکھو، ان کو خمس مین سے اس سے زیادہ کا حق ہے[2]، دوسری روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا، اور فرمایا بریدہ! کیا مومنین پر میرا حق خود ان کی ذات سے مقدم نہین ہے، عرض کی ہان یا رسول اللہ، فرمایا جس کا مین مولیٰ ہون علیؓ بھی اس کا مولیٰ ہے[3]، حضرت بریدہؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنکر میری ساری شکایت حضرت علیؓ سے جاتی رہی اور ان سے اتنی محبت ہوگئی جو کسی دوسرے سے نہین تھی[4]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین جس قدر غزوات بھی ہوئے، بریدہؓ تقریباً سب مین شریک تھے، ان کے غزوات کی مجموعی تعداد سولہ ہے[5]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۵۰ [2] صحیح بخاری جلد ۲ باب بعث علی الی الیمن ومسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۵۰ [3] مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۳۴۷ [4] ایضاً ص ۳۵۰ [5] بخاری کتاب المغازی باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے مرض الموت میں اسامہؓ کی زیر سرکردگی جو سریہ شام بھیجا تھا، اس میں بھی یہ شریک اور سریہ کے علمبردار تھے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر دیار حبیب میں رہے، آپ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ آباد ہوا تو دوسرے صحابہ کے ساتھ یہاں منتقل ہوگئے اور یہیں مستقل گھر بنالیا[2]

ان کی رگ رگ میں جہاد کا خون دوڑتا تھا، لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ زندگی کا مزا گھوڑے کدانے میں ہے[3]، اسی جذب و ولولہ کی بنا پر خلفاء کے زمانہ میں بھی مجاہدانہ شریک ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں خراسان پر فوج کشی ہوئی، اس میں آپکی تلوار نے اپنے جوہر دکھائے۔

مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہی، چنانچہ شیخین کے بعد جس قدر خانہ جنگیاں ہوئیں، ان میں سے کسی میں شریک نہیں ہوئے، بلکہ شدت احتیاط کی بنا پر ان لوگوں کے بارہ میں جو اس میں شریک تھے، کوئی رائے بھی نہ قائم کرتے تھے، ایک شخص نے حضرت علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے بارہ میں ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے ان کے سامنے ان بزرگوں کا تذکرہ کیا، بریدہؓ فوراً قبلہ رو ہوکر دست بدعا ہوگئے کہ خدایا علیؓ کی مغفرت فرما، عثمانؓ کی مغفرت فرما اور زبیرؓ کی مغفرت فرما، پھر اس شخص سے مخاطب ہوکر کہا کہ تو مجھکو میرا قاتل معلوم ہوتا ہے اس نے کہا حاشا میں قاتل کیوں ہونے لگا، اس استفسار سے میرا یہ مقصد تھا، فرمایا

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۶، [2] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ بریدہؓ بن حصیب
[3] ایضاً ص ۱۷۹، [4] اصابہ ج اول ص ۱۵۱

ان لوگون کا معاملہ خدا کے ہاتھ مین ہے، اگر وہ چاہے گا تو ان کی نیکیون کے بدلہ مین بخش دے گا، اور اگر چاہے گا تو ان کی غلطیون کی سزا مین عذاب دیگا[1]

وفات یزید کے عہد حکومت مین ۶۳ھ مین وفات پائی، دو لڑکے یادگار چھوڑے عبد اللہ اور سلیمان،

فضل وکمال فضل وکمال کے اعتبار سے بھی عام صحابہ کی جماعت مین ممتاز ہین، احادیث نبوی کی کافی تعداد ان کے حافظہ مین محفوظ تھی، ان کی مرویات کا شمار ۱۶۴ حدیثون تک پہنچتا ہے، اس مین ایک متفق علیہ ہے اور ۲ مین بخاری اور ۱۱ مین مسلم منفرد ہین[2]، ان کی مرویات تمامتر براہ راست زبان نبوت سے منقول ہین، ان کے تلامذہ مین ان کے صاحبزادہ عبد اللہ اور سلیمان اور دوسرے لوگون مین عبد اللہ بن اوس خزاعی، شعبی اور ملیح بن اسامہ قابل ذکر ہین،[3]

عام حالات حضرت بریدہؓ کو بارگاہ نبویؐ مین پذیرائی حاصل تھی، حضورؐ انور ان سے بے تکلفانہ ملتے تھے، کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوئے نکلتے تھے، ایک مرتبہ یہ کسی ضرورت سے کہین جارہے تھے، راستہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، آپنے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور آگے بڑھے،[4]

حق گوئی حق گوئی ان کا خاص وصف تھا، اور وہ بڑی سے بڑی شخصیت کے مقابلہ مین بھی کلمۂ حق کے اظہار سے باز نہ رہتے تھے، ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے، ایک شخص بیٹھا ہوا ان سے باتین کررہا تھا، بریدہؓ نے کہا مین بھی کچھ کہہ سکتا ہون، معاویہؓ سمجھے یہ بھی

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ۱۷۰، [2] تہذیب الکمال ص ۴۷، [3] تہذیب التہذیب ج اول ص ۴۳۳
[4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰

پہلے شخص کی طرح مجھے سراہیں گے، کہا شوق سے، فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھکو امید ہے کہ قیامت کے دن میں روئے زمین کے کنکر، پتھر اور درختوں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کروں گا، معاویہ! کیا اس عام شفاعت کے تم مستحق ہو، اور علی نہیں ہیں؟[۱] (غالباً پہلا شخص حضرت علیؓ کی مذمت کر رہا تھا، اور معاویہ بریدہؓ کی زبان سے بھی یہی سننا چاہتے تھے)

فرمان نبوی پر عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک مرتبہ جو سن لیا وہ حرز جان بن گیا، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا کہ میری امت کو ڈھال کی طرح چوڑے چوڑے اور چھوٹی آنکھ والی قوم تین مرتبہ ہنکائے گی، یہاں تک کہ اس کو ہنکاتے ہنکاتے جزیرۃ العرب کے اندر محدود کر دے گی، اس کے پہلے ہلہ میں جو لوگ بھاگ جائیں گے وہ بچ جائیں گے، دوسرے ہلہ میں بعض بچیں گے اور بعض ہلاک ہو جائیں گے، تیسرے ہلہ میں سب کے سب اس آگ میں پڑ جائیں گے، لوگوں نے پوچھا یا نبی اللہ! وہ کون ہیں؟ فرمایا ترک، پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ لوگ اپنے گھوڑوں کو مسلمانوں کی مسجدوں کے ستونوں سے باندھیں گے، اس ہولناک پیشین گوئی کے بعد بریدہؓ ہمیشہ دو تین اونٹ زاد سفر اور پانی پینے کا برتن ساتھ رکھتے تھے کہ جیسے ہی یہ وقت آئے فوراً اس عذاب سے بھاگ نکلیں[۲]

حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی

نام و نسب طفیل نام، ذو النور لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، طفیل بن عمرو بن طریف بن

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷ [۲] ایضاً ص ۳۴۹

العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب ابن حارث بن نصر بن ازد وازدی[1]،

دوس کے قبیلے سے تھے، اس لیے دوسی کہلاتے تھے، یہ قبیلہ یمن کے ایک گوشہ مین آباد اور خاصہ طاقتور تھا، ایک قلعہ بھی اس کے پاس تھا حضرت طفیلؓ اس قبیلہ کے رئیس اور غالباً تجارت پیشہ تھے، اور اسی تعلق سے مکہ معظمہ آتے رہتے تھے،

مکہ کا سفر جس زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین دعوت اسلام فرما رہے تھے، اس زمانہ مین طفیل کا مکہ آنا ہوا، قریش کے وہ اشخاص جو لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے روکتے تھے، ان کے پاس بھی پہنچے اور کہا تم ہمارے شہر مین مہمان آئے ہو، اس لیے ازراہ خیر خواہی تم کو آگاہ کیے دیتے ہین کہ اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری جماعت مین پھوٹ ڈال کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، اور ہم لوگون کو بہت تنگ کر رکھا ہے، نہین معلوم اس کی زبان مین کیا سحر ہے جس کے زور سے بیٹے کو باپ سے، بھائی کو بھائی سے، بیوی کو شوہر سے چھڑا دیتا ہے، ہم کو خوف ہے کہ کہین تم اور تمھاری قوم بھی ہم لوگون کی طرح اس کے دام مین نہ آجائے، اس لیے ہمارا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم اس سے نہ ملو اور نہ اس کی بات سنو، غرض ان لوگون نے طفیل کو سب نشیب و فراز سمجھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے روک دیا، طفیل نے اس خیال سے کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کانون مین نہ پڑ جائے، دونون کانون مین روئی ٹھونس لی،

اسلام اتفاق سے اسی حالت مین ایک دن مسجد کی طرف سے گذرے، اسوقت

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے، اسلام کا شرف ان کی قسمت مین مقدر ہوچکا تھا، اس لیے تمام احتیاطین بے کار ثابت ہوئین، اور کچھ آیتین ان کے کان تک پہنچ گئین، یہ کھڑے ہوکر سننے لگے، تو اس مین بڑی دلآویزی معلوم ہوئی، دل ہی دل مین کہنے لگے کہ مین بھی کیا وہمی ہون، مین خود اچھا شاعر ہون، کلام کے محاسن ومعائب کو سمجھ سکتا ہون، پھر اس شخص کا کلام کیون نہ سنون، اگر اس مین کوئی خوبی ہے تو اس کے اعتراف مین بخل نہ کرنا چاہیے، اور اگر نا قابل توجہ ہے تو التفات کی ضرورت نہین، غرض اس طرح دل کو تسلی دیکر پورے غور سے آیات قرآنی سنین، یہ کیا معلوم تھا کہ کلام کے حسن وقبح کا فیصلہ ان کی قسمت کا فیصلہ کردیگا، جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے، طفیل گوش ہوش سے سنتے رہے، ادھر آپ نے نماز ختم کی، ادھر طفیل کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا، اور وہ بے اختیارانہ آپ کے پیچھے پیچھے چلے، کاشانۂ اقدس پر پہنچ کر قریش کی پوری گفتگو سناکر عرض کیا، اس خوف سے مین نے کانون مین روئی رکھ لی تھی، کہ آپ کا معجزانہ کلام نہ سن سکون لیکن خدا کو سنانا منظور تھا، اس لیے یہ احتیاط بے کار ثابت ہوئی، اب آپ اپنی تعلیمات سنائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیمات بتاکر قرآن کی کچھ اور آیات تلاوت فرمائین طفیل سنکر متحیر ہوگئے، اور بے اختیار زبان سے نکل گیا، خدا کی قسم آج تک اس سے بہتر کلام نہ میرے کانون نے سنا اور نہ اس سے زیادہ عادلانہ کوئی مذہب دیکھا، مین بطیب خاطر اس مذہبِ حق کو قبول کرتا ہون،

وطن کی واپسی اسلام لانے کے بعد عرض کیا، یارسول اللہ! مین اپنی قوم کا سربرآوردہ شخص ہون، اس لیے چاہتا ہون کہ وہان جاکر اہل وطن کو بھی دعوتِ اسلام دون، آپ

فرمایئے کہ خدا اس کار خیر مین میری مدد کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، اور دعا فرمائی، گھر پہنچے تو والد ملنے آئے، کہا قبلہ! آپ مجھ سے الگ رہیے، اب آپ سے مجھ سے کوئی تعلق نہین، انھون نے کہا کیون؟ کہا مین نے دین اسلام قبول کرکے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طوق غلامی گردن مین ڈال چکا ہون، اس لیے آپ سے کوئی واسطہ باقی نہین رہا، باپ کی قسمت مین بھی یہ سعادت لکھی تھی، بولے بیٹا! جو دین تمھارا وہی دین میرا، چنانچہ اسی وقت نہلا دھلا کر ان کو اسلام کے دائرہ مین داخل کیا، بیوی کو آمد کی خبر ہوئی، تو وہ بھی آئین، ان کو بھی وہی جواب دیا، جو پہلے والد کو دے چکے تھے، بیوی نے کہا مین تمھارے مذہب کے خلاف کیسے رہ سکتی ہون، مجھے بھی اس نعمت مین شریک کرو، چنانچہ ان کو بھی مشرف باسلام کیا، گھر روشن کرنے کے بعد قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اس مین آواز بے اثر رہی، تو مکہ واپس آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری قوم میرا کہنا نہین مانتی، آپ اس کی ہدایت کے لیے دعا فرمایئے، آپ نے دعا فرمائی کہ خدایا! دوس کو ہدایت دے، اور اس پر ابر رحمت کا نزول فرما، دعا کے بعد ہدایت فرمائی کہ نرمی اور آشتی کے ساتھ جا کر اسلام کی طرف مائل کرو، چنانچہ وہ حسب ارشاد نبوی دوبارہ گھر لوٹ کر تبلیغ و ہدایت مین مشغول ہوگئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے کچھ دنون کے بعد دوس کی معتد بہ تعداد اسلام کے حلقۂ اثر مین آگئی،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قلعہ مین چلنے کی دعوت دینا

دائرۂ اسلام کی وسعت کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کا جور وستم بھی بڑھتا جاتا تھا، اور ذات نبوی کے ساتھ بھی گستاخیان کرنے مین ان کو باک نہ تھا، اور انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کی ایذا رسانی کو اپنا مستقل شعار بنا لیا تھا،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۷۵

دوس میں ایک نہایت مضبوط قلعہ تھا، طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس قلعہ میں منتقل ہونے کی دعوت دی، اور آپ کی حفاظت کی ذمہ داری لی، لیکن یہ فخر انصار کیلیے مقدر ہو چکا تھا، اس لیے آپ نے ان کی دعوت قبول نہ فرمائی،[1]

ہجرت اس درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آگئے، بدر، احد اور خندق کی لڑائیاں بھی ختم ہو گئیں، اور خیبر کی تیاریاں شروع ہوئی تھیں کہ حضرت طفیلؓ تقریباً اسی گھرانوں کے ساتھ مدینہ تشریف لائے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے، اس لیے یہ پورا قافلہ بھی وہیں روانہ ہو گیا،

غزوات اور یہ سب کے سب غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے، اور طفیلؓ کی خواہش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسیوں کو خیبر شکن فوج کے میمنہ پر مقرر کیا، اس کے بعد سے پھر فتح مکہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،[2]

سریہ ذوالکفین اگرچہ دوس کے اکثر خانوادے مشرف باسلام ہو چکے تھے، تاہم مدتوں سے کے عقائد دفعۃً نہیں بدل سکتے تھے، چنانچہ ذوالکفین نامی بت کا صنم کدہ باقی تھا، اور بہت لوگ اس کی پوجا کرتے تھے، لیکن طفیلؓ کا موحد دل دوس کے دامن پر شرک کا ایک دھبہ بھی نہیں گوارا کر سکتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھ کو ذوالکفین گرانے کی اجازت مرحمت ہو، آپ نے اجازت دیدی،[3] چنانچہ وہ کچھ دوسیوں کو لیکر گئے اور بتکدہ کو ڈھا کر بت میں آگ لگا دی، اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے،

یاذالکفین لست من عبادکا   میلادنا اقدم من میلادکا

انی حششت النار فی فؤادکا

---

[1] مسلم جلد ۱ ص ۵۰ باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لایکفر [2] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۷۶، و استیعاب ج ۱ ص ۲۱۸ [3] ابن سعد جلد ۴ ق ۱ ص ۱۷۶

اے دو ہاتھوں والے بت! اب میں تیری پرستارون مین نہین ہون، میری پیدائش تیری پیدائش سے قدیم ہے،

مین نے تیرے قلب مین آگ بھردی،

غزوۂ طائف | یہان سے لوٹتے وقت دوس کے اور چار سو آدمی مع ساز و سامان کے ساتھ ہوگئے، اور سب طائف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ طائف مین شریک ہوئے، ان کا دستہ الگ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمھارا علم کون اٹھائیگا، طفیل نے عرض کی، نعمان بن بازیہ مدتون سے اس قبیلہ کے علمبردار ہین، اس موقع پر بھی وہی اٹھائین گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ رائے پسند فرمائی[1]،

طائف کی واپسی کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین مستقل طور سے رہنے لگے، اور تا وفات نبوی آپ کے قدمون سے جدا نہ ہوئے،

فتنۂ ارتداد مین نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، اور طلیحہ و نجد کے فتنون سے فراغت کے بعد یمامہ مین شریک ہوئے[2] اور سنہ ۱۱ھ مین اسی مین جام شہادت پیا[3]،

اولاد | اولاد مین صرف ایک لڑکے عمرو کا نام معلوم ہے، یہ بھی یمامہ کی جنگ مین شریک تھے، اور یرموک کے معرکہ مین شہادت حاصل کی،

فضل وکمال | حضرت طفیل مذہبی علوم مین کوئی مرتبہ حاصل نہ کرسکے، اس کا سبب یہ تھا کہ وہ ابتدا مین مدینہ مین رہنے کے بجائے اپنے وطن مین اسلام کی دعوت کا فرض ادا کرتے رہے، لیکن فضل وکمال کا یہ باب بھی کچھ کم نہین کہ آپ کی کوششون سے قبیلہ دوس مشرف باسلام ہوا، البتہ شاعر کی حیثیت سے ممتاز تھے،

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۳ [2] مستدرک جلد ۳ ص ۲۶۰ [3] استیعاب جلد ۱ ص ۲۱۹،

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ

نام ونسب | عقبہ نام، ابو عمرو کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عقبہ بن عامر بن عبس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودوعہ بن عدی بن غنم بن ربیعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی،[1]

حضرت عقبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب کوکبۂ نبوی مدینہ منتقل ہوا تو عقبہؓ بکریاں چرا رہے تھے، آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر بکریاں چھوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کی کہ مجھ سے بیعت لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بیعت عربیہ کرنا چاہتے ہو یا بیعت ہجرت؟ کہا بیعت ہجرت، چنانچہ بیعت کرکے مدینہ میں مقیم ہو گئے[2]

عہد خلفاء | غزوات میں شرکت کا پتہ نہیں چلتا، عہد فاروقی میں شام کی فتوحات میں مجاہدانہ شریک ہوئے، دمشق کی فتح کا مژدہ حضرت عمرؓ کے پاس یہی لائے تھے،[3] جنگ صفین میں امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے، اور ان ہی کی حمایت میں لڑے، مصر پر تسلط کے بعد انھوں نے ان کو وہاں کا امیر الخراج بنایا، اور نماز کی امامت کا منصب بھی عطا کیا،[4]

۴۷ھ میں امیر معاویہؓ کے ایما سے رودس پر حملہ کیا، لیکن جنگ کے دوران میں معزول کر دیے گئے، اور ان کی جگہ مسلمہ کا تقرر ہوا، معزولی کے بعد جنگ سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی[5]

وفات | زمانہ وفات کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں، بروایت صحیح ۵۸ھ میں وفات پائی،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۱۷ [2] ابن سعد جزء ۴ قسم ۲ ص ۶۶ و اصابہ تذکرۂ ابن عامر [3] اصابہ جلد ۲ ص ۴۸۹

[4] کتاب الولاۃ کندی ص ۳۰ [5] ابن سعد جزو ۴ قسم ۲ تذکرۂ ابن عامر،

فضل وکمال علم وفضل کے اعتبار سے حضرت عقبہؓ ممتاز شخصیت رکھتے تھے، قرآن، حدیث، فقہ، فرائض، اور شاعری سب میں امتیازی پایہ تھا، علامہ ذہبی لکھتے ہیں، عقبہؓ فقیہ، کتاب اللہ کے قاری، فرائض کے ماہر، فصیح اللسان، شاعر اور بلند مرتبہ شخص تھے[1]،

قرآن کی تلاوت سے خاص ذوق تھا، اور بڑے ذوق وشوق سے اس کی تعلیم حاصل کرتے تھے، بعض بعض سورتیں خود زبانِ وحی والہام سے سیکھی تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے چمٹ گئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجھکو سورۂ ہود ویوسف پڑھائیے، اس ذوق وشوق نے ان کو قرآن کا قاری بنادیا تھا ایک قرآن انھوں نے خود مرتب کیا تھا، اس کی ترتیب عثمانی مصحف سے مختلف تھی، یہ نسخہ نوین صدی ہجری تک مصر مین موجود تھا، اور اس کے اخیر مین عقبہ کے دست وقلم کی لکھی ہوئی یہ تحریر موجود تھی "یہ قرآن عقبہ بن عامر نے اپنے ہاتھون سے لکھا"[2]

حدیث احادیث نبوی سے بھی تہی دامن نہ تھے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۵ ہے، ان مین سے ۹ متفق علیہ ہین، اور ایک مین بخاری اور ۷ مین مسلم منفرد ہین[3]، گو ان کے علم کے مقابلہ مین یہ تعداد بہت کم ہے لیکن اکابر صحابہ تک بڑی بڑی مسافت طے کرکے ان سے استفادہ کے لیے آتے تھے، حضرت ابوایوبؓ صرف ایک حدیث سننے کے لیے خاص طور پر مدینہ سے مصر آئے، اور سنکر فوراً واپس گئے[4]، حضرت ابن عباسؓ جو حبر الامہ تھے، عقبہؓ سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کے تلامذہ کی تعداد کافی تھی، ان مین ابوامامہ، قیس بن ابی حازم، جبیر بن نضیر، بعجہ بن عبداللہ جہنی، دخین بن عامر، ربعی بن خراش، عبدالرحمن

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۶ [2] تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۲۴۳ [3] تہذیب الکمال ص ۲۶۹
[4] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۹

ابن شماسہ، علی بن رباح قابل ذکر ہیں،[۱] فقہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا،

شاعری مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم خطابت و شاعری میں بھی دخل تھا، خود بھی خوش گو شاعر تھے،[۲]

اخلاق عقبہؓ گو بلند پایہ صحابی تھے لیکن مذہبی ذمہ داری سے بہت گھبراتے تھے، وہ اگرچہ ایک زمانہ میں مصر میں امامت کے عہدہ پر رہ چکے تھے لیکن پھر اس میں احتیاط کرنے لگے تھے، ابو علی ہمدانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفر میں لوگوں نے درخواست کی کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اس لیے آپ نماز پڑھائیے، فرمایا نہیں! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے امامت کی اور صحیح وقت پر پورے شرائط کے ساتھ نماز پڑھائی تو امام اور مقتدی دونوں کے لیے باعث اجر ہے، اور اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوئی تو امام ماخوذ ہوگا اور مقتدی بری الذمہ ہوں گے،[۳]

خدمت رسول آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری ان کا خاص مشغلہ تھا، چنانچہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کھینچنے کی خدمت ان ہی کے متعلق ہوتی تھی، کان صاحب بغلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشہباء،[۴] اس خدمت و رفاقت کے طفیل میں ان کو بڑے قیمتی دینی فوائد حاصل ہوتے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا، میں سواری اقدس کھینچ رہا تھا، آپ نے فرمایا، عقبہ! میں تم کو دو بہترین سورتیں پڑھنے کے قابل بتاتا ہوں، میں نے عرض کی ارشاد ہو، فرمایا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس[۵]

---

[۱] تہذیب الکمال ص ۲۶۹ [۲] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۵ [۳] کتاب الولاۃ کندی ص ۱۴ [۴] مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۱۵۴

احترام نبوی — ذات نبوی کا اتنا احترام ملحوظ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر بیٹھنا بھی سوء ادب سمجھتے تھے، ایک مرتبہ سفر میں مفوضہ خدمت انجام دے رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری بٹھادی اور خود اتر کر فرمایا عقبہ! اب تم سوار ہولو، عرض کی، سبحان اللہ یا رسول اللہ! میں اور آپ کی سواری پر سوار ہوں!! دوبارہ پھر آپ نے حکم دیا، انھوں نے وہی عرض کی، جب زیادہ اصرار بڑھا تو الامر فوق الادب کے خیال سے بیٹھ گئے، اور سرکار دو عالم ان کی جگہ سواری کھینچنے کی خدمت انجام دینے لگے[1]

عیب پوشی — عیب پوشی عقبہ کا شیوہ تھا، کسی کی برائی کا اعلان کرنا بہت برا سمجھتے تھے، ایک مرتبہ غلام نے آکر عرض کی کہ ہمارے ہمسائے شراب پیتے ہیں، فرمایا جانے دو، کسی پر ظاہر نہ کرنا، اس نے کہا میں محتسب کو خبر کردوں گا، فرمایا بڑے افسوس کا مقام ہے، جانے بھی دو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے کسی کی عیب پوشی کی اس نے گویا مردہ کو زندہ کیا[2]

سپاہیانہ فنون سے ذوق — سپاہیانہ فنون سے بڑی دلچسپی تھی، تیراندازی سے بڑا ذوق تھا، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، ایک مرتبہ خالد بن ولید کو بلا کر یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلہ میں ۳ اشخاص کو جنت میں داخل کرتا ہے، اس کے بنانے والے کو، خدا کی راہ میں اس کے پہنچانے والے کو اور چلانے والے کو، حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام کھیلوں میں صرف ۳ کھیل جائز ہیں، تیراندازی، گھوڑے کی تادیب اور اپنی بیوی سے ہنسی دل لگی کرنا، جس نے تیراندازی سیکھ کر بھلادی اس نے بڑی نعمت کھودی،[3]

[1] کتاب الولاۃ کندی ص ۸۸ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۸ [3] ایضاً ص ۱۴۸

اس دلچسپی کی بنا پر ان کے پاس اسلحہ کا بڑا ذخیرہ تھا، چنانچہ وفات کے وقت ان کے پاس ستر کمانیں تھیں، دوسرے لوازم اس کے علاوہ تھے، یہ سارا ذخیرہ خدا کی راہ میں وقف کر گئے،[1]

سادگی | عقبہؓ گو فارغ البال تھے، غلام بھی پاس تھا، لیکن غایتِ سادگی کی بنا پر اپنا کام آپ کرتے تھے،

حضرت عمیر بن وہبؓ

نام و نسب | عمیر نام، ابو امیہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح، ماں کا نام ام سخیلہ تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، ام سخیلہ بنت ہاشم بن سعید بن سہم قرشی،

قبل اسلام | عمیر قریش کے سربر آوردہ اور بہادر لوگوں میں تھے، قبول اسلام کے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے، بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانوں کی قوت کا اندازہ لگانے کے لیے ہی نکلے تھے، مگر اس غزوہ میں انھوں نے جنگ کو ٹالنے کی بڑی کوشش کی، ابن سعد کا بیان ہے "وقد کان حریصا علی رد قریش عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببدر،" لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا کہ قریش سے انصار کی تذلیل کے لیے کہا کہ ان کے چہرے سانپوں کی طرح ہیں، جو پیاس سے بھی نہیں مرتے، ان کی یہ مجال کہ ہمارے مقابلہ میں آکر بدلہ لیں، اس لیے ان روشن و تاباں چہرہ والوں (قریش) کو ان سے تعارض نہ کرنا چاہیے، انصار نے جواب دیا "یہ خیال چھوڑ دو اور اپنے قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرو،" جب یہ تدبیر بھی ناکام رہی

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۴۸

تو مجبوراً لڑنا پڑا، جس کا نتیجہ قریش کی شکست کی صورت مین ظاہر ہوا، اور ان کا لڑکا وہب مسلمانون کے ہاتھون مین گرفتار ہو گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ

بدر کی شکست سے مشرکین کی آتش انتقام اور تیز ہو گئی، اور وہ مسلمانون سے بدلہ لینے کے لیے طرح طرح کے منصوبے سوچنے لگے، ایک دن عمیر اور سرخیل مشرکین صفوان بن امیہ آپس مین بیٹھے باتین کر رہے تھے، صفوان نے کہا بدر کے مقتولین کے بعد زندگی بے مزہ ہو گئی، عمیر نے کہا بالکل سچ ہے، واللہ لطف زندگی جاتا رہا، اگر مجھ پر قرض اور اہل وعیال کی پرورش کا بار نہ ہوتا تو مین محمدؐ کے قتل کی کوشش کرتا، صفوان یہ سنکر پھولا نہ سمایا، بولا یہ کونسی بڑی بات ہے، تمھارے قرض کی ادائگی کا مین ذمہ لیتا ہون، اور جس طریقہ سے مین اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہون، اسی طرح تمھارے اہل وعیال کی پرورش بھی کرون گا، اور عمیر کے لیے ضروری سامان سفر مہیا کر دیا، اس مین ایک سم آلود تلوار بھی تھی، اور عمیر یہ ہدایت کرکے کہ ابھی کچھ دنون میرے حالات پوشیدہ رکھنا، مدینہ پہنچے اور مسجد نبویؐ کے دروازہ پر سواری کھڑی کرکے تلوار لیے ہوئے سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے، حضرت عمرؓ دیکھ رہے تھے، وہ گھبرائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہنچے، اور عرض کی یا رسول اللہ! عمیر کو کسی قیمت پر امان نہ دیجئے گا، فرمایا اچھا ان کو لے آؤ، حضرت عمرؓ چند اشخاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے متعین کرکے خود عمیر کو لانے چلے گئے، وہ تلوار لیے ہوئے داخل ہوئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو ہٹا دیا، عمیر نے سلام علیک کی جگہ "انعمو اصباحا" جاہلیت کا سلام کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لہ استیعاب ج ۲ ص ۴۳۷

اللہ عزوجل نے تمھارے طریقۂ تحیہ سے ہم کو مستغنی کر دیا، اور ہمارا طریقۂ تحیہ سلام متعین کیا ہے، پھر پوچھا کیسے آنا ہوا، عمیر نے کہا اپنے قیدیون کو چھڑانے کے لیے، آخر تم بھی تو ہمارے ہی ہم قبیلہ اور ہم خاندان ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، یہ تلوار کیسی گلے مین آویزان ہے. کہا ان تلوارون کا برا ہو، یہ ہمارے کس کام آئین، اترتے وقت گلے سے نکالنا بھول گیا تھا اس لیے لٹکی رہ گئی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، سچ سچ بتاؤ تم کس ارادہ سے آئے ہو، کہا صرف قیدیون کو چھڑانے کے لیے، فرمایا تم نے صفوان سے کیا شرط کی تھی، اس سوال پر عمیر بہت گھبرائے، اور کہا مین نے کیا شرط کی تھی، فرمایا ان شرائط کے ساتھ تم نے قتل کا وعدہ کیا تھا،

اسلام یہ سنتے ہی حالت بدل گئی جس زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا عہد کرکے آئے تھے، اسی زبان سے بے اختیار اشہد انک رسول اللہ واشہد ان لا الہ الا اللہ نکل گیا[1]۔ قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو آرام پہنچاؤ، اور ان کے قیدی چھوڑ دو، چنانچہ وہب، کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا گیا[2]،

مکہ کی واپسی اور اشاعت اسلام مکہ مین صفوان نہایت بے چینی سے ان کے کام کا انتظار کر رہا تھا، اور قریش سے کہتا پھرتا تھا کہ مین تم کو ایسی کامیابی کی خوشخبری سناتا ہون، جس کے بعد بدر کی شکست کا غم بھول جائے گا، اور ہر آنے جانے والے سے پوچھتا کہ مدینہ مین کوئی نیا واقعہ تو نہین پیش آیا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام تو نہین ہوا) ایک دن بالکل خلاف توقع خبر سنی کہ جو شکار کرنے نکلا تھا وہ خود شکار ہو گیا، یعنی عمیر مسلمان ہو گئے،

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۶ و ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۴۷ [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۴۷

اس خبر سے بہت پیچ وتاب کھایا، اور عہد کر لیا کہ اب کبھی عمیرؓ سے نہ بولوں گا، اور نہ اس کی کسی قسم کی مدد کروں گا، تمام مشرکین نے عمیرؓ کے اسلام پر اظہار ملامت کیا، اس درمیان میں عمیرؓ نے قرآن کی کچھ تعلیم حاصل کر لی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اگر اجازت ہو تو میں مکہ میں جا کر اشاعت اسلام کا فرض انجام دوں، شاید خدا ان لوگوں کو ہدایت دے، آپ نے منظور فرمایا، اور عمیرؓ نے مکہ میں آکر بڑی سرگرمی سے تبلیغ شروع کر دی اور ان کی کوششوں سے بڑی تعداد اسلام کے شرف سے بہرہ ور ہوئی[1]،

ہجرت وغزوات مکہ میں عرصہ تک تعلیم وارشاد کا فرض انجام دیتے رہے، پھر احد کے قبل ہجرت کر کے مدینہ آگئے، اور احد، تبوک، فتح مکہ وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، اور اپنی تلوار کے جوہر دکھائے[2]،

عہد خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مہمات امور میں برابر شریک رہے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب عمرو بن العاصؓ نے مصر پر چڑھائی کی، اور ابتدائی فتوحات کے بعد اسکندریہ کی تسخیر میں زیادہ دیر لگی، تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار امدادی فوج چار امرا کی سرکردگی میں بھیجی، ان میں ایک عمیرؓ بھی تھے[3]، اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ حملہ کے وقت ان چاروں کو آگے آگے رکھنا، چنانچہ ان ہی چاروں کی کوششوں سے اسکندریہ کی مہم سر ہوئی، اسکندریہ کی فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ نے متفرق چھوٹے چھوٹے مقامات کی تسخیر کے لیے علحدہ علحدہ افسر متعین کیے تھے، اس سلسلہ میں عمیرؓ نے بہت سے مقامات فتح کیے، تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا، دقہلہ، بنا اور بوسیر وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں[4]،

[1] اصابہ جلد ۵ ص ۳۰، [2] ابن سعد قسم ا ص ۱۴، و اصابہ جلد ۵ ص ۳۰، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰، [4] ایضاً ص ۲۲۴

وفات | حضرت عمرؓ کے آخر عہدِ خلافت میں وفات پائی،

حضرت زید بن خطابؓ

نام ونسب | زید نام، ابو عبدالرحمن کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، زید بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی عدوی،

ماں کا نام اسماء تھا، ننہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماء بنت وہب بن حبیب اسدی، آپ حضرت عمرؓ کے سوتیلے بھائی اور عمر میں ان سے بڑے تھے،[1]

اسلام وہجرت | گو ابتدا میں خطابؓ کا گھر حضرت عمرؓ کی سختیوں کے باعث اسلام کی دشمنی سے تیرہ وتار ہو رہا تھا لیکن حضرت زیدؓ حضرت عمرؓ سے بہت پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، اور مہاجرین کے پہلے قافلہ کے ساتھ ہجرت کی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ان میں اور معن بن عدی عجلانی میں مواخاۃ کرادی،[2]

غزوات | مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر میں شرکت کا شرف حاصل کیا، پھر احد میں شریک ہوئے، غایتِ شجاعت نے زرہ سے بے نیاز کر دیا تھا، میدان جنگ میں ننگے بر گئے، حضرت عمرؓ کو ان سے بڑی محبت تھی، انھوں نے قسم دلا کر اپنی زرہ پہنادی، لیکن طالب شہادت کے لیے زرہ عار تھی، تھوڑی دیر پہنکر اتار دی، اب عریاں سینہ دشمنوں کا ہدف تھا، حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا، فرمایا تمھاری طرح مجھکو بھی جامِ شہادت پینے کی تمنا ہے،[3]

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۲۸ [2] استیعاب جلد ۱ ص ۱۹۰ [3] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۷۵

احد کے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت پر بیعت لینا شروع کی تو فدا کارانہ جان بازون کی فہرست مین نام لکھایا۔[۱] اس کے علاوہ خندق حنین اور اوطاس وغیرہ مین بھی برابر شریک رہے،

حجۃ الوداع مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے، اسی موقع پر آپنے ان سے یہ حدیث بیان فرمائی تھی کہ جو تم کھاتے پہنتے ہو، وہی اپنے غلامون کو بھی کھلاؤ پہناؤ، اور اگر وہ کسی جرم کے مرتکب ہون اور تم نہ معاف کرسکو تو فروخت کرڈالو،[۲]

فتنۂ ردہ اور شہادت عہد صدیقی مین فتنۂ ارتداد کے استیصال کے لیے مسلمانون کیساتھ نکلے اور متعدد سرکش بے دینون کو واصل جہنم کیا،

مشہور مرتد نہار بن عنفوہ جس کے متعلق اس کے زمانۂ اسلام مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، ان ہی کے ہاتھ سے مارا گیا،[۳]

جنگ یمامہ مین اسلامی فوج کی علمبرداری کا منصب سپرد ہوا، بنو حنیفہ نے اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے، کچھ لوگ میدان جنگ سے بھاگ نکلے اس سے زید کا جوش اور زیادہ بڑھ گیا، انھون نے قسم کھائی کہ مین اس وقت تک نہ بولون گا جب تک دشمنون کا منہ نہ پھیر دون یا خود لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤن، اور مسلمانون کو للکارا کہ آنکھین بند کرکے، داڑھین دابکر دشمنون کے قلب مین گھس جاؤ،[۴] ایک طرف لوگون کو ابھارتے تھے، دوسری طرف زبان بارگاہ ایزدی مین معذرت مین مصروف تھی کہ "خدایا مین اپنے ساتھیون کی پسپائی پر تیری بارگاہ مین معذرت خواہ ہون"۔ اسی حالت مین علم ہلایا، اور دشمنون کی صفین چیرتے ہوئے گھستے

[۱] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰ [۲] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۴ [۳] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰ [۴] ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۷۰

چلے گئے، اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے[1] آپ کی شہادت کے بعد حضرت سالم نے علم سنبھالا،
لوگوں نے کہا سالم! تمھاری علمبرداری سے شکست کا خطرہ ہے، کہا اگر میرے سبب سے شکست
ہو تو مجھ سے بدتر حاملِ قرآن کون ہوگا[2]

حضرت عمرؓ کا غم

حضرت عمرؓ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، ان کی شہادت سے بہت
غم زدہ ہوئے، اور جب کبھی کوئی مصیبت پیش آتی تو فرماتے کہ سب سے بڑا داغ زیدؓ کا تھا،
اس کو اٹھایا، اور صبر کیا[3]، اکثر فرمایا کرتے کہ بادِ صبا سے زید کی خوشبو آتی ہے، اس سے انکی
یاد تازہ ہوجاتی ہے[4]،

اسی زمانہ میں مشہور شاعر متمم بن نویرہ کا بھائی ایک معرکہ میں خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ سے مارا
گیا، متمم اپنے بھائی کا عاشق و شیفتہ تھا، اس حادثہ نے اس کو ایسا وارفتہ کردیا کہ دیکھنے والوں
کو ترس آتا تھا، اسی عالم میں اپنے بھائی کا ایسا رقت انگیز مرثیہ لکھا کہ سننے والے بیقرار ہوجاتے،
اتفاق سے حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی، آپ نے فرمایا تم کو اپنے بھائی کا کس قدر قلق ہے!
کہا ایک مرض کی وجہ سے ایک آنکھ کے آنسو خشک ہوگئے تھے لیکن بھائی کے غم میں جب سے
اشکبار ہوئی ہے، آج تک نہ رکی، حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ رنج والم کی آخری حد ہے،
کوئی جانے والے کا اتنا غم نہیں کرتا، اس کے بعد فرمایا کہ خدا زیدؓ کی مغفرت کرے، اگر میں
شاعر ہوتا تو میں بھی ان کا مرثیہ کہتا، متمم نے کہا امیر المومنین! اگر آپ کے بھائی کی طرح میرا
بھائی شہید ہوا ہوتا تو میں کبھی اشکباری نہ کرتا، حضرت عمرؓ کو ایک گونہ تسلی ہوگئی[5]، فرمایا کہ
اس سے بہتر تعزیت کسی نے نہیں کی[6]، لیکن بھائی کے ساتھ شدید تعلق قلب کے باوجود صبر کا

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۷ [2] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۴ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۷ [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۶ [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۶ [5] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۵ [6] استیعاب جلد ۱ ص ۱۹۱

دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، جس وقت حضرت زیدؓ کی شہادت کی دلخراش خبر ملی تھی، اس وقت بجائے نالہ وشیون کرنے کے فرمایا کہ میرے بھائی دو نیکیون مین مجھ سے سبقت لے گئے، مجھ سے پہلے اسلام لائے اور مجھ سے پہلے جام شہادت پیا،[1]

حلیہ یہ تھا۔ قد بلند وبالا، رنگ گندم گون،

ازواج واولاد آپکے دو بیویان تھین، لبابہ اور جمیلہ۔ لبابہ سے عبدالرحمن تھے۔ اور جمیلہ سے اسمار تھین،[2]

فضل وکمال آپ سے متعدد اشخاص نے حدیث روایت کی ہے،

حضرت ابو رافعؓ

نام ونسب نام مین بہت اختلاف ہے، زیادہ مشہور اسلم اور ابورافع کنیت ہے، نسبی شرف کے لیے یہ سند کافی ہے کہ آقائے دو عالمؐ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے، اور حضورؐ نے یہ کہکر اپنے خاندان مین شامل کر لیا تھا کہ مولی القوم من انفسہم[3] اس مرتبہ کے بعد خاندانی اور نسبی عظمت کا کون درجہ باقی رہجاتا ہے،

غلامی اور آزادی ابتدا مین ابورافعؓ حضرت عباسؓ کے غلام تھے، انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کے اسلام کی مسرت پر آزاد کر دیا،[4]

اسلام حضرت ابورافعؓ ان لوگون مین ہین جن کے دل پر نبوت کا پرجلال چہرہ ہی دیکھکر اسلام کا نقش بیٹھ گیا، ان کے اسلام کے متعلق ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ کو قریش نے

---

[1] استیعاب جلد ا ص ۱۹۱ [2] ابن سعد جزء ۳ ق ا ص ۲۵ [3] ابوداؤد جلد ا ص ۱۶۶ [4] ابن سعد جزء ۴ ق ا ص ۵۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کام سے بھیجا، آپ کو دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف ہوگیا، میں نے عرض کی یارسول اللہ! اب میں واپس نہ جاؤں گا، آپ نے فرمایا میں قاصد کو نہیں روکتا، اور عہد شکنی نہیں کرتا، اس وقت تم لوٹ جاؤ، اگر کچھ دنوں تک بدستور تمھارے دل میں اسلام کا جذبہ باقی رہا تو پھر چلے آنا، چنانچہ اس وقت تو یہ واپس چلے گئے، اور پھر دوبارہ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے،[1]

ابتلا و آزمایش | لیکن بدر تک جبابرۂ قریش کے خوف سے اسلام کا اعلان نہیں کیا، ایک دن چاہِ زمزم کی چہار دیواری میں بیٹھے تیر درست کر رہے تھے، حضرت عباسؓ کی اہلیہ بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں ابولہب آگیا اور حجرہ کی طناب کے پاس بیٹھا، اس کے بعد ابوسفیان آئے، ابولہب ان سے بدر کے حالات دریافت کرنے لگا، اس نے کہا کیا پوچھتے ہو مسلمانوں نے ہماری ساری قوت تباہ کردی، بہتوں کو تہِ تیغ کرڈالا کچھ لوگوں کو گرفتار کیا، اس سلسلہ میں ایک واقعہ عجیب و غریب بیان کیا جاتا ہے کہ میدان جنگ میں آسمان سے زمین تک سفید پوش سوار بھرے ہوئے تھے، اس پر ابورافعؓ نے کہا کہ وہ فرشتے تھے، یہ سنکر ابولہب نے ان کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مارا، یہ سنبھلکر لپٹ گئے، مگر کمزور تھے، اس لیے ابولہب نے ٹپک دیا، اور سینہ پر چڑھ کر جہاں تک مارسکا مارا، حضرت عباسؓ کی بیوی سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا، انھوں نے ایک ستون اٹھاکر اس زور سے مارا کہ اس کا سر کھل گیا، اور بولیں اس کا آقا موجود نہیں اس لیے کمزور سمجھ کر مارتا ہے،[2]

ہجرت | بدر کے بعد ہجرت کرکے مدینہ گئے[3] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مقیم ہوئے،[5]

[1] ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۷۴،۳ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۹۸ [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۵ [5] ایضاً ص ۵۲

غزوات بدر کے علاوہ احد، خندق وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی امارت میں یمن کی طرف جو سریہ بھیجا تھا، اس میں یہ بھی تھے، چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی عدم موجودگی میں سریہ کی نگرانی ان کے سپرد کی تھی،[1]

وفات حضرت علیؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں وفات پائی،[2]

اولاد وفات کے وقت ۶ اولادیں تھیں، حسن، رافع، عبید اللہ، معتمر، مغیرہ اور سلمی،[3]

فضل وکمال اسلام نے غلاموں کو ہر قسم کی ترقی کے جو مواقع عطا کیے ہیں، ابورافعؓ اس کی بہترین مثال تھے، گو یہ غلام تھے، لیکن فضل وکمال میں آزادوں کے ہمسر تھے، ان کی ۶۸ روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ایک میں بخاری اور ۳ میں مسلم منفرد ہیں،[4]

آزادی کے بعد بھی آستانۂ نبوی کی خدمت گذاری کا فخر نہ چھوٹا، اس لیے انکو معمولات نبوی کے متعلق بہت معلومات تھے، اور ان کے بارہ میں اکابر صحابہ ان سے استفادہ کرتے تھے، ابن عباسؓ ان کے پاس ایک کاتب لیکر آتے تھے اور سوال کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں دن کیا کیا کیا، یہ بیان کرتے جاتے تھے اور کاتب قلمبند کرتا جاتا تھا،[5]

تلامذہ ان کے سرچشمۂ فضل وکمال سے سیراب ہونے والوں کا دائرہ خاصہ وسیع تھا، چنانچہ ان کے لڑکوں میں حسن، رافع، عبید اللہ، معتمر، پوتوں میں حسن، صالح اور عام لوگوں میں عطاء بن یسار، ابو غطفان بن طریف، ابوسعید مقبری اور سلیمان بن یسار ان کے خوشہ چینوں میں تھے،[6]

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ابورافع کو آزاد کر دیا تھا، مگر وہ بدستور

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۹۸ [2] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۹۱ [3] تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۹۲، [4] تہذیب الکمال ص ۴۴۹ [5] اصابہ جلد ۴ ص ۹۲ [6] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور

آپ کی غلامی مین گرفتار رہے، آزادی کے وقت آنکھین بے اختیار اشکبار ہوگئین، لوگون نے کہا آزادی مین رونے کا کیا موقع ہے، کہا آج ایک اجر جاتا رہا[1] اس کے بعد اگرچہ قانوناً آزاد ہوگئے تھے، لیکن خدمت گذاری کا شرف نہین چھوڑا، چنانچہ سفر وغیرہ مین خیمہ یہی نصب کرتے تھے[2]، آقائے دوعالم کے ساتھ غلامی کی نسبت بہت محبوب تھی، ہمیشہ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہتے تھے، عمرو بن سعید بن عاص مدینہ کی امارت کے زمانہ مین اپنا غلام کہلانا چاہا، لیکن یہ برابر انکار کرتے رہے تاآنکہ سعید نے ۵۰۰ کوڑے لگاکر زبردستی اپنا غلام کہلایا[3]

حضرت سعید بن عامر بن خدیمؓ

نام ونسب سعید نام، سلسلہ نسب یہ ہے، سعید بن عامر بن خدیم بن سلامان بن ربیعہ بن سعد ابن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب، مان کا نام اروی تھا، نانہالی سلسلہ نسب یہ ہے، اروی بنت ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف[4]

اسلام وہجرت غزوۂ خیبر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آگئے[5]

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے اول غزوۂ خیبر مین شریک، پھر تمام لڑائیون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے[6]

جنگ یرموک حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین جب حضرت ابوعبیدہؓ نے یرموک کی مہم

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۴۴۳ [2] مسلم ج اول ص ۵۰۲ [3] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور
[4] ابن سعد جزو چہارم قسم ۲ ص ۱۳ [5] اصابہ ج ۳ ص ۹۹ [6] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۶

کے لیے مزید امدادی فوج طلب کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ روانہ کیا[1] اس مہم میں انھوں نے بڑے نمایاں کارنامے دکھائے،

حمص کی گورنری

عباسؓ بن غنم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ ابن عامر کو حمص کی گورنری پر مامور کیا۔ ان کے عہد حکومت میں کسی نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ سعید پر جنون کا اثر رہتا ہے، آپ نے ان کو تحقیق کے لیے طلب کیا، اس طلبی پر حمص کا والی اس سروسامان سے آیا کہ ہاتھ میں ایک عصا تھا، اور کھانے کے لیے ایک پیالہ، حضرت عمرؓ نے پوچھا، بس اسی قدر سامان ہے، عرض کی، اس سے زیادہ اور کس چیز کی ضرورت ہے، پیالہ میں کھاتا ہوں، اور عصا پر زاد راہ لٹکاتا ہوں، پوچھا، میں نے سنا ہے تم پر جنون کا اثر ہے، ابن عامر نے اس سے انکار کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر مجھکو کیسے اطلاع ملی کہ تم پر غشی کے دورے ہوتے ہیں، کہا ہاں سچ ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ حبیب بن عدی کے مصلوب ہوتے وقت میں بھی موجود تھا، اور وہ اس حالت میں قریش کے لیے بددعا کرتے تھے، اور چونکہ میں بھی قریشی ہوں، اس لیے جب یہ منظر سامنے آتا ہے تو غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس تحقیقات کے بعد حضرت عمرؓ نے واپس کرنا چاہا، ابن عامر نے جانے سے انکار کیا، مگر حضرت عمرؓ نے مجبور کر کے واپس کیا،[2]

وفات

سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض ۱۹ اور بعض ۲۱ بتاتے ہیں، وفات کے وقت چالیس سال کی عمر تھی[3]

فقر و درویشی

ابن عامر کا زہد و تقوی درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا حمص کی گورنری کے زمانہ میں اس فقیرانہ شان سے رہتے تھے کہ ان میں اور عام مساکین میں کوئی امتیاز باقی نہ

---

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۱۱ [2] ایضاً [3] ایضاً

رہا تھا، حضرت عمرؓ جب حمص گئے تو وہاں کے فقراء کے معاش کا انتظام کرنے کے لیے ان کی فہرست طلب کی، فہرست تیار ہو کر آئی تو منجملہ اور ناموں کے ایک نام سعید بن عامر بھی تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ سعید بن عامر کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین ہمارے اور آپ کے امیر، آپ نے حیرت سے پوچھا کہ تمہارا امیر اور فقیر! وظیفہ کیا کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا، اس کو وہ ہاتھ نہیں لگاتے، حضرت عمرؓ یہ زہد و ورع سنکر رونے لگے، اور فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی ابن عامرؓ کے پاس بھیجی کہ اس کو اپنی ضروریات میں صرف کریں، سعید نے اسکو دیکھتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، بیوی نے پوچھا خیریت ہے، کیا امیر المومنین کو خدانخواستہ کوئی گزند پہنچا، فرمایا اس سے زیادہ اہم حادثہ ہے، بیوی نے کہا کیا قیامت آگئی، فرمایا قیامت سے بھی زیادہ خطرناک، انہوں نے کہا آخر معاملہ کیا ہے، فرمایا، دنیا فتنوں کو لیکر میرے پاس آئی ہے، وہ بولیں پھر کوئی تدارک کرو، انھوں نے یہ تدارک کیا کہ پوری رقم ایک توبڑے میں ڈال دی، اور ساری رات نماز پڑھتے رہے، صبح کو جب اسلامی لشکر ادھر سے گذرا تو کل روپیہ اٹھا کر اس کی ضروریات کے لیے دیدیا۔[1]

محکوم کی ہمدردی

محکوموں کی ہمدردی و غمخواری آپ کا نمایاں وصف تھا، جہاں حاکم رہے وہاں کی رعایا آپ کی ہمدردی کی گرویدہ رہی، شام کی رعایا آپ سے بہت خوش رہتی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ شام والے تم سے اس قدر محبت کیوں کرتے ہیں، کہا میں ان کی گلہ بانی کے ساتھ ان کی غمخواری بھی کرتا ہوں، آپ نے خوش ہو کر دس ہزار کی گران قدر رقم ان کو دینا چاہی، انھوں نے یہ کہکر لینے سے انکار کر دیا کہ میرے گھوڑوں اور غلاموں کی آمدنی میرے لیے کافی ہے، میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱

کا کام فی سبیل اللہ کر دن، حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ اس کو لے لو، واپس نہ کرو، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو کچھ مال دیا تھا، مین نے بھی تمھاری طرح یہی جواب دیکر واپس کرنا چاہا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے خدا دے تو اسکو لے لیا کرو کہ وہ اس کا عطیہ ہے[1]

حضرت عقیل بن ابی طالبؓ

نام ونسب عقیل نام، ابو یزید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی، مان کا نام فاطمہ تھا، آپ حضرت علیؓ کے سوتیلے بھائی اور عمر مین ان سے بیس سال بڑے تھے[2]

بدر مین گرفتاری عقیل کا دل ابتدا سے اسلام کی طرف مائل تھا، لیکن مشرکین مکہ کے خوف سے علی الاعلان اسلام نہین قبول کر سکتے تھے، چنانچہ بدر مین بادل ناخواستہ مشرکین کے ساتھ شریک ہوے، اور جب ان کو شکست ہوئی تو دوسرے مشرکین کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا دیکھو میرے گھرانے والون مین کون کون لوگ گرفتار ہوئے، آپ نے تحقیقات کر کے عرض کیا کہ نوفل، عباس اور عقیل گرفتار ہوئے ہین، یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف لائے، اور عقیل کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ابو جہل قتل ہو گیا، عقیل بولے اب تہامہ مین مسلمانون کا کوئی مزاحم باقی نہین رہا، عقیل کے ہاتھ مال و دولت سے خالی تھے، اس لیے حضرت عباسؓ نے اپنی جیب سے ان کا فدیہ دیکر ان کو آزاد کرایا[3]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۸۶ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۲۲ [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۲۹

اسلام وہجرت اور غزوات آزاد ہونے کے بعد مکہ واپس گئے، اور ۸ھ میں باقاعدہ اسلام لاکر ہجرت کا شرف حاصل کیا، اور غزوۂ موتہ میں شریک ہو کر پھر مکہ واپس گئے، وہاں جاکر بیمار پڑ گئے، اس لیے فتح مکہ، طائف اور حنین میں شرکت سے معذور رہے،[1] لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حنین میں شریک ہوئے، بلکہ جب مسلمانوں کو ابتدا میں شکست ہوئی اور مہاجرین وانصار کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے،[2]

عہد مرتضوی خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا، حنین کے بعد امیر معاویہؓ اور جناب امیرؓ کے اختلافات کے زمانہ میں نظر آتے ہیں، یہ گو حضرت علیؓ کے بھائی تھے لیکن اپنی ضروریات کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ سے تعلقات رکھتے تھے، اور مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ عقیل مفلس، مقروض اور روپیہ کے حاجت مند تھے، اور جناب امیرؓ کے یہاں یہ شے عنقا تھی، اور امیر معاویہؓ کا خزانہ ہر شخص کے لیے کھلا ہوا تھا، اس لیے افلاس وناداری نے امیر معاویہؓ کا ساتھ دینے پر مجبور کر دیا تھا، امیر معاویہؓ کے پاس جانے سے پہلے ایک مرتبہ قرض کی ادائگی کی فکر میں حضرت علیؓ کے پاس بھی گئے تھے، انھوں نے بڑی پذیرائی کی، حسنؓ کو حکم دیا، انھوں نے لاکر کپڑے بدلائے، شام کو دسترخوان بچھا تو صرف روٹی، نمک اور ترکاری آئی، عقیلؓ نے کہا بس یہی سامان ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا، ہاں، عقیل نے مطلب بیان کیا کہ میرا قرض ادا کر دو، حضرت علیؓ نے پوچھا کس قدر ہے، کہا ۴۰ ہزار، آپ نے جواب دیا میرے پاس اتنا روپیہ کہاں، تھوڑا صبر کیجیے، جب چار ہزار میرا وظیفہ ملے گا تو آپ کو دیدوں گا، عقیل نے کہا تم کو کیا دشواری، بیت المال تمہارے ہاتھ میں ہے، مجھکو وظیفہ کے انتظار میں کب تک رکھو گے، حضرت علیؓ نے فرمایا میں

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۲۲ [2] اصابہ جلد ۴ ص ۲۵۵

مسلمانون کا امین ہون، آپ چاہتے ہین کہ خیانت کرکے ان کا مال آپ کے حوالہ کردون یہ جواب سنکر عقیل چلے گئے، اور امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے، امیر معاویہؓ نے پوچھا تم نے علیؓ اور ان کے ساتھیون کو کیسا پایا، جواب دیا، وہ لوگ رسول کے صحیح صحابی ہین، بس صرف اس قدر کمی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مین نہین ہین، اور تم اور تمھارے ساتھی ٹھیک ابوسفیان کے حواریون کی طرح ہو، مگر اس موازنہ کے بعد بھی دوسرے دن امیر معاویہؓ نے دربار مین انھین بلوا کر پچاس ہزار درہم دلوائے[1]،

عقیل کے شام جانے کے بعد امیر معاویہؓ لوگون کے سامنے ان کو مثال مین پیش کرکے ان کو اپنی حمایت پر آمادہ کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ اگر مین حق پر نہ ہوتا تو علی کے بھائی ان کو چھوڑ کر میرا ساتھ کیون دیتے، ایک مرتبہ لوگون کے سامنے یہی دلیل پیش کر رہے تھے، عقیل بھی موجود تھے، انھون نے جواب دیا کہ میرا بھائی دین کے لیے بہتر ہے اور تم دنیا کے لیے، یہ دوسری بات ہے کہ مین نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، رہا آخرت کا معاملہ تو اس کے لیے خدا سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہون[2]،

وفات امیر معاویہؓ کے اخیر عہد یا یزید کے ابتدائی زمانہ مین وفات پائی[3]،

اہل وعیال عقیلؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، ان بیویون اور اولادون کے نام یہ ہین۔

بیوی	اولاد
ام سعید خلیلہ	یزید سعید علی، محمد، رملہ

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۲۳ [2] ایضاً [3] اصابہ جلد ۴ ص ۶۵۵

اولاد	بیوی
جعفر، اکبر، ابوسعید، احول	ام بنین
مسلم، عبداللہ، عبدالرحمن، عبداللہ الاصغر	ام ولد
	اسمار بنت سفیان

ان کے علاوہ جعفر، اصغر، حمزہ، عثمان، ام ہانی، اسمار، فاطمہ، ام قاسم، زینب اور ام نعمان وغیرہ مختلف لونڈیون کے بطن سے تھین،[1]

ذریعہ معاش: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی پیداوار سے ڈیڑھ سو وسق سالانہ مقرر فرمایا تھا،[2]

استعداد علمی: ہجرت کے بعد پھر مکہ لوٹ گئے تھے، اور عرصہ تک وہان مقیم رہے، اسلیے صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، اسی لیے رسول کے عزیز ہونے کی حیثیت سے علم مین ان کا جو پایہ ہونا چاہیے تھا، وہ نہ پیدا ہو سکا، تاہم حدیث کی کتابون مین ان کی دوچار روایتین موجود ہین، محمد، حسن بصری اور عطا آپ کے زمرۂ رواۃ مین ہین،[3] مذہبی علوم کے علاوہ علوم جاہلی مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے، چنانچہ علم الانساب کے جو عربون کا خاص علم تھا، بڑے ماہر تھے، ایام عرب کی داستانین بھی ان کو ازبر تھین، اور ان علوم مین لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے، چنانچہ مسجد نبوی مین نماز کے بعد یہ بیٹھتے تھے اور لوگ ان سے مستفید ہوتے تھے،[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ ابو زید مجھکو تمھارے ساتھ دوہری محبت ہے، ایک قرابت کے

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۲۹ [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۲۲ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۷۶

[4] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۲۰۱

سبب سے، دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تم کو محبوب رکھتے تھے [1]

پابندی سنت | عقیل شادی و مسرت کے موقعون پر بھی جبکہ لوگ عموماً کچھ نہ کچھ بے اعتدالی کر جاتے ہین، مسنون طریقون کا لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ نئی شادی کی، صبح کو احباب مبارک باد دینے آئے، اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ مین تہنیت پیش کی کہ "بالرفاء والبنین" اگرچہ ان الفاظ مین کوئی خاص قباحت نہین تھی، لیکن چونکہ مسنون طریقہ تہنیت موجود تھا، اس لیے کہا کہ یہ نہ کہو بلکہ "بارک اللہ لکم و بارک اللہ علیکم" کہو کہ ہم کو اسی کا حکم ملا ہے [2]،

حضرت نوفل بن حارث رضؓ

نام و نسب | نوفل نام، ابو حارث کنیت، نسب نامہ یہ ہے، نوفل بن حارث بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی ہاشمی، ماں کا نام غزیہ تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبد العزی بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر، نوفل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے،

بدر | دعوت اسلام کے زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز قریب بھی آپ کے دشمن ہو گئے، لیکن نوفل کے خون مین ہمیشہ یکسان برادرانہ محبت قائم رہی، چنانچہ حالت شرک مین بھی آپ سے مقابلہ کرنا پسند نہ کرتے تھے، بدر مین جب طوعاً کرہاً مشرکین کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ نکلے، اس وقت یہ پرخلوص اشعار ورد زبان تھے،

حرام علی حرب احمد اننی	اری احمد امنی قریباً او اصرہ
مجھ پر احمد سے جنگ کرنا حرام ہے	وہ میرے قریبی عزیز ہین،

[1] تہذیب الکمال ص ۲۷۰ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۵۲۳

اسلام | بدر مین جب مشرکین کو شکست ہوئی تو دوسرے قیدیون کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نوفل فدیہ دیکر رہا ہو جاؤ، عرض کی، یا رسول اللہ! میرے پاس فدیہ کے لائق کوئی چیز نہین، فرمایا جدّہ والے نیزے فدیہ مین دیدو، اس کے جواب مین انھون نے آپ کی رسالت کا اعتراف کیا، اور ہزار نیزے فدیہ مین پیش کیے، اور ذیل کے اشعار مین اپنے خیالات کا اظہار کیا،[1]

الیکم الیکم اننی لست منکم | تبرأت من دین الشیوخ الاکابر

دور ہو، دور ہو مین تمھاری جماعت مین نہین ہون، مین قریش کے بڑے بوڑھون کے دین سے بزار ہون،

شھدت علی ان النبی محمدٌ | اتی بالھدی من ربه والبصائر

مین نے شہادت دی ہے کہ محمد نبی ہین، اور خدا کی جانب سے وہ ہدایت اور بصیرت لائے ہین،

وان رسول اللہ یدعو الی التقی | وان رسول اللہ لیس بشاعر

اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تقوی کیطرف بلاتے ہین، اور رسول اللہ شاعر نہین ہین،

علی ذلک احیی ثم ابعث موقناً | واثوی علیه میتاً فی المقابر

مین اسی پر زندہ رہونگا اور اسی پر مین قبر مین موت کی حالت مین سوؤنگا اور پھر اسی پر قیامت کے دن اٹھونگا،

اسلام کے بعد پھر مکہ واپس چلے گئے، غزوۂ خندق یا فتح مکہ کے زمانہ مین حضرت عباسؓ کے ساتھ مدینہ کے قصد سے روانہ ہوئے، ابواء پہنچکر ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب نے لوٹنے کا ارادہ کیا، نوفلؓ نے کہا اس شرک کدہ مین کہان جاتے ہو، جہان کے آدمی رسول اللہ سے لڑتے اور ان کی تکذیب کرتے ہین، اب خدا نے رسول اللہ کو عزت دی ہے، اور ان کے ساتھی بھی زیادہ ہو گئے ہین، ہمارے ساتھ چلے چلو، چنانچہ یہ قافلہ ہجرت کرکے مدینہ پہنچا،[2]

---

[1] سعد جزء ۴ ق ا ص ۳۰ [2] ایضاً

نوفل اور عباسؓ سے قدیم تعلقات تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں مواخات کرادی، اور قیام کے لیے دو مکان مرحمت فرمائے، ایک مکان رحبۃ القضا میں مسجد نبویؐ کے متصل تھا اور دوسرا بازار میں ثنیۃ الوداع کے راستہ پر،[1]

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے فتح مکہ میں شریک ہوئے، پھر طائف وحنین وغیرہ میں داد شجاعت دی، خصوصاً حنین میں نہایت شجاعت و پامردی سے مقابلہ کیا اور اس وقت بھی جب مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور وہ بے ترتیب ہوگئے، ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی،[2] اس غزوہ میں انھوں نے مسلمانوں کی بڑی گران قدر مدد کی تھی، ۳ ہزار نیزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے، آپ نے مدحیہ فرمایا "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے نیزے مشرکوں کی پیٹھ توڑ رہے ہیں"

وفات حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کے ایک سال ۳ ماہ بعد مدینہ میں وفات پائی حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا،[3]

اولاد وفات کے بعد متعدد اولادیں چھوڑیں، عبداللہ، عبدالرحمن، ربیعہ، سعید، مغیرہ، نوفل کی اولاد مدینہ، بصرہ اور بغداد میں بکثرت پھیلی، عبداللہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مدینہ کے قاضی اور سعید فقیہ تھے،[4]

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً ان کی خبرگیری فرمایا کرتے تھے، ان کو شادی کی ضرورت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے شادی کرادی، ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور ابوایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس کے بدلے تیس صاع جو لیکر عطا کی،[5]

---

[1] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۶ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۶ [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۳۱
[4] ابن ج ۴ ق اول ص ۳۱ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۶

حضرت فضل بن عباسؓ

نام ونسب: فضل نام، ابو محمد کنیت، "ہمرکاب رسولؐ" لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، فضل ابن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، ماں کا نام لبابہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے،

اسلام: بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے[1]، اس زمانہ میں ان کا پورا گھر اسلام سے منور ہوچکا تھا لیکن مشرکین کے خوف سے اعلان نہیں کیا تھا[2]،

ہجرت: فتح مکہ کے کچھ دنوں پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ کے ساتھ ہجرت کی،

غزوات: ہجرت کے بعد غزوۂ فتح ہوا، یہ سب سے پہلے اسی غزوہ میں فضل شریک ہوئے، اس کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا، اس میں غیر معمولی جان فروشی دکھائی، اور مسلمانوں کی ابتدائی شکست میں جب فوج کا بڑا حصہ منتشر ہوگیا، ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور بدستور پیکر اقدسؐ کے ساتھ جمے رہے[3]،

پھر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شان سے نکلے کہ آپ کی سواری پر سوار تھے، اسی دن سے "ردف رسول" یعنی "ہمرکاب رسول" لقب ہوگیا، اسی درمیان میں قبیلہ خثعم کی ایک نوجوان اور خوبصورت عورت حج کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے آئی، حج میں منہ چھپانا عورتوں کے لیے درست نہیں، اس لیے اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، فضل بھی نہایت خوش رو تھے، وہ ان کی طرف گھورنے لگی، اور یہ بھی اس کو دیکھنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیتے تھے، مگر یہ پھر اس کی طرف

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۰، [2] مسند احمد بن حنبل بروایت ابورافع [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۰،

رخ کردیتے، آخر میں آپ نے فرمایا، برادر عزیز! آج کے دن جو شخص آنکھ، کان اور زبان پر قابو رکھے گا، اس کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے[1]، رمی جمار کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر چادر آڑ کیے ہوئے سایہ کیے کھڑے تھے،[2]

آخری سعادت فضلؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری خدمت کی سعادت بھی حاصل کی، آپ نے مرض الموت میں جو آخری خطبہ دیا تھا، اس کے لیے جن دو سعادت مندوں کے سہارے زنانخانہ سے باہر تشریف لائے تھے، ان میں سے ایک حضرت فضلؓ تھے اور ان ہی کے ذریعہ سے مسلمانوں میں خطبہ دینے کا اعلان کرایا تھا،[3] سب سے آخری سعادت جسد اطہر کے غسل کی حاصل ہوئی چنانچہ جن لوگوں نے آپ کو غسل دیا تھا ان میں ایک فضل بھی تھے، وہ پانی ڈالتے تھے، اور حضرت علیؓ نہلاتے تھے،[4]

وفات آپ کی وفات کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں، بعض کہتے ہیں کہ شام میں طاعون عمواس میں وفات پائی، بعض کا خیال ہے کہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے، دوسری روایت زیادہ مستند ہے، امام بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے،[5]

حلیہ نہایت حسین وجمیل تھے،[6]

اہل وعیال اولاد میں صرف ام کلثوم تھیں، جن کے ساتھ بعد میں حضرت حسنؓ نے شادی کی، اور ان کے طلاق کے بعد ابو موسیٰ اشعریؓ کے عقد میں آئیں،[7]

فضل وکمال فضل بن عباسؓ سے ۲۴ حدیثیں مروی ہیں، ان میں ۳ متفق علیہ ہیں،[8]

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۱ تھوڑے تغیر کے ساتھ یہ واقعہ بخاری کتاب العمرہ باب حج المراۃ میں بھی مذکور ہے
[2] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹ [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۲ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۰ [5] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۲
[6] ایضاً [7] استیعاب جلد ۲ ص ۵۳۵ [8] تہذیب الکمال ص ۳۰۹

اکابر صحابہ میں ابن عباسؓ، اور ابوہریرہؓ، اور عام لوگوں میں کریب، قثم بن عباس، عباس بن عبید اللہ ربیعہ بن حارث، عمیر، ابوسعید، سلیمان بن یسار، شعبی، عطا بن ابی رباح وغیرہ نے روایتیں کی ہیں۔[1]

حضرت طلیب بن عمیرؓ

نام ونسب طلیب نام، ابو عدی کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، طلیب بن عمیر بن وہب بن عبد بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی عبدری، آپ کی ماں اروی عبدالمطلب کی لڑکی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔[2]

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے بعد دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے، قبول اسلام کے بعد گھر آئے، اور ماں سے کہا "میں خلوص دل سے اسلام لاکر محمد کا پیرو ہوگیا ہوں"، ان نیک خاتون نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی غیروں سے زیادہ تمہاری مدد کے مستحق ہیں، اگر مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو ان کو کفار کی دراز دستیوں سے بچاتی، ماں کے اس شریفانہ جذبات کو سن کر کہا کہ پھر آپ کو اسلام لانے سے کیا چیز روکتی ہے، آپ کے بھائی حمزہ بھی اسلام لاچکے، بولیں مجھکو اپنی بہنوں کا انتظار ہے کر دہ کیا کرتی ہیں، ان کے بعد میں بھی ان ہی کی پیروی کروں گی طلیب نے اصرار کیا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، آپ محمد کے پاس چلیے اور ان کی رسالت اور خدا کی توحید کا اقرار کیجیے۔

ماں کا اسلام ان خاتون کا دل شروع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب مائل تھا،

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۰۰ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۷۵

اس لیے اس اصرار پر انکار کی ہمت نہ ہوئی، اور اسی وقت کلمۂ توحید زبان پر جاری ہو گیا

اروی عورت تھیں مگر اسلام کے بعد مردانہ ہمت و استقلال کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امکانی مدد کرتی رہیں، نسائیت کی وجہ سے عملی امداد سے تو مجبور تھیں، مگر زبان سے جو کچھ بن پڑتا تھا کہتی تھیں، اور اپنے فرزند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و اعانت پر آمادہ کرتی تھیں،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد

ابتدائے اسلام میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کی بدلیاں گرج گرج کر برستی تھیں، طلیبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتے تھے، مشرکین نے حضور انورؐ کی ایذارسانی کو اپنا مستقل شیوہ بنا لیا تھا۔ ایک مرتبہ عوف بن صبرہ سہمی آپ کی شان میں نارو الفاظ استعمال کر رہا تھا، طلیبؓ نے اس کو اونٹ کی ہڈی سے مار کر زخمی کر دیا تھا، لوگوں نے ان کی ماں سے شکایت کی، ان نیک خاتون نے جواب دیا،[2]

ان طلیبا نصر ابن خاله　　　واساه فی دمه وماله

طلیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی　　　اور اسکے خون اور اسکے مال کی غمخواری کی

ایک مرتبہ ابواہاب بن عزیز دارمی کو قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے پر آمادہ کیا، مگر قبل اس کے کہ وہ یہ ناپاک ارادہ پورا کرتا حضرت طلیبؓ سے ملاقات ہوگئی، آپ نے اس کے ارادۂ فاسدہ کو اسی کے ساتھ پورا کر دکھایا،

مشرکین کا سرغنہ ابولہب جو مسلمانوں کی ایذارسانی میں سب سے آگے رہتا تھا، ان کا حقیقی ماموں تھا، جب اس نے مسلمانوں کو قید کیا تو طلیبؓ نے اس کو مارنے میں بھی دریغ نہ کیا، اس جرأت پر مشرکین نے ان کو باندھ دیا، لیکن ابولہب کے بھانجے تھے

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۳۹ [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۶۵

اس لیے اس نے خود چھوڑ دیا اور اپنی بہن سے شکایت کی، انھون نے جواب دیا کہ طلیب کی زندگی کا بہترین دن وہی ہے جس مین وہ محمد کی مدد کرین،[۱]

ہجرت و مواخات کفار مکہ کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، اس لیے ہجرت ثانیہ مین حبشہ چلے گئے، وہان سے مدینہ آئے، اور عبد اللہ بن سلمہ عجلانی کے مہمان ہوئے،[۲]

بدر جس شخص نے ظلم و ستم کی گھٹاؤن مین رسول اللہ کی علانیہ مدد کی وہ آزادی ملنے کے بعد کب خاموش رہ سکتا تھا، اس لیے مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے معرکۂ بدر عظمی مین شریک ہوکر حق شجاعت ادا کیا،[۳]

وفات بدر کے بعد سے وفات تک کے حالات پردہ مین ہین، لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی بھر جہاد مین شریک ہوتے رہے، چنانچہ اسی سلسلہ مین اجنادین کی جنگ مین جمادی الاولی ۱۳ھ مین شہادت پائی، وفات کے وقت کل ۳۵ سال کی عمر تھی، اولاد کوئی نہ تھی،[۴]

حضرت ثوبانؓ

نام و نسب ثوبان نام، ابو عبد اللہ کنیت، خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا، غلام تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا، اور فرمایا دل چاہے اپنے خاندان والون کے پاس چلے جاؤ، اور دل چاہے میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہو گے تو اہل بیت مین شمار ہوگا، انھون نے خدمت نبویؐ کی حاضری کو اہل خاندان پر ترجیح دی اور زندگی بھر خلوت و جلوت مین آپ کے ساتھ رہے،[۵]

---

[۱] اصابہ جلد ۳ ص ۲۹۵ [۲] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۸۷ [۳] استیعاب جلد ۱ ص ۲۱۶ [۴] ابن سعد جلد ۳ ص ۷ ق اول

[۵] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۴۹ و مستدرک حاکم جلد ۵ ص ۱۸۱

آپ کی وفات کے کچھ دنوں بعد تک مدینہ ہی میں رہے، لیکن آقا کے سانحۂ رحلت نے گلشنِ مدینہ کو خارزار بنا دیا، اس لیے یہاں کا قیام چھوڑ کر رملہ (شام) میں اقامت اختیار کرلی، اور مصر کی فتوحات میں شریک ہوتے رہے، پھر رملہ سے منتقل ہوکر حمص میں گھر بنالیا اور یہیں ۵۴ھ میں وفات پائی،[1]

فضل وکمال ثوبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، اور ان کو خلوت وجلوت ہر وقت ساتھ رہنے کا موقع ملتا تھا، اس لیے قدرۃً وہ علوم نبویؐ سے زیادہ بہرور ہوئے، چنانچہ ان سے ۱۲۸ حدیثیں مروی ہیں، وہ حفظ حدیث کے ساتھ اس کی اشاعت کا فرض بھی ادا کرتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ ثوبانؓ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حدیثیں حفظ کیں اور اسی کے ساتھ ان کی اشاعت بھی کی،[2]

آپ کے حفظ حدیث کی بنا پر لوگ آپ سے حدیثیں سنتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے حدیث سننے کی خواہش کی، آپ نے فرمایا، جو مسلمان خدا کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، خدا اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی خطاؤں سے درگذر کرتا ہے،[3]

محدثین دوسروں سے سنی ہوئی حدیثوں کی تصدیق ان سے چاہتے تھے، معدان بن طلحہؓ نے جو بلند پایہ محدث تھے، حضرت ابو درداءؓ سے ایک حدیث سنی، تو ثوبان سے اسکی تصدیق کی،[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو جماعت صاحب علم و افتاء تھی، اس کے ایک رکن یہ بھی تھے،[5]

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا، معدان بن طلحہؓ، راشد بن سعدؓ، جبیر بن نفیرؓ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۸۱ وفات کا ذکر مستدرک میں ہے، [2] ایضاً [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۶ [4] ابوداؤد ج اول ص ۳۳۰، [5] اعلام الموقعین ج ا ص ۱۵

عبدالرحمٰن بن غنم، ابوادریس خولانی، آپ کے خوشہ چینوں میں تھے[1]

اخلاق و عادات

ان کو احترام نبوی میں اتنا غلو تھا کہ غیر مسلموں سے بھی کوئی لفظ ایسا نہیں سن سکتے تھے جس سے ذرا بھی نبوت کے احترام کو صدمہ پہنچتا ہو، ایک مرتبہ ایک یہودی عالم نے آکر السلام علیک یا محمد! کہا ثوبانؓ بگڑ گئے، اور اس زور سے اس کو دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا، اس نے سنبھلکر اس برہمی کا سبب پوچھا، بولے تو نے یارسول اللہ! کیوں نہ کہا، وہ بولا، اس میں کیا گناہ تھا کہ میں نے ان کا خاندانی نام لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میرا خاندانی نام محمد ہے[2]،

نبوت کا احترام تو بڑی چیز ہے، ثوبانؓ آپ کے ساتھ اپنی غلامی کی نسبت کا بھی احترام کرتے تھے، اگر کوئی شخص اس میں ذرا کمی کرتا تو متنبہ کرتے تھے، حمص کے قیام کے زمانہ میں بیمار ہوئے یہاں کا والی عبداللہ بن قرط ازدی عیادت کرنے نہیں آیا، آپ نے اس کو ایک رقعہ لکھوایا، کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ کا غلام تمہارے یہاں ہوتا، تو تم اس کی عیادت کرتے، والی کو یہ رقعہ ملا تو اس بدحواسی کے ساتھ گھر سے نکلا کہ لوگ سمجھے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے، اسی حالت میں آپ کے گھر پہنچا، اور دیر تک بیٹھا رہا،[3]

پاس فرمان رسول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا اس قدر لحاظ کرتے تھے کہ جو حکم آپ نے دیدیا وہ ہمیشہ جان کے ساتھ رہا، اور ہر اس کام سے احتراز کرتے رہے، جس میں آپ کی عدول حکمی کا کوئی خفیف سا بھی پہلو نکلتا ہو، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس حکم کے بعد عمر بھر کبھی کسی کے سامنے دست سوال

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۱ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۸۱ [3] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۸۰

[4] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۸۰

نہ دراز کیا، حتی کہ اگر سواری کی حالت مین کوڑا ہاتھ سے چھوٹ جاتا تو خود اتر کے اٹھاتے مگر کسی کو اٹھانے کو نہ کہتے [1]

حضرت عمروؓ بن عبسہ

نام ونسب عمرو نام، ابو نجیح کینت سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن عبسہ بن عامر بن خالد بن غاضرہ ابن عتاب بن امرؤ القیس، ماں کا نام رملہ بنت وقیعہ تھا، یہ خاتون قبیلہ بنی حرام سے تھین، عمرو مشہور صحابی حضرت ابو ذر غفاریؓ کے ماں جائی بھائی تھے [2]

اسلام عمرو ابتدا ہی سے سلیم الفطرت تھے، چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین جبکہ سارا عرب بت پرستی مین مبتلا تھا، ان کو اس سے نفرت تھی، اور بت پرستون کو گمراہ سمجھتے تھے، بعثت نبوی کی خبر پاکر مکہ آئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی معاندانہ روش کے باعث علی الاعلان دعوت اسلام نہین کرتے تھے، اس لیے عمرو بن عبسہؓ نے خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر سوال کیا، آپ کون ہین؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی ہون، پوچھا نبی کیا چیز ہے؟ فرمایا مجھکو خدا نے بھیجا ہے، پوچھا کن تعلیمات کے ساتھ؟ فرمایا صلہ رحمی، بت شکنی اور توحید کے ساتھ، پوچھا کسی اور نے بھی اس دعوت کو قبول کیا؟ فرمایا ہاں ایک غلام اور ایک آزاد نے اس وقت صدیق اکبرؓ اور سرخیل عشاق بلالؓ آپ کے ساتھ تھے، اس سوال وجواب کے بعد عرض کی، مجھکو بھی خدا پرستون کے زمرہ مین داخل کیجئے، مین آپ کے ساتھ ہی رہونگا، فرمایا ایسی حالت مین جب کہ ہر چہار جانب سے میری مخالفت کے طوفان اٹھ رہے ہین، میرے

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص۱۰۵ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۶۱۶

ساتھ کیسے رہ سکتے ہو، اس وقت تم وطن واپس جاؤ، میرے ظہور کے بعد پھر چلے آنا،

وطن کی واپسی غرض مشرف باسلام ہونے کے بعد حسب ارشاد نبوی وطن لوٹ گئے اور آنے جانے والون سے برابر حالات کا پتہ چلاتے رہے، اتفاق سے یثرب کے کچھ اشخاص آپ کے یہان آگئے، ان سے پوچھا کہ جو شخص مدینہ آیا ہے، اس کا کیا حال ہے، انھون نے کہا کہ لوگ جوق در جوق اس کی طرف ٹوٹ رہے ہین، اس کی قوم نے تو اس کو قتل کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا، مگر قتل نہ کر سکی، اب وہ مدینہ آگیا ہے،

ہجرت اس خبر کے بعد مدینہ روانہ ہو گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنا تعارف کرایا، آپ نے فرمایا، مین نے تم کو پہچان لیا، تم مکہ مین مجھ سے ملے تھے، پھر کچھ صوم وصلوٰۃ کے مسائل وغیرہ دریافت کر کے وہین مقیم ہو گئے[1]

غزوات بدر، احد، حدیبیہ اور خیبر وغیرہ کے معرکے وطن کے زمانۂ قیام مین ختم ہو چکے تھے، سب سے پہلا غزوہ جس مین ابورہم شریک ہوئے فتح مکہ ہے[2]، طائف مین بھی شرکت کا ایک روایت سے پتہ چلتا ہے، ان کا بیان ہے کہ طائف کے محاصرہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا کے راستہ مین ایک تیر چلائے گا، اس کے لیے جنت مین ایک دروازہ کھل جائے گا، یہ بشارت سنکر مین نے ۱۶ تیر چلائے[3]، طائف کے علاوہ اور کسی غزوہ کی شرکت کی تصریح نہین ملتی، لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی بعض غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا،

وفات زمانۂ وفات صحت کے ساتھ نہین بتایا جا سکتا، ارباب سیر قیاساً آخر عہد عثمانی بتاتے ہین، چنانچہ صاحب اصابہ نے محض اس قیاس پر کہ یہ عہد عثمانی کے فتنون اور

---

[1] مسلم جلد ۱ ص ۷، ۳ و ۳۰۴ و مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۱۲ [2] [3] اصابہ جلد ۵ ص ۵

معاویہ کے زمانہ مین کہین نظر نہین آتے، ان کا زمانۂ وفات آخر عہد عثمانی لکھا ہے،[1] لیکن مسند احمد بن حنبل مین سلیم بن عامر سے ایک روایت ہے کہ امیر معاویہ اور رومیون کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے امیر معاویہؓ ایک مدت معینہ تک ان پر حملہ نہین کر سکتے تھے، چنانچہ یہ اس حساب سے حملہ کی تیاریان کرکے چلے کہ رومیون کی سرحد تک پہنچتے پہنچتے میعاد ختم ہو جانے کے ساتھ ہی فوراً حملہ کر دیا جائے، اس وقت حضرت عمرو بن عبسہؓ پکارتے پھرتے تھے کہ وعدہ وفا کرو، دھوکا نہ دو،[2]

اس روایت سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ تھے، لیکن اگر صاحب اصابہ کا قیاس صحیح مانا جائے تو یہ واقعہ اس عہد کا ہوگا جب معاویہ عہد عثمانی مین شام کے گورنر تھے، کیونکہ اس زمانہ مین بھی ان کے اور رومیون کے درمیان نبرد آزمائیان ہوتی رہتی تھین،

فضل وکمال عمرو بن عبسہؓ کو گو صحبت نبویؐ سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان مین خوشہ چینی سے غافل نہ رہے، چنانچہ مدینہ آنے اور اپنا تعارف کرانے کے بعد سب سے پہلا سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کیا کہ علمنی ما علمک اللہ، آپ کو جو خدا نے سکھایا ہے وہ تھوڑا مجھے بھی سکھایئے، اسی لیے اس قلیل مدت کے باوجود آپ کی ۴۸ روایتین کتب حدیث مین موجود ہین،[3] اور آپ کے رواۃ کے نام حسب ذیل ہین، عبداللہ بن مسعود، سہیل بن سعد، ابوامامہ باہلی، معدان بن ابی طلحہ، ابوعبداللہ صنابحی، شرحبیل بن سمط وغیرہ،[4]

---

[1] اصابہ جلد ۵ ص ۲ [2] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۱۳، یہ روایت ترمذی مین بھی ہے،
[3] تہذیب الکمال ص ۲۹۱ [4] تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۶۹

حضرت ولید بن ولیدؓ

نام ونسب ولید نام ، سلسلۂ نسب یہ ہے ، ولید بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشی ، مشہور صحابی خالد بن ولیدؓ اور آپ ایک ہی ماں کے بطن سے تھے ،[1]

بدر کی شرکت اور گرفتاری بدر میں مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ لڑنے نکلے اور شکست کھاکر عبد اللہ بن جحش کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ، دونوں بھائی خالد بن ولیدؓ اور ہشام بن ولید چھڑانے کے لیے آئے ، حضرت عبد اللہؓ بن جحش نے چار ہزار زر فدیہ طلب کیا ، خالدؓ کو اتنی بڑی رقم دینے میں تردد ہوا ، ہشام نے کہا تم کو کیا لاگ ہو گی تم تو ان کے بھائی ہو نہیں ، اگر عبد اللہ اس سے بھی زیادہ مانگیں تو بھی چھڑانا ہے ، دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہائی کے معاوضہ میں نقد کے بجائے انکے والد کی زرہ ، تلوار اور خود طلب کی ، مجبوراً یہ قیمت بھی ادا کی ، اور گلو خلاصی کے بعد بھائیوں کے ساتھ گھر روانہ ہو گئے ، ذوالحلیفہ پہنچکر بھاگ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے ، دوبارہ جب بھائی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا جب تم کو اسلام ہی لانا تھا تو پھر فدیہ کے قبل کیوں نہ مسلمان ہو گئے ، خواہ مخواہ والد کی نشانیاں بھی ضائع ہوئیں اور کوئی نتیجہ نہ نکلا ، کہا اس وقت اس لیے اسلام نہیں لایا کہ میں بھی اپنے قبیلہ کے لوگوں کی طرح فدیہ دیکر آزاد ہونا چاہتا تھا تاکہ قریش کو یہ طعنہ دینے کا موقع نہ ملے کہ ولید فدیہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا ،

قید محن اسلام لانے کے بعد مکہ لوٹ گئے ، راستہ میں بھائیوں نے تو کوئی تعرض نہ کیا ،

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۶۱۹

مگر مکہ پہنچکر دوسرے بلاکشان اسلام کی طرح ان کو بھی قید کر دیا، اور عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ طوق وسلاسل کی نگرانی مین دن کاٹنے لگے، بدر کے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیاش اور سلمہ کے لیے دعا فرماتے تھے، بدر کے بعد جب ولید قید ہوئے تو ان کے لیے بھی دعا فرمانے لگے،

قید سے فرار عرصہ تک قید محن کی مصیبتین جھیلتے رہے، ایک دن موقع پاکر نکل بھاگے اور سیدھے مدینہ پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیاش اور سلمہ کا حال پوچھا، عرض کیا ان پر بہت سختیان ہو رہی ہین، ایک بیڑی مین دونون کے پیر ڈال دیے گئے ہین، فرمایا تم واپس جاؤ، وہان کا لوہار اسلام قبول کر چکا ہے، اس کے یہان ٹھہرو، اور قریش کی آنکھ بچا کر خفیہ عیاش اور سلمہ کے پاس پہنچو اور ان سے کہو کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہون میرے ساتھ نکل چلو،

ایک کارنامہ اس فرمان کے مطابق یہ مکہ پہنچے، اور عیاش وسلمہ سے مل کر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام سنا دیا، یہ دونون نکل کر ساتھ ہوگئے، قریش کو خبر ہوئی تو خالد بن ولید نے کچھ لوگون کو لیکر تعاقب کیا، مگر ناکام رہے، اور یہ مختصر قافلہ بخیر وخوبی مدینہ پہنچ گیا[1]،

عمرۃ القضا اور خالد کا اسلام عمرۃ القضا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، خالد اس وقت تک اسلام نہین لائے تھے، اس لیے کہین روپوش ہوگئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا سامنا نہ ہو، آپ نے ولیدؓ سے فرمایا اگر خالد میرے پاس آتے تو مین ان کا اعزاز واکرام کرتا، مجھکو سخت تعجب ہے کہ ان کے ایسے زیرک و

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۹۷ و ۹۸ و استیعاب ترجمہ ولید بن ولید

دانا شخص کے دل مین ابھی تک اسلام کا اثر نہین ہوا، چنانچہ ولید نے خالدؓ کو خط لکھا، اس خط سے انکا دل اسلام کیطرف مائل ہوگیا اور یہ میلان آیندہ چل کر اسلام کی شکل مین ظاہر ہوا،[1]

وفات وفات کے متعلق دو روایتین ہین، ایک یہ کہ جب سلمہ اور ہشام کو چھڑا کر واپس ہو رہے تھے تو مدینہ سے کچھ فاصلہ پر اس قسم کے صدمات پہنچے کہ مدینہ آتے آتے انتقال کر گئے، لیکن ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ عمرۃ القضا مین موجود تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین والصحیح انہ شہد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء[2] اور عمرۃ القضا ۷ھ کے آخر مین ہوا، اور اس روایت کی رو سے ان کا انتقال عمرۃ القضا سے دو سال پہلے ۵ھ مین ماننا پڑے گا، کیونکہ ۳ھ کے آخر مین ایمان لائے اور اسلام کے بعد ہی بھائیون نے قید کر دیا، جس کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہوگی، رہائی کے بعد فوراً حضرت سلمہؓ اور ہشامؓ کو چھڑانے گئے، یہ کل مدت ۵ھ سے آگے نہین بڑھتی، دو سال حالت کفر کے، ڈیڑھ سال قید کے اور زیادہ سے زیادہ دو چار مہینے سلمہؓ اور ہشامؓ کے چھڑانے وغیرہ مین صرف ہوئے ہون گے، ان سب کی مجموعی مدت ۵ھ سے آگے نہین بڑھتی، اسلیے یہ روایت قطعاً غلط ہے، البتہ عمرۃ القضا کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نہین رہے، اور یہ مسلم ہے کہ ۸ھ کے اندر ہی آپ کا انتقال ہو گیا تھا،[3]

ماں کی بیقراری آپ کے انتقال کے وقت آپ کی ماں زندہ تھین، ان کے دل پر قیامت گذر گئی، یہ دل دوز صدمہ ان کے لیے ناقابل برداشت تھا، اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ماتم کرنے کی مخصوص اجازت دیدی تھی،[4] اور وہ نہایت دل دوز لہجہ مین یہ مرثیہ پڑھتی تھین جس کا ایک شعر یہ ہے،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۹۳ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۶۲۰ [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۹۸ [4] ایضاً

یا عین فابکی للولید بن الولید بن المغیرہ — کان الولید بن الولید ابو الولید فتی العشیرہ

اے آنکھو! اس ولید کی یاد پر اشکبار ہو، جو شجاعت اور بہادری میں اپنے باپ کے مثل خاندان کا ہیرو تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا یہ نہ کہو بلکہ قرآن کی یہ آیت تلاوت کرو،

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ — اور موت کی بیہوشی ضرور آکر رہیگی (اسوقت

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ (ق-۲) — کہا جائیگا کہ) یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا،

حضرت سلمہؓ بن ہشام

نام و نسب سلمہ نام ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے، سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر المخزوم القرشی، ماں کا نام ضباعہ تھا، سلمہؓ مشہور دشمنِ اسلام ابو جہل کے بھائی تھے[1]،

اسلام ہجرت اور شدائد دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کرکے حبشہ گئے، لیکن کچھ دنوں کے بعد اہل مکہ کے اسلام کی غلط خبر سنکر دوسرے مہاجرین کے ساتھ واپس آگئے، اس خبر کی تردید کے بعد اور لوگ تو واپس چلے گئے لیکن ان کو ابو جہل نے نہ جانے دیا، اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانا شروع کیں، کھانا پینا بالکل بند کردیا، مارپیٹ بھی کرتا تھا، لیکن یہ وہ نشہ نہ تھا جس کو سختی کی تلخی اتار دیتی، اس لیے اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں، ابھی اسلام بھی اتنا قوی نہیں ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مدد فرماتے، لیکن نماز کے بعد سلمہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے دعا فرماتے تھے کہ خدایا ولید بن ولید سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو مشرکین مکہ کی سختیوں سے نجات دلا[2]،

رہائی اور ہجرت مدینہ ولیدؓ کے حالات میں ان کے ذریعہ سلمہؓ کی رہائی اور ان کے مدینہ آنے

---

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۳۱ [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۹۶۱

کا واقعہ گذر چکا ہے[1]،

مغازی | بدر کا معرکہ ان کی قید کے زمانہ مین ختم ہو چکا تھا، رہائی کے بعد اور تمام لڑائیون مین برابر شریک ہوتے رہے، غزوۂ موتہ مین جن صحابۂ کرام کے پیر اکھڑ گئے تھے، ان مین ایک سلمہؓ بھی تھے، اس ندامت مین انھون نے باہر نکلنا چھوڑ دیا، جب باہر نکلتے تو لوگ "فرار" بھگوڑا کہکر طعنہ زنی کرتے تھے[2] لیکن رحمۃ للعالمین "کرار" حملہ آور کہکر حوصلہ افزائی فرماتے تھے[3]،

وفات | عہد صدیقی مین شام کی فوج کشی مین شریک ہوئے، اسی سلسلہ مین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین سنہ ۱۴ھ مین مرج روم کے معرکہ مین شہید ہوگئے[4]،

حضرت عبد اللہ بن سہیلؓ

نام ونسب | عبد اللہ نام، ابو سہیل کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن سہیل بن عمرو ابن عبد شمس بن عبد ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی، ماں کا نام فاختہ تھا، نانہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، فاختہ بنت عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی[1]،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، ہجرتِ ثانیہ مین مہاجرین کے قافلہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے[2]،

مکہ کی واپسی | حبشہ سے مکہ واپس آئے، ان کے باپ تبدیل مذہب پر بہت غضبناک تھے، اس لیے قابو پانے کے بعد قید کر کے انذاد پر مجبور کرنا شروع کر دیا[3]، انھون نے

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۵۲ [2] ابن سعد ص ۹۶ [3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۴۰ [4] اصابہ جلد ۳ ص ۱۲۰

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۵۲ [2] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۹۵ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۸۰ [4] ایضاً

مصلحتِ وقت کے خیال سے بظاہر ان کا کہنا مان لیا، لیکن دل مین بدستور اسلام کی محبت قائم رہی۔

غزوات ہجرت عظمیٰ کے بعد مشرکین مکہ بڑے اہتمام سے مسلمانون کا استیصال کرنے نکلے، عبد اللہؓ بھی اپنے والد کے ساتھ مشرکین کے گروہ مین تھے، والد مطمئن تھے کہ اطاعت شعار بیٹا کہنے مین آگیا، یہ نہ معلوم تھا کہ مذہب کی چنگاریان اندر اندر سلگ رہی ہین جو موقع پاتے ہی بھڑک اٹھین گی، چنانچہ جب جنگ کی تیاری شروع ہوئی تو عبد اللہؓ موقع پاکر نکل گئے، اور اسلامی فوج مین آکر شامل ہو گئے، اس وقت والد پر حقیقت حال واضح ہوئی، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اس لیے خاموش رہے، اور عبد اللہ باطمینان مشرکین کے مقابلہ مین نبرد آزما ہوئے۔[1]

اس کے بعد احد، خندق اور صلح حدیبیہ وغیرہ مین برابر شریک رہے، فتح مکہ مین جب کفار کی قوتین ٹوٹ چکین اور ہمتین پست ہو گئین، اور ان کے لیے سوائے دامنِ رحمت کے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، عبد اللہ کے والد کا نام بھی مجرمون کی فہرست مین تھا، اب ان کے لیے بجز روپوشی کے کوئی چارہ نہ تھا، اس لیے گھر مین گھسکر اندر سے کواڑے بند کر لیے اور عبد اللہ سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میری جان بخشی کرا دو، ورنہ مین قتل کر دیا جاؤن گا، سعادت مند لڑکا خدمت نبوی مین حاضر ہو کر عرض گذار ہوا، یا رسول اللہ میرے والد کو امان دیدیجئے، رحمتِ عالم صلعم نے فرمایا وہ خدا کی امان مین مامون ہین، اطمینان سے گھومین پھرین اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم مین جو شخص ان سے ملے تو سختی سے نہ پیش آئے، خدا کی قسم! وہ صاحبِ عقل و شرف ہین، ان کے جیسا زیرک

[1] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۹۵

آدمی اسلام سے ناواقف نہین رہ سکتا،[۱]

جنگ یمامہ اور شہادت | خلافت صدیقی سنہ ۱۲ھ مین جنگ یمامہ مین شریک ہوئے، اور جواث کے معرکہ مین شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر کل ۳۸ سال کی تھی، اور ان کے والد سہیل زندہ تھے، حضرت ابوبکرؓ نے عبد اللہ کی شہادت پر تعزیت فرمائی، اس پر انھون نے کہا "مین نے سنا ہے کہ شہید اپنے گھرانے کے ستر آدمیون کی سفارش کرسکتا ہے، مجھکو امید ہے کہ میرا شہید بختِ جگر پہلے میری سفارش کریگا"[۲]

حضرت معیقیب رضؓ بن ابی فاطمہؓ دوسی

نام ونسب | معیقیب نام، نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا، اور بنی عبد شمس کے حلیف تھے،[۲]

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین ہجرت کرکے حبشہ گئے، وہان سے خیبر کے زمانہ مین مدینہ آئے،[۳]

غزوات | مدینہ آنے کے بعد تمام لڑائیون مین شریک ہوتے رہے، بعض روایتون سے بدر اور بیعت رضوان کی شرکت کا شرف بھی ثابت ہوتا ہے، اس اعتبار سے وہ خیبر سے بھی پہلے مدینہ آچکے تھے، لیکن صحیح روایت یہی ہے کہ خیبر کے بعد مدینہ آئے اور بدر وخیبر مین شریک نہ تھے، ابن سعد نے بھی ان کو صحابۂ کرام کے اسی زمرہ مین لکھا ہے، جو قدیم الاسلام تو تھے، لیکن بدر مین شریک نہین ہوئے تھے،[۴]

عہد شیخین | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین خاتمِ رسالت ان ہی کے پاس رہتی تھی،

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۰۱ [۲] ابن سعد جزء ۳ ق اص ۲۹۶ [۳] ایضاً جزء ۴ ق اص ۸۶ [۴] استیعاب ج ا ص ۲۹۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خاتم برداری کی حیثیت سے انکا خاص لحاظ کرتے تھے، چنانچہ دونوں بزرگوں کے عہد میں مالیات کا صیغہ ان کے متعلق رہا، اور بیت المال میں خازن کے عہدہ پر ممتاز تھے[1]

حضرت عمرؓ کو ان سے بہت محبت تھی، ان کو جذام کی شکایت ہوگئی تھی حضرت عمرؓ نے علاج میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، جہاں جہاں مشہور اطبا کا پتہ چلتا تھا، بلاکر علاج کراتے تھے، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا، آخر میں دو یمنی طبیبوں سے علاج کرایا جس سے مرض تو زائل نہیں ہوا، البتہ آیندہ بڑھنے کا خطرہ باقی نہ رہا، عموماً لوگ جذامی آدمی کیساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ ان کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے اور فرماتے کہ یہ طرز عمل تمھارے ساتھ مخصوص ہے[2]

عہد عثمانی اور وفات | حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا بھی وہی طرز عمل رہا، اور غالباً خاتم برادری کا قدیم منصب بھی ان ہی کے سپرد تھا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی ان ہی کے ہاتھ سے بیر معونہ میں گری تھی[3] اسی عہد کے آخر میں وفات پائی[4]

اولاد | آپ کی اولاد میں صرف محمد بن معیقیبؓ کا پتہ چلتا ہے، انھوں نے آپ سے روایت بھی کی ہے[5]

علمی حالت | علمی حیثیت سے کوئی ممتاز شخصیت نہ تھی، تاہم نوشت و خواند میں پوری مہارت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب اپنی املاک وقف کی تو اس وقف نامہ کی کتابت ان ہی نے کی تھی[6] احادیث نبوی کے خوشہ چین بھی تھے، چنانچہ انکی

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۲۹۰ [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۸۷ [3] مسلم ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ مصر [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۳ [5] تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۵۴ [6] ابوداؤد جلد ۲ ص ۹

متعدد مرویات احادیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین دو متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین[1]،

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ

نام و نسب عبد اللہ نام، ابو حذیفہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی[2]،

اسلام و ہجرت عبد اللہ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، پھر مہاجرین کے دوسرے قافلہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گئے[3]،

سفارت سنہ۶ھ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب و جوار کے سلاطین کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تو شہنشاہ ایران کے پاس دعوت نامہ لیجانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی کہ اس کو ایرانی گورنر متعینہ بحرین تک پہنچا دین، اور وہ اس کو دربار ایران بھیجدے، انھون نے اس کو امیر البحرین کے پاس بحفاظت پہنچا دیا[4]،

مغازی بدر کے علاوہ تمام غزوات مین شریک ہوئے، حضرت ابو سعید خدریؓ بدری بتاتے ہین، لیکن موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحٰق وغیرہ تمام اس کے مخالف ہین،

امارت سریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا، اور ماتحتون کو ہدایت فرمادی کہ کسی بات مین ان کی عدول حکمی نہ کرنا، منزل مقصود پر پہنچ کر عبد اللہؓ کو

---

[1] تہذیب الکمال ص ۲۰۹ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۲ [3] ایضاً [4] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر۔

کسی بات پر غصہ آگیا، اور مجاہدین سے کہا کیا تم لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہین دیا ہے؟ سب نے کہا ہان دیا ہے، کہا اچھا! لکڑیان جمع کر کے اس مین آگ دیدو اور پھاند پڑو، سب نے لکڑیان جلائین اور پھاندنے کو تھے کہ دفعۃً کسی خیال سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم نے آگ سے بچنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے، اور پھر خود ہی آگ مین کودین، یہ مباحثہ یہان تک جاری رہا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی، اور اس درمیان مین ان کی آتشِ غضب بھی سرد پڑ گئی، واپس آکر سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، اگر تم لوگ آگ مین گھس گئے ہوتے تو پھر کبھی نہ نکلتے، اطاعت صرف ان ہی چیزون مین واجب ہے جس کی خدا نے اجازت دی ہے[1]

خلفاء کا عہد عہد فاروقی مین فتوحاتِ شام مین شریک تھے، سو، اتفاق سے ایک معرکہ مین رومیون نے گرفتار کر لیا، رومیون کا قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کے سامنے اپنا مذہب پیش کرتے اور وہ انکار کرتا تو اس کو ایک عظیم الجثہ تانبے کی گائے کے جوف مین جس مین زیتون کا تیل کھولتا ہوتا تھا، ڈال دیتے، چنانچہ انھون نے ان کے سامنے اپنا مذہب پیش کر کے کہا، اگر تم اس کو نہین قبول کروگے تو تم کو گائے پر قربان کر دیا جائے گا، مگر اس سے مطلق خوفزدہ نہ ہوئے، اور قبول مذہب سے انکار کر دیا، ان جلادون نے ان کی عبرت پذیری کے لیے ایک دوسرے مسلمان قیدی کو بلا کر عیسویت کی دعوت دی، اس نے بھی انکار کیا تو اس کو زیتون کے کھولتے ہوئے تیل مین ڈال دیا، وہ کشتۂ حق جل بھن کر کباب ہوگیا، یہ منظر دکھا کر بولے، اگر نہین قبول کرتے تو تمھارا ابھی یہی حشر ہوگا لیکن جذبۂ حق

---

[1] بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعہ للامام مالم یکن معصیۃ

اس سے زیادہ آزمایش کے لیے تیار تھا، پھر انکار کر دیا، حکم ہوا ڈال دو، آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، رومیوں نے کہا آخر ڈر کر رونے لگے، فرمایا میں اپنے انجام پر نہیں روتا، بلکہ اپنی کم مایگی پر آنکھیں اشکبار ہیں کہ صرف ایک جان خدا کی راہ میں کام آئے گی، کاش ایک جان کے بجائے میرے ہر موے بدن میں ایک مستقل جان ہوتی، اور یہ سب راہ خدا میں نثار ہوتیں، یہ قوت ایمانی دیکھکر وہ لوگ دنگ رہ گئے، اور اس شرط پر رہا کر دینے کے لیے تیار ہو گئے کہ شاہ روم کی پیشانی کا بوسہ دیں، لیکن اس پرستار حق کا لب ایک عیسائی کی بوسہ ستانی سے آلودہ نہیں ہو سکتا تھا، اس سے انکار کیا، اس انکار پر انھوں نے مال و دولت اور حسن و رعنائی کے سبز باغ دکھائے، آپ نے ان دل فریبیوں کو بھی نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا، آخر میں ان سے کہا، اگر میری پیشانی کو چوم لو تو تمام مسلمان قیدی چھوڑ دیے جائیں گے، مسلمانوں کی جان سب سے زیادہ عزیز تھی، اس لیے اس پر آمادہ ہو گئے، اور ایک بوسہ کے صلہ میں اسی مسلمانوں کی گران بہا جانیں بچ گئیں، جب واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے فرط مسرت سے ان کی پیشانی چوم لی، بعض صحابہؓ آپ سے مزاحاً کہتے کہ تم نے ایک بے دین کی پیشانی کا بوسہ دیا، جواب دیتے ہاں چوما، لیکن اس کے بدلہ میں اسی مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں،[1]

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مصر میں وفات پائی،[2]

نسب کی تحقیق ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلال کی حالت میں فرمایا کہ تم لوگوں کو جو پوچھنا ہو پوچھو، اس وقت جو بات پوچھو گے بتاؤں گا، آپ نے اٹھکر پوچھا میرا باپ کون ہے، فرمایا ابو حذیفہؓ! آپ کی ماں نے سنا تو کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۳ [2] استیعاب ج ۱ ص ۳۵۰ [3] بخاری کتاب الفتن و ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۳۹

کتنا خطرناک سوال کیا تھا، اگر خدانخواستہ وہ کچھ اور بتاتے تو مین سب کے سامنے رسوا ہوتی، جواب نہ پا کر مین نسب کی تحقیق کرنا چاہتا تھا،

فضل وکمال آپ سے متعدد حدیثین مروی ہین، ان مین سے ایک بخاری مین بھی ہے، آپ سے روایت کرنے والون مین ابووائل سلیمان اور ابن یسار قابلِ ذکر ہین[1]

حضرت حجاج بن علاطؓ

نام ونسب حجاج نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، حجاج بن علاط بن خالد بن نویرہ ابن حنتر بن ہلال بن عبید بن ظفر بن سعد بن عمرو بن بہز بن امراؤ القیس بن بہثہ بن سلیم ابن منصور سلمی[2]،

اسلام حجاج خیبر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا محرک یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ چند ساتھیون کے ساتھ مکہ جارہے تھے، راستہ مین ایک بھیانک وادی مین رات ہوگئی، اس لیے سب لوگ وہین شب باش ہوگئے، حجاج سب کی پاسبانی کرنے لگے، اتنے مین کوئی شخص یہ تلاوت کرتا سنائی دیا،

يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ	اے جن وانس کے گروہ! اگر تم
اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ	آسمانون اور زمین کے کنارون سے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا	نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، اور تم بغیر
تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ (رحمن)	سلطان کے نہ نکل سکوگے۔

مکہ پہنچے تو یہ واقعہ قریش سے بیان کیا، انھون نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی بیدین

---

[1] تہذیب الکمال ص ۴۱۹ [2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۰۸

ہوگئے، یہ تو وہی کلام ہے جو محمدؐ کے زعم میں ان کے اوپر نازل ہوتا ہے، حجاج نے
اس واقعہ کی تصدیق اپنے ہمراہیوں سے کرائی، اور مدینہ آکر مشرف باسلام ہوگئے[1]،

ہجرت

ان کی بیوی مکہ میں رہتی تھیں، اور کل مال ومتاع بھی وہیں تھا، اسلام لانے کے
بعد کل اثاثہ مدینہ منتقل کرنے کی ضرورت ہوئی، ورنہ مشرکین کا دستِ تطاول دراز ہوجاتا،
لیکن وہ لوگ مشتبہ ہوچکے تھے، آسانی سے لانا بھی ممکن نہ تھا، اس لیے انھوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک تدبیر کی اجازت مانگی، آپ نے مصلحتاً دیدی، یہ اجازت لیکر مکہ
گئے، قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنا شروع کیے، انھوں
نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت سخت شکست کھائی، ان کے تمام ساتھی مارے گئے
وہ خود گرفتار کرلیے گئے ہیں اور عنقریب تم لوگوں کے سامنے لاکر قتل کیے جائیں گے،
قریش کے لیے اس سے بڑھ کر مژدہ کیا ہوسکتا تھا، آن کی آن میں یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی،
اس طرح مشرکین کو خوش کرکے کہا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساز وسامان فروخت ہورہا ہے
میں چاہتا ہوں کہ تاجروں کے پہنچنے کے قبل خریدلوں، مکہ میں لوگوں پر میرا قرض ہے، اگر
تم لوگ کوشش کرو تو آسانی سے وصول ہوسکتا ہے، سب اس "کارِ خیر" کے لیے تیار
ہوگئے، اور کوشش کرکے کل بقایا وصول کرادیا، اس کے بعد گھر کا کل اندوختہ لیا، حضرت عباس
کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ خود واقعہ کی تحقیق کے لیے بھی نہ
آسکے، اور ایک لڑکے کی زبانی بلا بھیجا، حجاج ان کے پاس گئے، اور ان کو تخلیہ میں لیجا کر
اصل واقعہ سنایا کہ میں نے روپیہ وصول ہوجانے کے لیے یہ خبر مشہور کی تھی، میں خود
مشرف باسلام ہوچکا ہوں، اگر اہلِ مکہ کو اس کی خبر ہوجاتی تو ایک حبہ بھی نہ دیتے،

---

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۱۳۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے فضل سے بالکل محفوظ ہین، خیبر کا میدان بھی مسلمانون کے ہاتھ رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیی بن اخطب رئیس خیبر کی لڑکی کے ساتھ ایام عروسی بسر کر رہے ہین، لیکن جب تک مین ان کی زد سے نہ نکل جاؤن اس وقت تک اس راز کو کسی پر نہ ظاہر کرنا، چنانچہ تین دن تک حضرت عباسؓ بالکل خاموش رہے، چوتھے دن جب اطمینان ہو گیا کہ حجاجؓ اہل مکہ کی دسترس سے باہر ہو گئے تو کپڑے بدل کر حجاج کے مکان پر گئے اور ان کی بیوی سے واقعہ بیان کیا، پھر مسجد مین آئے، یہان بھی وہی تذکرہ تھا، آپ نے لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا، حیی بن اخطب کی لڑکی ان کی زوجیت مین آئی، بنی ابی حقیق سرداران یثرب کی گردنین اڑا دی گئین، اور حجاج اپنا مال و متاع لیکر روانہ ہو گئے، لوگون نے پوچھا تم نے کس سے سنا، فرمایا حجاج سے، ان لوگون نے ان کی بیوی سے تحقیق کیا تو واقعہ سچ نکلا، اس کے پانچوین دن مدینہ سے بھی خبرین آگئین، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، حجاج قابو سے نکل چکے تھے، اس لیے خاموش ہو گئے[1]۔

غزوات | خیبر کے کچھ ہی دنون پہلے مشرف باسلام ہوئے، اس لیے سب سے پہلے اسی غزوہ مین شریک ہوئے، فتح مکہ کے زمانہ مین مدینہ سے باہر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حملہ کا ارادہ کیا تو ان کو بلوا بھیجا[2]۔

تعمیر مکان و مسجد | حجاج دولت مند تھے، اور اپنا کل اثاثہ مکہ سے لے آئے تھے، چنانچہ مدینہ مین اپنا ذاتی مکان بنوایا اور ایک مسجد تعمیر کرائی[3]۔

وفات | وفات کے بارے مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ عہد فاروقی کی ابتدا مین

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۲ ص ۱۴ و ۱۵ [2] ایضاً ص ۱۵ [3] اصابہ جلد ۲ ص ۳۲

وفات پائی، اور دوسری یہ کہ جنگ جمل مین کام آئے، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے،
جنگ جمل مین یہ خود نہین بلکہ ان کے لڑکے معرض قتل ہوئے تھے،[1]

تمول حجاج تمام صحابہ مین مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھے، اور بنو سلیم کی کانین ان ہی کی ملکیت مین تھین،[2]

اولاد حجاج کے متعدد اولادین تھین، ایک معرض جو جنگ جمل مین کام آئے، اور دوسرے عضر، یہ اس قدر حسین تھے کہ اکثر عورتین ان پر شیفتہ ہو جاتی تھین، اسی خطرہ سے حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ سے بصرہ منتقل کر دیا تھا،[3]

حضرت ابو برزہ سلمیؓ

نام و نسب نضلہ نام، ابو برزہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، نضلہ بن عبداللہ بن حارث ابن حبال بن ربیعہ بن دعبل بن انس بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن اقصی اسلمی،

اسلام و غزوات دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین اسلام لائے، اسلام کے بعد جس قدر غزوات ہوئے سب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،[4] فتح مکہ مین خون کا ایک قطرہ نہین گرا تھا، اور رحمت عالم[ؐ] نے تمام دشمنان اسلام کے لیے عفو و درگذر کا اعلان فرما دیا تھا، چند معاندین جن کا عناد اور جن کی سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی البتہ اس سے مستثنیٰ تھے، اور ان کا خون ہدر کر دیا گیا تھا، ان مین ایک عبداللہ بن خطل تھا، یہ پہلے اسلام لا چکا تھا، مگر اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر دیا، اور اسلامی عدالت کے قانون قصاص سے ڈر کر پھر مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا، (زرقانی فتح مکہ) اس کی دو طوائفین

[1] اصابہ جلد ا ص ۳۲۶، [2] استیعاب جلد ا ص ۱۳۲ [3] اصابہ جلد ۶ ص ۲۶۰ [4] ابن سعد ق ا جلد ۴ ص ۲

تھین، جو بازاروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گاتی پھرتی تھیں[1]، اس لیے جب مکہ فتح ہوا تو امان کے لیے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر لٹک گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے کہا کہ وہ کعبہ کے غلاف کی پناہ میں ہے، آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، آقا کا اشارہ پاتے ہی ابو برزہؓ نے قتل کر دیا[2]۔

ابو برزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر مدینہ میں رہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں رہنے لگے، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، نہروان میں خارجیوں کا مقابلہ کیا، پھر خراسان کی فتوحات میں مجاہدانہ شریک ہوئے[3]۔

وفات زمانۂ وفات میں اختلاف ہے بعض ۶۰ھ اور بعض ۶۵ھ بتاتے ہیں، دوسری روایت زیادہ صحیح ہے، کیونکہ مروان اور ابن زبیر کے ہنگاموں تک زندہ تھے، اور کہتے پھرتے تھے کہ یہ سب دنیا کے لیے جھگڑتے ہیں[4]، وفات کے بعد ایک لڑکا مغیرہ یادگار چھوڑا۔

فضل وکمال ابو برزہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا کافی موقع ملا، اس لیے احادیث نبویؐ کی معتد بہ تعداد ان کے حافظہ میں محفوظ تھی، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۴۶ ہے، ان میں سے ۲۷ متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ۲ میں بخاری اور ۴ میں مسلم منفرد ہیں[5]۔

ان کے تلامذہ کی تعداد بھی کافی ہے، ذیل کے نام قابل ذکر ہیں،

مغیرہ، ابو منہال ریاحی، ازرق بن قیس، ابو عثمان نہدی، ابو العالیہ ریاحی، کنانہ

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی قتل الاسیر صبراً [2] ایضاً [3] اصابہ جلد ۶ تذکرہ نضلہ [4] ایضاً [5] تہذیب الکمال ص ۴۰۶

ابن نعیم، ابو الزاع، راسبی، ابو الوضی، سعید بن عبداللہ، ابو السوار عدوی، ابو طالوت، عبد السلام وغیرہ[1]

زہد وعفاف حضرت ابو برزہؓ میں زہد وعفاف کا رنگ بہت نمایاں تھا، نہ کبھی بیش قیمت کپڑا پہنا، اور نہ گھوڑے پر سوار ہوئے، گیروے رنگ کے دو کپڑوں سے ستر پوشی کرتے تھے، ان کے ایک معاصر عائذ بن عمرؓ بیش قیمت کپڑا بھی پہنتے اور گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے، ایک شخص نے ان دونوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کے خیال سے عائذ سے آکر کہا، ابو برزہ کو دیکھیے وہ لباس اور وضع قطع میں بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں، آپ خز (ایک بیش قیمت کپڑا) استعمال کرتے ہیں، اور گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، اور وہ ان دونوں چیزوں سے احتراز کرتے ہیں، لیکن صحابہ کی اخوت لباس اور طرز معاشرت کے اختلاف سے بلند تھی، جواب دیا خدا ابو برزہ پر رحم کرے، آج ہم میں ان کے رتبہ کا کون ہے؟ یہاں سے مایوس ہوکر یہ شخص ابو برزہؓ کے پاس پہنچا اور ان سے کہا عائذ کو دیکھیے، آپ کی وضع تک ان کو ناپسند ہے، گھوڑا سواری میں ہے، خز کا لباس زیب تن ہے، مگر یہاں بھی وہی جواب ملا کہ خدا عائذ پر رحم کرے، ہم میں ان کا ہمرتبہ کون ہے؟[2]

مسکین نوازی مسکین نوازی ان کا خاص شعار تھا، صبح وشام معمولاً فقراء ومساکین کو کھانا کھلاتے تھے، حسن بن حکیم اپنی ماں کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ابو برزہؓ ایک کاسہ ثرید (ایک قسم کا عربوں کا مرغوب کھانا) صبح اور ایک کاسہ شام بیواؤں، یتیموں اور مساکین کو کھلاتے ہیں،[3]

احترام نبوت ذات نبویؐ کے ساتھ کسی قسم کا طنز وتمسخر برداشت نہیں کر سکتے تھے، عبداللہ

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۴۴۶ [2] ابن سعد قسم ۱ جزء ۷ ص ۵ [3] ایضاً

ابن زیاد کو حوض کوثر کے متعلق کچھ پوچھنا تھا، اس نے لوگوں سے پوچھا، حوض کوثر کے متعلق کون بتا سکتا ہے، انھوں نے ابو برزہ کا نام لیا، عبید اللہ نے ان کو بلا بھیجا، یہ گئے، اس نے آتے دیکھا تو بہ سبیل استہزا، کہا کہ تمھارے یہ محمدیؐ ہیں، ابو برزہؓ نے برہمی سے جواب دیا خدا کا شکر ہے کہ میں ایسے زمانہ تک زندہ رہا جس میں شرفِ صحبت پر عار دلایا جاتا ہے، اور اس برہمی کی حالت میں تخت پر بیٹھ گئے، عبید اللہ نے اپنا سوال پیش کیا، انھوں نے جواب دیا کہ جو شخص اس (حوض کوثر) کو جھٹلائے گا، وہ نہ اس کے پاس جانے پائیگا اور نہ خدا اس کو اس سے سیراب کرے گا، یہ کہا اور اٹھ کے چلے آئے۔[1]

حضرت ہشام بن عاصؓ

نام و نسب ہشام نام، ابو مطیع کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہشام بن عاص بن وائل ابن ہاشم بن سعید بن سہم قرشی، اموی، مشہور صحابی عمرو بن عاصؓ فاتحِ مصر کے چھوٹے بھائی تھے،[2]

اسلام و ہجرت خوش بختی اور بدبختی عمر کے تفاوت پر منحصر نہیں، گو ہشامؓ عمرو بن العاصؓ سے عمر میں چھوٹے تھے، لیکن ان کی قسمت ان سے زیادہ اور ان کا بخت ان سے زیادہ بیدار تھا، چنانچہ عمرو بن العاصؓ جب کفر کی ضلالت میں گھرے ہوئے تھے، اس وقت ہشامؓ کی پیشانی پر اسلام کا نور چمک رہا تھا، اسلام کے بعد مہاجر قافلہ کے ساتھ حبشہ گئے، کچھ دنوں رہ کر آنحضرتؐ کی ہجرت کی خبر سنکر مکہ واپس آئے، یہاں سے پھر مدینہ کا قصد کیا لیکن باپ اور اہل خاندان نے قید کر دیا، عرصہ تک محصور رہے، غزوۂ خندق

[1] ابن سعد قسم ۲ جزء ۴ ص ۳۵ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۶۱۱ کنیت اصابہ میں ہے،

کے بعد موقع ملا تو مدینہ آئے،[۱]

غزوات | بدر، احد اور خندق وغیرہ کی لڑائیاں ان کے ایام اسیری میں ختم ہو چکی تھیں البتہ خندق کے بعد جتنے معرکے پیش آئے، سب میں داد شجاعت دی،[۲]

عہد خلفاء | ہشام اس خاندان کے ممبر تھے، جو سپہ سالاری کے عہدۂ جلیل کا حامل اور اپنی شجاعت و شہامت میں ممتاز تھا، اس لیے تلواروں کی چھاؤں میں ان کی نشو و نما ہوئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ان کی تلوار کے جوہر چمکے، پھر عہد فاروقی میں شام کی مہم میں شریک ہوئے، ایک ہی دو معرکوں کے بعد اجنادین کا معرکہ پیش آیا، اس میں قبقلار اور تذارق رومی سپہ سالار ایک لشکر جرار کے ساتھ اجنادین میں مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے، جمادی الاولی ۱۳ھ میں دونوں کا سخت مقابلہ ہوا،[۳] مسلمانوں میں کچھ کمزوری پیدا ہو چلی تھی، ہشامؓ نے دیکھا تو جوش میں آکر سر سے خود اتار کر پھینکدی اور للکار کر بولے مسلمانو! یہ غیر مختون تلوار کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے، جو میں کرتا ہوں وہی تم کرو، یہ کہکر رومیوں کی صفیں چیرتے ہوئے قلب لشکر میں گھستے چلے گئے، اور مسلمانوں کو غیرت دلاتے جاتے تھے کہ مسلمانو! میں عاص بن وائل کا بیٹا ہشام ہوں، میرے ساتھ آؤ، تم لوگ جنت سے بھاگتے ہو، اسی طرح للکارتے، شجاعت اور بہادری سے لڑتے مارتے شہید ہو گئے،[۴] حضرت عمرؓ کو شہادت کا علم ہوا تو فرمایا خدا ان پر اپنی رحمت نازل کرے، اسلام کے بہترین مددگار تھے،[۵]

ہشام کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ چند قریشی خانہ کعبہ کے عقب میں بیٹھے ہوئے

---

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۰ [۲] ایضاً [۳] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۲۰ [۴] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۰ شہادت کا ذکر ابن اثیر جلد ۲ و فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۰ میں بھی ہے [۵] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۴۳

تھے کہ عمرو بن العاص طواف کرتے ہوئے گذرے، ان کو دیکھکر لوگون نے آپس مین سوال کیا کہ ہشامؓ افضل تھے یا عمرو بن العاصؓ، عمرو بن العاصؓ نے اس کو سن لیا، طواف ختم کرنے کے بعد آکر پوچھا، تم لوگ کیا باتین کرتے تھے، انھون نے کہا "تمھارا اور تمھارے بھائی کا مقابلہ کر رہے تھے کہ دونون مین کون افضل ہے"، کہا مین تم کو ایک واقعہ سناتا ہون اس سے فضیلت کا اندازہ ہو جائے گا، ہم اور وہ دونون یرموک کی جنگ مین شریک ہوئے اور رات بھر شہادت کے لیے دست بدعا رہے، صبح ہوئی تو ان کی دعا کا ثمرہ مل گیا اور میری دعا نامقبول رہی، اس سے تم فضیلت کا اندازہ کر لو[1]،

فضائل اسلام کی پختگی کا آخری درجہ ایمان ہے، ہشامؓ کا اسلام اسی درجہ مین تھا، خود زبان نبوت نے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ ابن العاص مومنان یعنی ہشامؓ و عمر[2]

حضرت قدامہؓ بن مظعون

نام ونسب قدامہ نام، ابو عمر کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح القرشی الجمحی، قدامہؓ حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے[3]،

اسلام وہجرت دعوت اسلام کے آغاز مین دولت اسلام سے بہرور ہوئے، اور اپنے بھائی عثمان اور عبد اللہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے[4]،

مغازی پھر حبشہ سے مدینہ آئے، اور سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شرکت کا شرف حاصل کیا،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۴۱، اس روایت مین اجنادین کے بجائے یرموک کا نام ہے، غالباً راوی سے سہو ہوگیا ہے، یا ان دونون لڑائیون کی قربت کی وجہ سے خود عمرو بن العاصؓ کو اقتباس ہوگیا ورنہ اجنادین مین انکی شہادت طے شدہ ہے

[2] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۳۵۳ [3] استیعاب جلد ۲ ص ۵۴۸ [4] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۹۸

اور احد و خندق وغیرہ مین شریک ہوتے رہے[۱]

بحرین کی گورنری

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین قدامہؓ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا، اسی زمانہ مین ان پر شراب نوشی کی حد جاری ہوئی، گو حضرت عمرؓ کے سامنے انھون نے اس جرم کا اقرار نہین کیا اور بدری صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کا بیان لائق اعتماد تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے نزدیک شہادت سے جرم ثابت ہو گیا تھا، اس لیے آپ نے حد جاری کی، اس کا واقعہ یہ ہے، ایک مرتبہ جارود بنو عبد قیس کا سردار حضرت عمرؓ کے پاس قدامہ کی شراب نوشی کی شکایت لیکر آیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمھارے علاوہ اور کون شاہد ہے، عرض کیا ابوہریرہ، ان کو بلاکر پوچھا، انھون نے شراب پیتے ہوئے تو نہین دیکھا، البتہ نشہ مین قے کرتے ہوئے دیکھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف اتنی شہادت سے جرم نہین ثابت ہوتا، مزید تحقیقات کے لیے قدامہؓ کو بحرین سے طلب کیا، جب وہ آئے تو جارود نے حضرت عمرؓ سے ان پر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم شاہد ہو یا فریق؟ کہا شاہد، فرمایا بس تم شہادت کا فرض ادا کر چکے، اب تم خاموش رہو، تیسری مرتبہ پھر جارود نے قسم دلاکر حد کا مطالبہ کیا، اس اصرار پر حضرت عمرؓ کو شبہہ ہوا، آپ نے فرمایا تم اپنی زبان قابو مین رکھو، ورنہ مجھکو تنبیہ کرنی پڑے گی، جارود نے کہا عمر! یہ انصاف سے بعید ہے کہ تمھارا ابن عم شراب پیئے اور تم الٹے میری تنبیہ کرو، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر آپ کو شک ہو تو قدامہ کی بیوی کو بلاکر پوچھ لیجیے، چنانچہ آپ نے ان کی بیوی ہندہ کو بلاکر شہادت طلب کی، انھون نے ابوہریرہؓ کی تصدیق کی، اس پر عدل فاروقی جوش مین آگیا، اور فرمایا قدامہ! حد کے لیے تیار ہو جاؤ، قدامہؓ نے کہا، اگر بالفرض مین نے ان لوگون کی شہادت کے بموجب شراب پی بھی تو آپ کو اجراے حد

[۱] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۷۹

کا حق نہین ہے، فرمایا کیون؟ عرض کیا خدا فرماتا ہے،

لیس علی الذین امنوا وعملوا	جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے
الصّٰلحات جناح فیما طعموا	توجو کچھ انھون نے (تحریم کے قبل) کھایا اسمین
اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا	کوئی گناہ نہین ہے، جبکہ انھون نے
الصّٰلحٰت (مائدہ - ۱۱)	پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے،

فرمایا تم تاویل مین غلطی کررہے ہو، اگر تم خدا سے ڈرتے تو قطعی حرام چیزون سے احتراز کرتے،

اس وقت حضرت قدامہؓ بیمار تھے، اس لیے حضرت عمرؓ نے لوگون کے مشورہ سے کچھ دنون کے لیے حد کا اجرا ملتوی کردیا، لیکن اثبات جرم کے بعد اجرائے حد مین تاخیر آپ کے لیے بار تھی، اس لیے لوگون سے دوبارہ مشورہ کیا، اس مرتبہ بھی سب نے التوا کا مشورہ دیا، فرمایا مجھکو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ کوڑون کے نیچے خدا سے ملین، بہ نسبت اس کے کہ مین خدا سے ملون، اور ان کا بار میری گردن پر ہو، غرض اسی بیماری کی حالت مین حد جاری کی، اور قدامہؓ سے تعلقات منقطع کرلیے، کچھ دنون کے بعد دونون نے ساتھ حج کیا، لوٹتے وقت ایک مقام پر حضرت عمرؓ کی آنکھ لگ گئی، خواب مین آپ کو قدامہؓ سے صفائی کرنے کی ہدایت ہوئی، بیدار ہوتے ہی قدامہؓ کو بلوایا، مگر انھون نے ملنے سے انکار کردیا، دوسری مرتبہ پھر آدمی بھیجا کہ اگر آسانی سے نہ آوین تو زبردستی لایا جائے، چنانچہ وہ آئے، اور آپ نے خود گفتگو کی ابتدا کی اور پھر بدستور تعلقات قائم ہو گئے[1]

وفات عمر کے ۶۸ مرحلہ طے کرنے کے بعد حضرت علیؓ کے عہد خلافت ۳۶ھ مین وفات پائی[2]

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۵۸۴ [2] اصابہ جلد ۵ ص ۲۳۴

اہل وعیال	آپ کے تین بیویاں اور ایک لونڈی تھی جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں،		
نام بیوی	نام اولاد	نام بیوی	نام اولاد
ہند بنت ولید	عمر، فاطمہ	صفیہ بنت خطاب	رملہ
فاطمہ بنت ابی سفیان	عائشہ	ام ولد	حفصہ

حضرت ابو احمدؓ بن جحش

نام ونسب عبد نام، ابو احمد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عبد بن جحش بن رباب بن یعمر بن جبیرہ ابن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر، ان کی والدہ امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھیں، اور یہ ام المومنین حضرت زینبؓ کے حقیقی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے،[1]

اسلام وہجرت وہ اپنے بھائی عبد اللہ اور عبید اللہ کے ساتھ دعوتِ اسلام کے آغاز یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے[2] اور بھائیوں ہی کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آگئے، اور مبشر بن عبد المنذر کے گھر مہمان ہوئے

ابو سفیان کی شرارت مکہ میں ایک جماعت تھی جس کا مقصد صرف اسلام کو نقصان پہنچانا اور مسلمانوں کو اذیت دینا تھا، ابو سفیان اور ابو جہل اس کے سرغنہ تھے، ابو احمد ہجرت کے بعد ان کے قابو سے باہر ہو چکے تھے، اس لیے براہ راست ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ انھوں نے ان کا گھر ابن علقمہ عامری کے ہاتھ بیچ ڈالا، فتح مکہ میں جب مسلمان فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے اور دشمنانِ اسلام کی قوتیں ٹوٹ گئیں، اس وقت

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۱ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۶۷

ابو احمدؓ نے سب کے سامنے اپنے مکان کا مطالبہ کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے چپکے سے کچھ کہلا دیا، انھون نے ابو احمدؓ کے کان مین جاکر کہدیا، اسکے بعد پھر آخر دم تک، انھون نے مکان کے متعلق ایک لفظ بھی نہین کہا، بعد کو ان کی اولاد سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے کہلایا تھا کہ تم اس مکان کو جانے دو اور اس کے عوض مین تم کو خلد برین مین قصر ملے گا۔[1]

وفات سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہین کیا جاسکتا، لیکن سنہ ۲۰ھ کے قبل وفات پاچکے تھے، کیونکہ ان کی بہن حضرت زینبؓ کا انتقال سنہ ۲۰ھ مین ہوا، اور یہ ان کی زندگی مین وفات پاچکے تھے۔[2]

ازواج و اولاد اولاد کوئی نہ تھی، گھر مین تنہا بیوی تھین، ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ، عباس بن مطلب اور ابوجہل ادھر سے گذرے، رفاعہ کو تنہا دیکھ کر عتبہ نے ٹھنڈی سانس لی کہ افسوس آج بنی جحش کے گھر مین کوئی رہنے والا تک نہین، ابوجہل جو اپنی کینہ پروری کا ہر جگہ ثبوت دیتا تھا، بولا ان پر روتے کیا ہو، یہ سب ہمارے بھتیجے کا کیا دھرا ہے، ان ہی نے ہمارا شیرازہ درہم برہم کیا۔[3]

فضل و کمال شاعری قریش کا طغرائے کمال تھا، حضرت ابو احمدؓ بھی شاعر تھے، چنانچہ ابوسفیان نے ان کا گھر بیچا تو انھون نے ایک منظوم شکایت لکھی جس کے دو شعر یہ ہین؛[4]

اقطعت عقدک بیننا	والجاریات الی ندامه
دار ابن عمک بعتها	تشری بها عنک الندامه

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۷، [2] استیعاب جلد ۲ ص ۶۴۱، [3] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۳۴، [4] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۶۷،

حضرت عمروؓ بن سعید بن العاص الاکبر

نام ونسب | عمرو نام، ابوعقبہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس القرشی الاموی، ماں کا نام صفیہ تھا، قبیلۂ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں، حضرت عمروؓ وخالد بن ولیدؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے،[1]

اسلام وہجرت | ان کے گھر میں سب سے پہلے ان کے بھائی خالد بن سعید مشرف باسلام ہوئے،[2] ان کے کچھ دنوں کے بعد عمرو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، تیسرے بھائی ابان نے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے، دونوں بھائیوں کے اسلام پر اشعار میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس کا ایک شعر یہ ہے،[3]

الا لیت میتا بالظریبۃ شاھد — لما یفتری فی الدین عمرو وخالد

ان تینوں کے والد مقام ظریبہ میں دفن تھے، ان کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ

"کاش ظریبہ کا مرنے والا دیکھتا کہ عمرو اور خالد نے دین میں کیا افتراپردازی کی ہے"،

حضرت عمروؓ نے بھی اس کا جواب نظم میں دیا جس کا آخری شعر یہ ہے،

فدع عنک میتا قد مضی بسبیلہ — واقبل علی الحق الذی ھو اظھر

"اب اس مرنے والے کا تذکرہ چھوڑ دو جو اپنا راستہ لے چکا، اور اس حق کی طرف آؤ جس کا حق ہونا بالکل عیاں ہے"۔

عمروؓ بن سعید اپنے بھائی خالد کی ہجرت کے دو سال بعد ہجرت ثانیہ میں مع اپنی بیوی فاطمہ

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۰۶، [2] ایضاً، [3] اصابہ جلد ۴ ص ۳۰۰

کے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور وہان سے مسلمانون کے قافلہ کے ساتھ کشتی کے ذریعہ سے غزوۂ خیبر کے دوران مین مدینہ آئے[1]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے[2]،

امارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ کے مغربی مقامات تبوک، خیبر اور فدک وغیرہ کا عامل مقرر کیا[3]، جہان وہ حیات نبویؐ تک اپنے خدمات نہایت جانفشانی سے انجام دیتے رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سنکر وہان سے واپس ہوئے، واپسی کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ امارت کا کون مستحق ہو سکتا ہے[4]، اور دوبارہ واپس جانے کی خواہش کی، لیکن آپ نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے عامل نہ بنین گے[5]،

فتوحات شام اور وفات امارت سے واپسی کے کچھ ہی دنون بعد شام پر فوجکشی کی تیاریان شروع ہوئین، عمرؓو بھی اس مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور ۱۳ھ مین اجنادین کے معرکہ مین نہایت جوش وخروش سے لڑے، جب مسلمانون کے پیرون مین ذرا بھی لغزش ہوتی یہ للکار کر ثبات واستقلال پر آمادہ کرتے، ایک مرتبہ جوش مین آکر کہا کہ مین اپنے ساتھیون کا میدان جنگ مین پلہ کمزور نہین دیکھ سکتا، اب مین خود گھستا ہون، یہ کہکر دشمنون کے قلب مین گھستے ہوئے چلے گیے اور بڑی بے جگری سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، شہادت کے بعد دیکھا گیا تو سارا بدن زخمون سے چھلنی ہو گیا تھا، شمار کرنے پر تیس سے زیادہ زخم جسم پر نکلے[6]

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۷۲، [2] استیعاب جلد ۲ ص ۴۹۱ [3] ایضاً ص ۴۹۲ [4] اصابہ جلد ۴ ص ۳۰۱ [5] استیعاب جلد ۱ ص ۵۰۵ [6] واقعہ کی تفصیل اصابہ جلد ۴ ص ۳۰۱ سے ماخوذ ہے لیکن شہادت کا تذکرہ فتوح البلدان بلاذری فتح اجنادین مین ہے

حضرت مسطح بن اثاثہؓ

نام ونسب عوف نام، ابو عباد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب ابن عبد مناف بن قصی قرشی مطلبی، عوف حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے،[1]

اسلام وغزوات مسطح بہت ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے، البتہ ہجرت کا وقت متعین نہین ہے لیکن بدر کے قبل ہجرت کرکے مدینہ آچکے تھے، اور بدر مین شریک تھے، بدر کے بعد اور غزوات مین بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ غزوۂ بنو مصطلق جس مین افک کا واقعہ پیش آیا، یہ شریک تھے، اور اس فتنہ مین ان کا دامن بھی محفوظ نہ رہ سکا، جب منافقین نے یہ واقعہ مشہور کیا تو بعض صحابہ بھی ان کے دام فریب مین آگئے، ان مین ایک مسطح بھی تھے، جنگ سے واپسی کے بعد انھون نے یہ واقعہ اپنی ماں سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئین، اور کسی بات پر مسطح کو بددعا دی، حضرت عائشہؓ نے کہا تم بدری صحابی کو بدعا دیتی ہو، انھون نے کہا تم کو نہین معلوم، ان لوگون نے کیا افترا پردازیان کی ہین، اور کل واقعہ حضرت عائشہؓ کو سنایا، حضرت عائشہؓ کو اس افترا پردازی کا سب سے پہلے ان ہی کے ذریعہ سے علم ہوا، مسطح حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے، اس لیے وہ ان سے سلوک ہوتے رہتے تھے، جب انھون نے افک کے واقعہ مین شرکت کی اور قرآن پاک نے اس کو افترا قرار دیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کی امداد کرنا بند کردی، اور فرمایا کہ اب مسطح پر ایک حبہ نہین خرچ کرون گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۵۴

ولایاتل اولوا الفضل منکم و	تم مین سے جو لوگ صاحبِ فضیلت اور
السعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ	صاحبِ مقدرت ہین وہ قرابت والون
والمسٰکین والمھاجرین فی	محتاجون اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو
سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا	(مدد نہ دینے کی) قسم نہ کھائین اور چاہیے کہ
الا تحبون ان یغفر اللہ لکم	معاف کر دین اور درگذر کرین مسلمانو! کیا تم
واللہ غفور رحیم	نہین چاہتے کہ اللہ تمھاری مدد کرے، اور
(نور - ۲)	اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

اس آیت کے نزول کے بعد پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ بدستور ان کی خبرگیری کرنے لگے[۱]
لیکن چونکہ ایک محصنہ پر تہمت لگائی تھی اور اس کی سزا قرآن نے یہ تجویز کی تھی،

والذین یرمون المحصنات ثم	یعنی جو لوگ پاک دامن عورتون پر تہمت
لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم	لگائین اور چار گواہ نہ لاسکین تو ان کو
ثمانین جلدۃ (نور - ۲)	اسی کوڑے لگاؤ

اس لیے دوسرے لوگون کے ساتھ ان پر بھی حد جاری ہوئی،[۲]

وفات زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، بعض روایتون سے ۳۴ھ عہد عثمانی مین وفات ثابت ہوتی ہے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد تک زندہ تھے، اور جنگ صفین مین ان کی حمایت مین لڑے، اور اسی سال ۳۷ھ مین انتقال فرمایا، وفات کے وقت ۵۶ سال کی عمر تھی[۳]، آخری روایت زیادہ مستند ہے،

---

[۱] بخاری جلد ۱ ص ۳۶۴ و ۳۶۵

[۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۵ [۳] ایضاً

حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ

نام و نسب مرثد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، مرثد بن کناز بن حصین بن یربوع بن جھینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم بن یحییٰ بن یعصر بن سعد ابن قیس عیلان بن مضر[1]

اسلام و ہجرت مرثد بہت ابتدا مین مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور بدر کے قبل ہجرت کر کے مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس بن صامت سے مواخاۃ کرادی[2]

بدر سلسلۂ غزوات کے سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شریک ہوئے، میدان جنگ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو سبل نامی گھوڑے پر سوار داد شجاعت دیرہے تھے[3]

نزول آیۃ زمانۂ جاہلیت مین مکہ کی عناق نامی ایک طوائف سے تعلقات تھے، تحریم زنا کے بعد قطع تعلق کرلیا، مرثد نہایت قوی اور بہادر آدمی تھے، اس لیے قیدیون کو مکہ سے مدینہ لے جانے کی خدمت ان ہی کے سپرد تھی، اس سلسلہ مین ایک مرتبہ مکہ جانے کا اتفاق ہوا، چاندنی رات مین ایک گلی سے گذر رہے تھے، اتفاق سے عناق کی نظر پڑ گئی، اس نے آواز دی، یہ رک گئے، اس نے اپنے مخصوص دلربائی کے انداز مین بڑی خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا، اور شب باشی کی خواہش کی، فرمایا عناق! اب خدا نے زنا حرام کردیا ہے، اس کو اس خشک جواب پر غصہ آگیا، اور لوگون سے کہدیا کہ مرثد یہان سے قیدی مدینہ لیجاتے ہین، چنانچہ آٹھ آدمیون نے ان کا تعاقب کیا، مگر یہ ایک محفوظ مقام پر چھپ گئے،

---

[1] ابن سعد جزء ۳ قسم ۱ ص ۳۲ [2] استیعاب جلد ۱ ص ۲۷۴ [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۲۱

اور جب وہ لوگ تلاش کر کے واپس تو مدینہ کا راستہ لیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عناق سے میرا نکاح کر دیجئے، آپ نے کوئی جواب نہین دیا، اور اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا،[1]

اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً	بدکردار مرد بدکار عورت یا مشرکہ سوا نکاح کریگا
وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ	اور بدکردار عورت کو بدکار مرد یا مشرک
وحرم ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	کے سوا کوئی نکاح مین نہ لائے گا، اور ایمان
(نور - ۱)	والوں پر یہ حرام ہے،

شہادت بنو عضل وقارہ نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی تعلیم کے لیے چند معلم بھیجنے کی درخواست کی تھی، آپ نے ان کی درخواست پر باختلاف روایت حضرت مرثدؓ یا عاصم بن ثابت کی زیر امارت ایک جماعت بھیجی، یہ لوگ مقام رجیع تک پہنچے تھے کہ بنو ہذیل اچانک ننگی تلوارین لیے ہوئے آگئے اور کہا ہمارا مقصد تمھارا خون بہانا نہین ہے، بلکہ تمھارے بدلہ مین اہل مکہ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہین، اور تمھاری حفاظتِ جان کا عہد کرتے ہین، حضرت مرثدؓ، خالدؓ اور عاصمؓ نے کہا کہ ہم مشرکین سے کسی قسم کا عہد کرنا نہین چاہتے، اور تینون نے لڑ کر جان دی،[2]

فضل وکمال فضل وکمال کے ثبوت کے لیے یہ واقعہ کافی ہو کہ مذہبی تعلیم کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتخاب فرمایا تھا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین انتقال کر گئے، اس لیے ان کے علمی جوہر کھلنے نہ پائے، تاہم ان کی روایت سے حدیث کی کتابین یکسر خالی نہین ہین،[3]

---

[1] یہ واقعہ استیعاب جلد ۱ ص ۲۸۷ مین مفصل اور ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۰۳ مین مجمل مذکور ہو، ابن جریر نے اس آیہ کے نزول کے سلسلہ مین منجملہ اور واقعات کے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہو، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۹، [3] تہذیب الکمال ص ۳۷۲

حضرت ابورہم غفاریؓ

نام ونسب کلثوم نام، ابورہم کنیت، "منحور" لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، کلثوم بن حصین بن خالد بن عسعس بن زید بن عمیس بن احمس بن غفار[1]۔

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔

غزوۂ احد سب سے پہلے احد میں شریک ہوئے، اور ایک تیر سینہ پر کھا کر نشانِ امتیاز حاصل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر لعاب دہن لگایا، چونکہ سینہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تھا، اور سینہ کو "نحر" کہتے ہیں، اس مناسبت سے لوگ ان کو "منحور" کہنے لگے[2]۔

صلح حدیبیہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور بیعتِ رضوان میں شرفِ بیعت حاصل کیا[3]۔

اس کے بعد غزوہ خیبر میں شریک ہوئے اور مال غنیمت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوہرا حصہ دیا[4]۔

فتح مکہ میں شریک نہ ہوسکے تھے، لیکن اس میں اس سے بھی بڑا یہ شرف حاصل ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے نکلے تو مدینہ میں ان کو اپنا قائم مقام بنا گئے، اس کے علاوہ عمرۃ القضا میں بھی یہ شرف حاصل ہوا تھا[5]۔

---

[1] اصابہ جلد ۷، ص ۶۰ [2] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۱۸۰ [3] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۹ [4] ایضاً ص ۱۹۷ [5] استیعاب جلد ۲ ص ۶۶۸

طائف کے محاصرہ مین بھی شریک تھے، واپسی کے وقت یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی کے بعد جعرانہ کی طرف چلے تو ابو رہم کی اونٹنی آپ کی اونٹنی سے بھڑ گئی، اور ان کے جوتے کا کنارہ ران مبارک سے رگڑ کھا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خراش سے تکلیف ہوئی، آپ نے ان کے پاؤن کو کوڑے سے کونچ کر فرمایا پاؤن ہٹاؤ، میری ران مین خراش آگئی، ابو رہم بہت خوف زدہ ہوئے کہ مبادا وحی کے ذریعہ اس گستاخی کی تنبیہ نہ ہو، صبح کو جب قافلہ جعرانہ پہنچکر خیمہ زن ہوا تو ابو رہم حسب معمول اونٹ چرانے نکل گئے، مگر دل مین یہ خطرہ لگا رہا، اس لیے واپس آتے ہی لوگون سے دریافت کیا تو بظاہر اس خطرہ کی صحت کے آثار نظر آئے، معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا تھا، چنانچہ یہ ڈرتے ڈرتے حاضر خدمت ہوئے، لیکن یہ قیصر و کسریٰ کی شہنشاہی نہ تھی جس مین ادنی گستاخی بھی سخت ترین پاداش کا مستحق بنا دیتی ہے، بلکہ رحمۃ للعلمین کے لطف و کرم کا دربار تھا، جس مین آقا و غلام، مالک اور مملوک کا کوئی امتیاز نہین، اور جس کی تعزیرات مین غیظ و غضب، سزا اور انتقام سے زیادہ لطف و ترحم کی دفعات ہین، چنانچہ جب یہ پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھکو تکلیف پہنچائی تھی، اس کے بدلہ مین مین نے تمھارے پیر کو کوڑے سے ہٹایا تھا، اب اس کے عوض مین یہ بکریان انعام مین لو، حضرت ابو رہم کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت کی رضامندی میرے لیے دنیا وما فیہا سے بہتر تھی[1]،

غزوہ تبوک مین بھی شریک ہوئے، اور اپنے ساتھ اپنے اور بہت سے قبیلہ والون کو شریک کیا، اس غزوہ مین عرب مین ایسا قحط اور ایسی شدت کی گرمی تھی کہ لوگون کا گھر دن

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۱۸۰

سے نکلنا دشوار تھا، اور منافقین مسلمانوں کو شرکتِ جنگ سے منع کرتے تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے لیے خاص اہتمام کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ جب ابو رہمؓ نے حسبِ معمول دوسرے غزوات کی طرح اس میں بھی شرکت کے لیے تیاریاں شروع کیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاکر اپنے قبیلہ والوں کو جنگ پر آمادہ کرو، اس ارشاد کی تعمیل میں انھوں نے قبیلۂ غفار کے بہت سے لوگوں کو شرکت پر آمادہ کر دیا، اور ان کی معتد بہ تعداد اس غزوہ میں شریک ہوئی،[1]

اتفاق سے اس مرتبہ بھی واپسی میں ان کی سواری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پہلو میں تھی، رات کا وقت تھا، باربار غنودگی طاری ہو جاتی تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے بھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا، اس لیے جہاں ایسا موقع آتا وہ فوراً اپنی سواری ہٹا لیتے،[2]

وفات | کے بارہ میں اربابِ سیر خاموش ہیں،

فضل وکمال | آپ سے دو حدیثیں مروی ہیں،[3]

حضرت عمرو بن امیہؓ

نام ونسب | عمرو نام، ابو امیہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبد اللہ ابن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی،[4]

اسلام | بدر اور احد کی لڑائیوں میں مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانوں کے خلاف نہایت

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۸۰ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۸۰ [3] تہذیب الکمال ص ۳۲۱

[4] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۸۶

شجاعت اور پامردی سے لڑے، لیکن بدر و احد کے معرکون مین جو شخص مسلمانون کے خون سے پیاس بجھانے آیا تھا، وہ احد کے بعد اسلام کے سرچشمۂ ایمان سے سیراب ہوگیا[1]

بیر معونہ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے بیر معونہ مین شریک ہوئے، اس کا واقعہ یہ ہی کہ ۴ھ مین ابو براء، قبیلۂ کلاب کے رئیس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر درخواست کی کہ آپ کچھ مسلمان ہمارے قبیلہ مین دعوت اسلام کے لیے بھیجئے آپ نے فرمایا مجھکو نجد والون کی طرف سے خطرہ ہے، لیکن اس کی ضمانت کے بعد ستر آدمیون کی جماعت منذر بن عمرو کی ماتحتی مین بھیجدی، ان لوگون نے بیر معونہ پہنچکر قیام کیا، اور حرام بن ملحان کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ عامر بن طفیل کے پاس بھجوادیا، اس نے ان کو قتل کردیا، اور عصیہ، رعل اور ذکوان وغیرہ کے قبائل مین منادی کرادی، یہ سب جمع ہوگئے، یہان جب حرام کی واپسی مین دیر ہوئی تو مسلمان ان کی تلاش مین نکلے لیکن آگے بڑھکر رعل و ذکوان وغیرہ کا سامنا ہوگیا، ان سب نے مل کر مسلمانون پر حملہ کرکے ان کی پوری جماعت تہِ تیغ کردی، صرف حضرت عمرو بن امیہؓ کو عامر بن طفیل نے یہ کہکر کہ "میری مان نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر کی تھی" چھوڑ دیا، اور نشان ذلت کے طور پر پیشانی کے بال تراش لیے، یہ واپس آرہے تھے کہ راستہ مین دو کلابی شخص ملے، ان دونون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دیدی تھی، لیکن عمروؓ کو معلوم نہ تھا، اس لیے دونون کو قصاص مین قتل کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا، اور دونون کی دیت ادا کی[2]

حضرت عمروؓ کی سفارت اور نجاشی کا اسلام ۶ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نجاشی کے

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۴۴۳ [2] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۳۶

پاس دعوتِ اسلام کا خط لیجانے پر مامور کیا، اس خط مین دعوتِ اسلام کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہؓ (جو اس وقت مہاجرین حبش کے ساتھ حبشہ مین موجود تھین) کے ساتھ نکاح کا پیام بھی تھا، اس دعوت نامہ کے اثر سے نجاشی حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کے جواب مین ایک عریضہ لکھا جس مین اسلام کا اقرار، قدم بوسی کی تمنا اور مہاجرین کی میزبانی وغیرہ کا ذکر تھا، اس کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیام دیا، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکیل بنا، اور نکاح کے بعد آپ کی طرف سے چار سو دینا مہر معجل ادا کیا[1]

ایک سریہ — اس سفارت کے بعد ابو سفیان کی ایک شرارت کا بدلہ لینے کی خدمت سپرد ہوئی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان قریش کے کچھ لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر آمادہ کر رہا تھا، ایک اعرابی نے اس کا بیڑا اٹھایا، اور ابوسفیان نے ضروری سامان مہیا کر دیا، وہ مدینہ پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین تشریف رکھتے تھے، یہ بھی وہین پہنچا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نیت تاڑ گئے، فرمایا کہ یہ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے، اعرابی حملہ کرنے والا ہی تھا کہ حضرت اسید بن حضیرؓ نے جھپٹ کر دبوچ لیا، اعرابی کے ازار سے خنجر گرا، جرم کھلا ہوا تھا، کسی شاہد کی ضرورت نہ تھی لیکن رحمۃ للعالمین نے معاف کر دیا، اس نے پورا پورا واقعہ سنایا، چونکہ اس جرم کا اصل بانی ابوسفیان تھا، اور اس کے بدولت اہل مدینہ اور قریش کی دائمی جنگ کی سی حالت قائم تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو اس غرض سے بھیجا کہ اگر موقع ملے تو اس فتنہ کے بانی کو ہمیشہ

[1] طبری ص ۱۵۶۹ و ۱۵۷۰

کے لیے خاموش کر دیا جائے۔ یہ دونون بزرگ مکہ پہنچے لیکن معاویہ نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ان کو دیکھ لیا، اور قریش کو خبر کر دی، ان لوگون نے کہا، ان کا آنا بے سبب نہین ہے، اور یہ کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرین گے، ان لوگون نے جب دیکھا کہ راز فاش ہو گیا تو مکہ سے نکل گئے، راستہ مین عبید اللہ بن مالک اور بنو ہذیل کا ایک آدمی ملا، عمرو[a] نے عبید اللہ کا اور سلمہ نے دوسرے شخص کا کام تمام کر دیا، اسکے بعد قریش کے دو[۲] جاسوس ملے جو انھین کی تلاش مین پھر رہے تھے، ان دونون بزرگون نے ان مین سے بھی ایک کو قتل کر دیا، اور ایک کو پکڑ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت مین لائے[۱]،

وفات امیر معاویہؓ کے آخری عہد امارت ۶۰ھ کے قبل مدینہ مین وفات پائی[۲]،

اولاد جعفر، عبد اللہ اور فضل تین لڑکے یادگار تھے[۳]

فضل و کمال فضل و کمال مین گو کوئی ممتاز حیثیت نہ تھی، تاہم اُن کی ۲۰ روایات حدیث کی کتابون مین موجود ہین، تلامذہ مین ذیل کے نام ہین، عبد اللہ، جعفر، فضل، زبرقان، شعبی، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، ابو قلابہ، جرمی، اور ابو المہاجر[۴]،

عام حالات شجاعت و شہامت اور جرأت و دلیری مین عرب کے ممتاز لوگون مین[۵] تھے، اس لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اہم امور کی تکمیل ان کے سپرد فرماتے تھے[۶]

---

[۱] ابن سعد جز ۴ قسم ا ص ۱۶۰، [۲] تہذیب الکمال ص ۲۸۷

[۳] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۶، [۴] تہذیب الکمال ص ۲۸۷،

[۵] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور،

[۶] اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۶،

حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ

نام ونسب ابان نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، ابان بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاموی، ماں کا نام ہند بنت مغیرہ تھا، ان کا سلسلۂ نسب پانچوین پشت پر عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے،[1]

زمانۂ جاہلیت اسلام لانے کے قبل ابان بھی دوسرے اہل خاندان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کے سخت خلاف تھے، چنانچہ جب ان کے بھائی خالدؓ اور عمروؓ مشرف باسلام ہوئے تو انھون نے اشعار مین اظہار ناراضی کیا،[2] جس کا ایک شعر یہ ہے)

الالیت میتاً بالظریبۃ شاھد لمایفتری فی الدین عمرو وخالد

(کاش ظریبہ مین موت کی نیند سونے والا دیکھتا کہ عمرو اور خالد نے دین مین کیا افترا کیا ہے۔)

غزوۂ بدر مین مسلمانون کے خلاف مشرکین کی حمایت مین اپنے بھائی عبیدہ اور عاص کے ساتھ لڑنے نکلے، عبیدہ اور عاص مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے لیکن ابان بچکر نکل گئے،[3]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس صلح کی گفت وشنید کے لیے بھیجا تو وہ ابان ہی کے یہان مہمان ہوئے تھے، کیونکہ یہ حضرت عثمانؓ کے عزیز تھے، اور ان ہی نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی تھی،[4]

ایک راہب سے گفتگو گو وہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھے، تاہم اصل حقیقت کی جستجو رہتی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارہ مین واقفکارون

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۳۵ [2] ایضاً [3] اصابہ جلد ۱ ص ۱۰ [4] استیعاب جلد ۱ ص ۳۵

سے پوچھا کرتے تھے، اس وقت شام اصحاب علم وخبر کا مرکز تھا، یہ تجارت کے سلسلہ مین وہان
جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک راہب سے کہا مین قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتا ہون، اسی قبیلہ کا
ایک شخص اپنے کو خدا کا فرستادہ ظاہر کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھکو بھی خدا نے عیسیٰ اور
موسیٰ کی طرح نبی بناکر بھیجا ہے، راہب نے نام پوچھا، انھون نے کہا محمدؐ، راہب نے صحف
آسمانی کی رو سے نبی مبعوث کا سن اور نسب وغیرہ بتایا، ابان نے کہا یہ تمام باتین تو اس
شخص مین موجود ہین، راہب نے کہا تو خدا کی قسم! وہ شخص عرب پر اقتدار حاصل کرنے کے
بعد تمام دنیا پر چھا جائے گا، تم واپس جانا تو خدا کے اس نیک بندے تک میرا سلام پہنچا
دینا، چنانچہ ابان جب واپس ہوئے تو رنگ بدل چکا تھا، اور اسلام اور مسلمانون کے
ساتھ وہ پرخاش باقی نہ رہی،[1]

اسلام وہجرت کچھ دنون کے بعد آبائی مذہب کی لاج، اور ہمچشمون کی طعنہ زنی کے خیال
سے خاموش رہے، لیکن زیادہ دنون تک جذبۂ حق نہ دب سکا اور خیبر کے قبل شرف باسلام
ہوگئے،[2] اور غالباً اسلام کے بعد ہی ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی،

غزوات اسلام لانے کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بناکر
نجد روانہ کیا، وہان سے کامیاب ہوکر واپس ہوئے تو خیبر فتح ہو چکا تھا، اسی وقت حضرت
ابوہریرہؓ بھی مہاجرین حبش کے ساتھ واپس ہوئے تھے، دونون نے عرض کی یارسول اللہ!
خیبر کے مال غنیمت سے کچھ ہم لوگون کو بھی مرحمت ہو، ان مین اور حضرت ابوہریرہؓ مین
پہلے سے کچھ چشمک تھی، انھون نے کہا یارسول اللہ! ان لوگون کو نہ دیجئے، ابان کو غصہ
آگیا، بولے پہاڑ کی بھیڑی اتری وہ بھی بولی!! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون کو خاموش کیا،[3]

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۳۰ [2] استیعاب جلد ۱ ص ۳۵ [3] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی غزوۂ خیبر مین دو
مختلف قسم کی روایتین ہین ہم نے دونون کی تطبیق کی کوشش کی ہے،

نجد کی مہم کے علاوہ ان کو دوسرے سریون کی امارت بھی عطا کی گئی،

بحرین کی امارت علاء بن حضرمی کو معزول کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کے بری اور بحری دونون حصون کا عامل مقرر کیا، آپ کی وفات تک یہ اپنے فرائض ذمہ داری سے انجام دیتے رہے، وفات کی خبر سنکر وہان سے واپس ہوئے[1]،

خلافت صدیقی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت عام کے بعد قریش کے جو چند افراد کچھ دنون تک ان کی بیعت سے دست کش رہے تھے، ان مین ایک ابان بھی تھے لیکن جب بنو ہاشم نے بیعت کر لی تو ان کو بھی کوئی عذر نہ ہوا، صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عامل کو معزول نہین کیا تھا، ابان بھی آپ کے مقرر کردہ عامل تھے، اس لیے ان سے دوبارہ واپس جانے کی خواہش کی، لیکن انھون نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا پیش کردہ عہدہ نہین قبول کر سکتا، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنون تک اس عہدہ پر قائم نہین رہے، اور خلیفۂ اول کے اصرار پر یمن کی گورنری قبول کر لی تھی[3]،

وفات زمانۂ وفات مین بہت اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے آخر عہدِ خلافت مین جنگِ اجنادین مین شہادت پائی، ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ جنگ یرموک مین شہید ہوئے، ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک زندہ تھے، اور مصحف عثمانی ان ہی کی نگرانی مین حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی نے لکھا تھا، لیکن ان سب مین مستند تر اجنادین کی شہادت کی روایت ہے، چنانچہ مصعب، زبیر اور دوسرے نسابون کا بھی یہی خیال ہے[4]،

[1] استیعاب جلد ۱ ص ۳۵ [2] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۳۷ [3] استیعاب جلد ۱ ص ۳۶

حضرت نعیم بن مسعودؓ

نام ونسب نعیم نام، ابوسلمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ ابن قنفذ بن حلاوہ بن سبیع بن بکر بن اشجع بن ریث بن غطفان غطفانی اشجعی۔

قبل اسلام غزوۂ احزاب ۵ھ مین اپنے قبیلہ کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ کو نکلے، گو نعیم اس وقت آبائی مذہب پر تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قدیم شناسائی کی بنا پر ان کا دل اسلام سے متاثر تھا، غزوۂ احزاب مین یہ اثر پورے طور پر نمایان ہوگیا، چنانچہ ایک دن کسی کو اطلاع دیے بغیر مغرب وعشا کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اس وقت آپ نماز مین مشغول تھے، اس سے فارغ ہونے کے بعد ان کو دیکھا، پوچھا کیسے آئے، عرض کیا حلقہ بگوش ہونے آیا ہون، جو خدمت میرے قابل ہو اس کے لیے حاضر ہون، فرمایا اگر ان قبائل (احزاب کا اجتماع) کو کسی طرح ہٹا سکتے ہو تو ہٹانے کی کوشش کرو، گو عرب کے ٹڈی دل قبائل کا منتشر کرنا آسان نہ تھا، اس لیے نعیم نے ان مین پھوٹ ڈلوادی، پہلے بنو قریظہ کے پاس گئے، اور کہا قریش اور غطفان کا کوئی اعتبار نہین، اگر موقعہ ملا تو وہ مسلمانون سے لڑین گے، ورنہ واپس چلے جائین گے، تم لوگون کو ہمیشہ مسلمانون کے ساتھ رہنا ہے، اس لیے تم درمیان مین پڑکر خواہ مخواہ کیون جھگڑا خریدتے ہو، اگر تم کو قریش کا ساتھ ہی دینا ہے تو ان کے کچھ آدمی ضمانت کے طور پر اپنے یہان رکھ لو کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی نہ کرسکین، ان لوگون نے یہ مشورہ قبول کیا، اس کے بعد ابوسفیان کے پاس گئے، اور کہا قریظہ مسلمانون کے ساتھ

کشیدگی پر بہت نادم ہین، اور ان سے از سر نو تعلقات خوشگوار بنانا چاہتے ہین، چنانچہ انھون نے محمدؐ کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے ستر آدمی عنقریب تمھارے پاس بھیجین گے، تم ان کی گردن اڑا کر اپنا بدلہ لینا، اور ان دونون کے ہٹانے مین بھی ہم تمھارے معاون و مددگار رہین گے۔ اس لیے میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم ان کے دام فریب مین نہ آؤ، اگر وہ ضمانت وغیرہ مین کچھ آدمی مانگین تو ہرگز نہ دو، اس کے بعد اس نے قبیلہ غطفان کو بھی یہی مشورہ دیا، یہ خود اس قبیلہ کے آدمی تھے، اس لیے سب نے متفقہ ان کی تائید کی،

اس کے بعد بنو قریظہ نے ابوسفیان کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم کو خطرہ ہے کہ تم لوگ ہم کو چھوڑ کر محمدؐ کا ساتھ دوگے، اس لیے ہم اس وقت محمدؐ سے لڑنے مین تمھارا ساتھ نہین دے سکتے، جب تک ہمارے اطمینان کے لیے ستر آدمی ضمانت کے طور پر ہمارے یہان نہ بھیجدو، ابوسفیان نے کہا نعیم کا کہنا سچ تھا، اس کے بعد غطفان کے پاس بھی یہی پیام بھیجا لیکن سب نے آدمی دینے سے انکار کر دیا، اور کہا ہم آدمی تو نہین دے سکتے، اگر تم کو یقین نہین ہے تو ہم سے الگ ہو کر تم خود مسلمانون سے مقابلہ کرو، یہودیون نے کہا توراۃ کی قسم نعیم کا کہنا بالکل سچ تھا، غرض اس کے بعد کسی کو ایک دوسرے پر اعتبار نہین رہا، اور آپس مین پھوٹ پڑ گئی،[1]

اتفاق سے اسی دوران مین ہوا کا ایسا طوفان آیا کہ خیمون کی طنابین اکھڑ اکھڑ گئین اور چولھون پر سے ہانڈیان الٹ گئین، غرض کچھ نااتفاقی اور کچھ موسم کی خرابی کی وجہ سے سب نے اپنی اپنی راہ لی اور نعیم کی کارکردگی سے کفار کے بادل ہوا ہو کر چھٹ گئے،

---

[1] ابن سعد جزو مغازی ص ۷۰ و ۷۱

ہجرت اس غزوہ کے بعد ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے[1]،

غزوات غزوۂ احزاب کے بعد دوسرے غزوات مین بھی شریک ہوتے رہے، غزوۂ تبوک مین اپنے قبیلہ کو ابھار کر لائے، پھر فتح مکہ کے لیے بنواشجع کو آمادہ کرنے کے لیے گئے[2]،

وفات وفات کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ جنگِ جمل میں کام آئے، دوسری یہ کہ اسی عہد مین وفات پائی[3]،

فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی قابلِ ذکر مرتبہ نہ تھا، تاہم ان کے صاحبزادے سلمہ نے ان سے روایتین کی ہین[4]،

حضرت واقدؓ بن عبد اللہ

نام ونسب واقد نام، والد کا نام عبد اللہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف ابن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی حنظلی،

اسلام وہجرت دعوت کے آغاز یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور اذنِ ہجرت کے بعد وطن چھوڑ کر مدینہ کی غربت اختیار کی، اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غربت کی اجنبیت دور کرنے کے لیے ان مین اور بشر بن براءؓ بن معرور مین مواخاۃ کرادی[5]،

غزوات ہجرت عظمیٰ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا سریہ مقام نخلہ عبد اللہ ابن جحش کی زیر امارت قریش کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لیے بھیجا، اس مین حضرت واقد

۱؎ ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۲۰ و ۲۱ ۲؎ ایضاً ۳؎ استیعاب ج اول ص ۳۱۲ و اصابہ تذکرہ نعیم بن مسعود ۴؎ تہذیب الکمال ص ۴۰۳ ۵؎ ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۴

بھی تھے، ان لوگون نے منزل مقصود پر پہنچکر قیام کیا، ابھی یہ لوگ پہنچے ہی تھے کہ قریش کا قافلہ ادھر سے گذرا، مسلمانون نے حملہ کرنے کا مشورہ کیا، لیکن رجب کا مہینہ تھا جس مین عرب مین خونریزی حرام تھی، اس لیے سب ابتدا کرتے ہوئے جھجکتے تھے، لیکن حضرت واقد رضنے ہمت کرکے عمرو بن حضرمی کو تیر کا نشانہ بنا دیا، مکہ والون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کہلا بھیجی کہ تم لوگ بھی شہر حرام کی حرمت کرتے ہو، اور اس مین خونریزی کرنا برا سمجھتے ہو، پھر تمھارے آدمی نے ہمارے ایک آدمی کا خون کیون بہایا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی،[1]

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ	اے محمد! مشرکین تم سے شہر حرام مین لڑائی
قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ	کے متعلق پوچھتے ہین، ان سے کہدو کہ اس
وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ	مین لڑنا بڑا گناہ ہے، لیکن خدا کی راہ سے
بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ	روکنا اور لوگون کو مسجد حرام مین نہ جانے دینا
اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ وَ	اور اس مسجد مین عبادت کرنے والون کو
الْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ،	نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے،
(بقرہ - ۲۶)	اور فساد برپا کرنا قتل سے بھی بڑھ کر ہے،

سریہ نخلہ مین ایک مشرک کا سب سے پہلا خون تھا جو حضرت واقد رض کے ہاتھ سے بہا، اس سریہ کے بعد بدر، احد، خندق وغیرہ کی تمام معرکہ آرائیون مین برابر شریک ہوتے رہے،[2]

وفات حضرت عمر رض کے عہد خلافت مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال فضل وکمال کے لحاظ سے گو کوئی لائق ذکر مرتبہ نہ پاسکے تاہم انکی ایک آدھ روایت کتب احادیث مین موجود ہے

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۱۹۴ [2] ابن سعد جزو ۳ ق ۱ ص ۲۸۴ [3] ایضاً

حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ

نام ونسب عیاش نام، ابو عبد الرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عیاش بن ابی ربیعہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، عیاش مشہور دشمن اسلام ابو جہل کے ماں جائے بھائی تھے۔[1]

اسلام وہجرت گو عیاش ابو جہل جیسے کینہ پرور کے بھائی اور اس کے ہم صحبت تھے تاہم انکا آئینۂ قلب کدورتوں سے پاک اور پرتو حق قبول کرنے کے لیے آمادہ تھا، چنانچہ دعوت اسلام کے ابتدائی ہی ایام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین مع اپنی بیوی اسماء کے ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے، یہان ایک صاحبزادہ عبد اللہ پیدا ہوئے، پھر حبشہ سے مکہ آئے اور مکہ سے حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرتِ مدینہ کا شرف حاصل کیا۔[2]

ابتلاء وآزمائش ابو جہل جو دوسرون کو اسلام اور مسلمانون کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا اور اس جرم مین اپنے زیردستون کو سخت سے سخت سزائین دیتا تھا، اپنے بھائی کا اسلام کس طرح ٹھنڈے دل سے گوارا کرلیتا، چنانچہ ان کی تلاش مین مکہ سے مدینہ آگیا اور عیاش سے کہا کہ والدہ تمھاری جدائی سے سخت بے قرار ہین، اور انھون نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ تم کو دوبارہ نہ دیکھ لین گی اس وقت تک نہ سر مین تیل ڈالین گی، اور نہ سایہ مین بیٹھین گی، عیاشؓ ان کی یہ حالت سنکر ان کی محبت مین ابو جہل کے ساتھ مکہ واپس آگئے، یہان پہنچکر ابو جہل نے ان کو قید کردیا، اور وہ عرصہ تک اسی قید مین

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۹۵

گرفتار رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مسلمان قیدیوں کے ساتھ ان کے لیے بھی دعا فرماتے تھے کہ خدایا ان کو مشرکین کے ظلم سے نجات دلا،[1]

عیاش رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک اور بزرگ ولید بھی اسی جرم میں قید تھے، وہ کسی طرح چھوٹ کر نکل گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مصیبت بیان کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دوبارہ عیاش رضی اور سلمہ رضی کو چھڑانے کے لیے واپس کیا، چنانچہ یہ مکہ گئے اور ان دونوں بزرگوں کو قید سے نکال لائے،[2]

وفات حضرت ابوبکر رضی کے عہد میں فتوحات شام میں مجاہدانہ شریک ہوئے، اور ایک روایت کی رو سے اسی سلسلہ میں یرموک یا یمامہ کے معرکہ میں شہید ہوئے، اور دوسری روایت کی رو سے شام میں وفات پائی، لیکن طبری کے بیان کے مطابق شام سے واپس ہو کر مکہ میں پیوند خاک ہوئے،[3]

فضل وکمال ان کی روایات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں انس اور عبدالرحمن قابل ذکر ہیں،[4]

حضرت ابوفکیہہ رضی

نام ونسب یسار نام، ابوفکیہہ کنیت، نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا، ابتدا میں بنو عبدالدار کے غلام تھے،[5]

اسلام وشدائد دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، آغاز دعوت

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۹ [2] ابن سعد جزو ۴ ق ا ص ۹۵ [3] اصابہ جلد ۵ ص ۴۷ [4] تہذیب الکمال ص ۳۰۰ [5] اصابہ جلد ۳ ص ۲۷

مین آزاد مسلمان بھی مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے، ابو فکیہہ تو بے یار و مددگار غلام تھے، اور سنگدل آقا خود آمادہ ستم تھے، اس لیے اسلام لانے کے بعد ظلم و ستم کا نشانہ بن گئے، اور بنو عبد دار ان کو طرح طرح کی دردانگیز سزائین دیتے تھے، ٹھیک دوپہر کو تپتی ہوئی ریت پر منہ کے بل لٹا کر پیٹھ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتے تاکہ جنبش نہ کر سکین اور اس عبرت انگیز سزا کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا جب تک حضرت ابو فکیہہ بے ہوش نہ ہو جاتے، ایک مرتبہ امیہ نے پاؤن مین بیڑیان ڈال کر گھسیٹ کے جلتی ہوئی ریت مین ڈال دیا، ادھر سے ان کا بیٹا صفوان گذرا، یہ بھی "گرگ زادہ" تھا، ابو فکیہہ سے پوچھا، کیا یہ (امیہ) تیرے رب نہین ہین؟ اس حالت مین انھون نے جواب دیا کہ میرا رب خدا ہے، اس جواب پر صفوان نے غضبناک ہو کر ابو فکیہہ کا گلا گھونٹنا شروع کیا، اس کے دوسرے بھائی نے للکارا کہ ذرا اور زور سے صفوان نے شکنجہ اور کس دیا، اور اس وقت چھوڑا جب موت کا خطرہ پیدا ہو گیا، حسن اتفاق سے اسی وقت ستم زدہ غلامون کے مولیٰ (ابوبکر صدیقؓ) ادھر سے گذرے، انھون نے اس حال میں دیکھا تو خرید کر آزاد کر دیا،[1]

ہجرت و وفات آزادی کے بعد ہجرت ثانیہ مین حبشہ چلے گئے، لیکن طرح طرح کے المناک عذاب سہتے سہتے قویٰ ضعیف اور اعضا کمزور ہو چکے تھے، اس لیے ہجرت کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نہ رہ سکے، اور غزوۂ بدر کے قبل انتقال کر کے کشتگانِ خنجرِ تسلیم مین جا ملے،[2]

[1] اسد الغابہ جلد ۵ ص [2] ابن سعد جلد ۴ ق ۱ ص ۹۱۔

حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ ابن ابی قیس بن عبد ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری، ماں کا نام بہنانہ تھا اور قبیلہ بنو کنانہ سے تعلق رکھتی تھیں[1]

اسلام وہجرت آغاز دعوت میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا، پھر وہاں سے مدینہ آئے اور کلثوم بن ہدم کے یہاں اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور فروہ بن عمرو بیاضی میں مواخاۃ کرادی،[2]

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے اور بدری ہونے کا امتیاز حاصل کیا، اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، بدر کے بعد احد اور خندق وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے،[3]

شہادت حضرت عبداللہؓ کا جذبۂ شہادت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ہر موئے بدن خوننابہ فشانی کے لیے بے قرار رہتا تھا، چنانچہ وہ دعا کیا کرتے تھے کہ "خدایا تو مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک میرے جسم کا جوڑ جوڑ تیری راہ میں زخموں سے چور چور نہ ہو جائے، یہ دعا قبول ہوئی اور بہت جلد اس کا موقع مل گیا، حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فتنۂ ارتداد کی مہم میں مجاہدانہ شریک ہوگئے، اور مرتدوں کے مقابلہ میں اس بے جگری سے لڑے کہ جسم کے تمام جوڑ بند زخموں سے چور ہوگئے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، روزہ رکھے

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵۲ [2] ابن سعد جلد ۳ ق ا ص ۲۹۴ [3] ایضاً

ہوئے تھے، عبداللہ بن عمرؓ غروب آفتاب کے وقت جب کہ ابن مخرمہؓ کا آفتابِ عمر لبِ بام آچکا تھا، ان کی خبر لینے آئے، انھون نے پوچھا ابن عمرؓ تم افطار کر چکے؟ انھون نے کہا ہان، فرمایا میرے لیے بھی پانی لاؤ، لیکن پانی آتے آتے ابن مخرمہؓ تشنہ لب حوضِ کوثر پہ پہنچ گئے، اس وقت ان کا اکہتّرواں سال تھا[1]۔

اہل و عیال اولاد مین صرف ایک صاحبزادہ مساحق کا پتہ چلتا ہے، یہ زینب بنت سراقہ کے بطن سے تھے[2]۔

فضل و کمال ابن مخرمہؓ علم و عمل اور زہد و ورع کے لحاظ سے ممتاز شخصیت کے مالک تھے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین وکان فاضلاً عابداً[3] یعنی ابن مخرمہؓ فاضل اور عبادت گذار تھے[3]۔

حضرت نعیم النحامؓ

نام و نسب نعیم نام، نحام لقب، نسب نامہ یہ ہے، نعیم بن عبداللہ بن اسید بن عوف بن علبید بن عویج بن عدی بن کعب عدوی قرشی، نحام کے لقب کی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مین نے جنت مین نعیم کی "نحمہ" یعنی آواز سنی، اسی وقت سے نحام ان کا لقب ہوگیا[4]۔

اسلام نعیم نے اس وقت توحید کی دعوت پر لبیک کہا جب کل ۹ یا ۱۰ بندگان خدا نے اس دعوتِ حق کا جواب دیا تھا، حتی کہ حضرت عمرؓ بھی اس وقت تک کفر کی تاریکی مین

---

[1] استیعاب جلد اول ص ۳۷۰ [2] ابن سعد جلد ۳ ق اص ۲۹۴ [3] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۵۲
[4] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۵۹

محصور تھے[٣] لیکن اس زمانہ مین اسلام کا اظہار تعزیرات مکہ مین شدید ترین جرم تھا، اس لیے عرصہ تک اسلام کا اعلان نہ کر سکے، ہجرت کے اذن کے بعد جب مسلمانون کے لیے بیت الامن مدینہ کا دروازہ کھلا تو انھون نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا، مگر بنی عدی کی جن بیواؤن اور یتیمون کی پرورش اور خبرگیری کرتے تھے انھون نے التجا کی کہ ہم کو چھوڑ کر نہ جایئے، جس مذہب مین دل چاہے رہیے مگر جانے کا قصد نہ کیجیے، آپ سے کوئی شخص تعرض نہین کر سکتا، پہلے ہم سب کی جانین قربان ہو جائین گی، اس وقت آپ کو کوئی گزند پہنچ سکے گا، اس مجبوری کی بنا پر ابتدا مین ہجرت کا شرف حاصل نہ ہو سکا[١] لیکن یتیمون اور بیواؤن کی پرورش خود ایسی فضیلت ہے جس کے مقابلہ مین ہجرت کی تاخیر چندان اہمیت نہین رکھتی،

ہجرت سنہ ٦ھ مین اپنے چالیس اہل خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے لگا کر بوسہ دیا[٢] اور فرمایا، نعیم تمھارا قبیلہ تمھارے حق مین میرے قبیلہ سے بہتر تھا، انھون نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا قبیلہ بہتر تھا، فرمایا یہ کیسے؟ میرے قبیلہ نے تو مجھکو نکال دیا، مگر تمھارے قبیلہ نے تم کو ٹھہرائے رکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی قوم نے آپ کو ہجرت پر آمادہ کیا، اور میری قوم نے مجھ کو اس شرف سے محروم رکھا،[٤]

غزوات مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،

وفات بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت مین اجنادین کے معرکہ مین شہادت پائی، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ١٥ھ مین

---

[١] استیعاب جلد اول ص ١١ ٣١١ [٢] اسد الغابہ جلد ٥ ص ٣٣ [٣] حاکم نے مستدرک مین روایت کیا ہے کہ حبشہ کی ہجرت مین شریک تھے، لیکن اور تمام ارباب سیر اس کے مخالف ہین [٤] ابن سعد جلد ٤ ق اول ص ١٠٢ [٥] اصابہ جلد ٦ ص ٢٤٨

یرموک میں شہید ہوئے[1]

اولاد | وفات کے بعد اولاد ذکور میں ابراہیم اور اناث میں امہ چھوڑیں، اول الذکر زینب بنت حنظلہ کے بطن سے تھے، اور ثانی الذکر عاتکہ بنت حذیفہ کے بطن سے تھیں[2]

عام حالات | نہایت فیاض، رحم دل، یتیموں کا ملجا، بیواؤں کا ماوی اور غریبوں کے مددگار تھے، بنی عدی میں یتیموں اور بیواؤں کے علاوہ اور جس قدر فقراء تھے، ان سب کو مہینہ مہینہ کرکے کھانا کھلاتے تھے[3]

حضرت معمرؓ بن عبداللہ

نام ونسب | معمر نام، باپ کا نام عبداللہ، سلسلۂ نسب یہ ہے، معمر بن عبداللہ بن نضلہ بن عبدالعزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی العدوی،

اسلام وہجرت | معمر ابتدائے دعوت میں اسلام لائے اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے، پھر وہاں سے مکہ واپس آئے، اور عرصہ تک یہاں مقیم رہے، اس لیے مدینہ کی ہجرت میں تاخیر ہوئی، اور بالکل آخر میں یہ شرف حاصل ہو سکا[4]

حجۃ الوداع | اسلام کے بعد کا زمانہ زیادہ تر حبشہ اور مکہ میں گذرا تھا، اس لیے غزوات میں شرکت کا موقع نہ مل سکا، اور مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس سفر میں سواری مبارک کا اہتمام انہی کے سپرد تھا، اور کجاوہ وغیرہ یہی کستے تھے، ایک دن کسی حاسد نے اس کو ڈھیلا کر دیا جس سے وہ چلنے میں ہلنے لگا، صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ رات

[1] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۴ [2] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۰۲ [3] ایضاً [4] ایضاً ترجمہ معمر

تنگ ڈھیلا معلوم ہوتا تھا، عرض کی میں نے تو حسب معمول کس کر باندھا تھا، اس شرف پر کسی حاسد نے ڈھیلا کر دیا ہوگا، تاکہ میری جگہ کسی دوسرے کو یہ خدمت سپرد کر دی جائے، آپ نے فرمایا، "تم مطمئن رہو، میں تمہارے علاوہ کسی دوسرے کو نہ مقرر کروں گا"، اسی حج میں ان کو موئے مبارک تراشنے کا شرف حاصل ہوا، جب یہ استرہ لے کر تیار ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً فرمایا "معمر تم کو رسول اللہ نے اپنے کان کی لو پر قابو دیدیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے"، عرض کی خدا کی قسم یا رسول اللہ! یہ خدا کی کتنی بڑی نعمت اور اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مجھکو حضور کے بال تراشنے کا فخر حاصل ہو رہا ہے،[1]

فضل وکمال معمر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا، اس لیے صرف دو حدیثیں مروی ہیں،[2]

احتیاط تاہم عملی زندگی میں ادنی ادنی باتوں میں بڑی احتیاط کرتے تھے، ایک مرتبہ غلام کو گیہوں دیا کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے جو خرید لائے، غلام نے بیچنے کے بجائے جو سے بدل لیا، اور جو کی مقدار زیادہ تھی، ان کو معلوم ہوا تو باز پرس کی کہ تم نے ایسا کیوں کیا، تبادلہ میں مساوات کا لحاظ رکھا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانے کی چیزوں کا تبادلہ کھانے کی چیزوں کے ساتھ برابر برابر ہونا چاہیے، اور اسی وقت غلام کو بھیجکر واپس کرا دیا،[3]

حضرت عمرو بن عوف رضؓ

نام ونسب عمرو نام، ابو عبد اللہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن عوف بن زید بن ملیحہ ابن عمرو بن بکر بن افرک بن عثمان بن عمرو بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۴۰۰ [2] تہذیب الکمال ص ۳۸۲ [3] مسلم جلد ۱ ص ۶۳۳ طبع مصر

اسلام وہجرت عمرو بن عوفؓ ابتدا سے دعوتِ اسلام میں مشرف باسلام ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے[1]،

غزوات ابن سعد کی روایت کے مطابق سب سے پہلے غزوہ ابوا میں شریک ہوئے، لیکن بعض خندق بتاتے ہیں[2]،

غزوۂ تبوک غزوۂ تبوک کے زمانہ میں عرب میں ایسا سخت قحط تھا کہ ذی حیثیت صحابہ کے لیے اس میں شریک ہونے کا انتظام مشکل تھا، نادار صحابہ کا تو ذکر ہی نہیں چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے تیاریاں شروع کیں، اور دولتمند صحابہ نے اپنا ساز وسامان درست کیا تو وہ صحابہ جو ایمان کی لازوال دولت کے سوا مادی دولت سے تہی دامن تھے، خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت عمروؓ بھی تھے ان سب نے مل کر درخواست کی کہ "ہم بالکل بے مایہ ہیں، اگر ہمارے لیے کچھ انتظام فرمایا جائے تو ہم بھی شرف جہاد سے محروم نہ رہیں" یہاں فقر وفاقہ کے سوا کیا تھا، جواب ملا، میرے پاس کیا ہے، یہ لوگ جہاد کی محرومی پر غمگین وملول روتے ہوئے واپس ہوئے، مگر ان آنسوؤں نے دامن رحمت کو نم کر دیا، اور اس حکم نے ان کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا[3]،

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (توبہ-۱۲)

اور نہ ان لوگوں پر (الزام) ہے جو تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری بہم پہنچا دو تو تم نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تم کو سوار کروں (یہ سنکر) وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ میسر آنے کے غم میں انکی آنکھیں اشکبار تھیں،

وفات امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں مدینہ میں وفات پائی[4]،

۱ استیعاب جلد ۲ ص ۵۰۴ ۲ اصابہ جلد ۵ ص ۹ ۳ تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ ص ۱۴۶ ۴ استیعاب جلد ۲ ص ۴۵۰

حضرت عثمان بن طلحہؓ

نام ونسب عثمان نام، والد کا نام طلحہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عثمان بن طلحہ بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد دار بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی العبدری، ماں کا نام[1] تھا، یہ قبیلہ بنی عمرو سے تھیں، عثمان کے والد طلحہ احد مین مشرکین کے ساتھ صف آرا تھے، اور حضرت علیؓ کے مقابلہ مین آئے، لیکن ذو الفقار حیدری سے نہ بچ سکے، زمانۂ جاہلیت مین خانہ کعبہ کی کلید برداری کا منصب طلحہ کے متعلق تھا، اور زمانۂ اسلام مین یہ وراثت عثمان کو ملی[2]

اسلام وہجرت فتح مکہ کے پہلے خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا، اور ۸ھ مین ہجرت کرکے مدینہ کا قیام اختیار کیا[3]

غزوۂ فتح ہجرت کے بعد سب سے پہلے غزوۂ فتح مین شریک ہوئے، اور خانہ کعبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو مین داخل ہوئے، اس وقت کلید برداری کے منصب پر بھی فائز تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کنجی طلب کی، انھون نے گھر جاکر ماں سے مانگی، ماں نے دینے سے انکار کیا، (غالباً یہ اس وقت تک مسلمان نہین ہوئی تھین) بولے ابھی حوالہ کردو ورنہ خدا کی قسم یہ تلوار پیٹھ مین اتار دون گا، اور کنجی لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کی، آپ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، یہ بھی ساتھ ساتھ تھے، دونون کے اندر جانے کے بعد دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا، پھر تطہیر کعبہ[4]

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۷۲ [2] [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۲۹ [4] مسلم جلد ۱ ص ۵۰۰ طبع مصر

کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے تو کنجی عثمان کے حوالہ کر کے فرمایا، جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا،[1]

وفات تاحیاتِ نبوی مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد کلید برداری کے فرائض کی وجہ سے پھر مکہ چلے آئے، اور یہیں ۴۲ھ میں وفات پائی،[2]

حضرت سہل بن بیضاء رضؓ

نام و نسب سہل نام، والد کا نام وہب، نسب نامہ یہ ہے، سہل بن وہب بن ربیعہ ابن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک، ماں کا نام بیضاء تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، بیضاء بنت جحدم بن عمرو بن عائش بن ظرب بن حارث بن فہر، سہل باپ کے بجائے ماں کی نسبت سے مشہور ہوئے، چنانچہ عام طور پر سہل بن بیضاء کہلاتے تھے،

قبل از اسلام اسلام لانے سے پہلے بھی سہل منصف مزاج اور رقیق القلب تھے، چنانچہ دعوتِ اسلام کے آغاز میں جب قریش نے آپس میں معاہدہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے خاندان والوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور بنی ہاشم کئی برس تک مصیبتیں جھیلتے رہے تو آخر میں بعض خدا ترس اور منصف مزاج آدمیوں نے اس معاہدہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور ان کی کوششوں سے یہ معاہدہ ٹوٹا، ان عدل پرور لوگوں میں سہل بھی تھے،[3]

اسلام اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں کے بعد سہل مشرف باسلام ہوئے لیکن مشرکینِ مکہ کے خوف سے اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا، اور مذہبی فرائض خفیہ ادا کرتے رہے،

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۴۸۴ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۵۰۵

بدر | غزوۂ بدر تک انھون نے اسلام کا اعلان نہین کیا تھا، اور مشرکین مکہ ان کو آبائی مذہب پر سمجھتے تھے، چنانچہ اپنے ساتھ بدر مین لے گئے، جب مشرکین کو شکست ہوئی تو سہیل بھی گرفتار ہوئے، عبد اللہ بن مسعودؓ ان کے اسلام سے واقف تھے، اور مکہ مین ان کو نماز بھی پڑھتے دیکھ چکے تھے، چنانچہ ان کی شہادت پر سہیل کی رہائی ہوئی،[1]

ہجرت اور غزوات | رہائی کے بعد مستقلاً مدینہ مین رہنے لگے، اور بعض بعض غزوات مین بھی شریک ہوئے،[2]

وفات | زمانۂ وفات کی تعیین نہین کیجا سکتی، مگر اس قدر مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات پائی،

حضرت سہیل بن بیضاءؓ

نام ونسب | سہیل نام، ابو موسیٰ کنیت، باپ کا نام وہب تھا، حضرت سہیلؓ مذکور الصدر بزرگ حضرت سہلؓ کے حقیقی بھائی تھے،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے،[3] اسلام کے بعد ہجرت کر کے حبشہ گئے، وہان عرصہ تک مقیم رہے، اور جب اسلام کی علانیہ تبلیغ ہونے لگی

[1] ابن سعد جلد ۴ قسم اول ص ۱۵۶ [2] ایضاً [3] بعض ارباب سیر لکھتے ہین کہ انھون نے بھی اپنا اسلام چھپایا تھا، لیکن یہ صحیح نہین ہے، یہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی پہلے اسلام لا چکے تھے، اور حبشہ کی ہجرت کی تھی، پھر مدینہ جانے کے بعد غزوات مین برابر شریک ہوتے رہے، اسلام چھپانے والے ان کے بھائی حضرت سہلؓ تھے، جو بدر مین گرفتار ہوئے اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی شہادت پر چھوڑے گئے، ابن سعد کا بھی یہی خیال ہے، دیکھو ابن سعد جلد ۴ ق ا ص ۱۵۶

تو مکہ واپس آئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ گئے[۱]

غزوات | مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر میں شریک ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی، اس کے بعد احد اور خندق وغیرہ کے تمام معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے[۲] غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ آپ کی سواری پر سوار تھے، راستہ میں آپ نے ان کو دو تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا، یہ برابر جواب دیتے رہے، اور لوگ بھی اس پکار کا مقصد سمجھ گئے، اور سب آپ کے گرد جمع ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خدا کی توحید کی شہادت دی، اس پر خدا آتش دوزخ حرام کر دے گا، اور جنت یقینی ہو جائیگی[۳]

وفات | تبوک سے . . . . واپسی کے بعد سنہ ۹ھ میں وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی[۴] موت کے بعد ان کی کوئی اولاد یادگار نہ تھی۔

حضرت ابوقیس بن حارث

نام ونسب | نام اور کنیت دونوں ابوقیس ہے، والد کا نام حارث تھا، نسب نامہ یہ ہے، ابوقیس بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی السہمی، ان کے دادا قیس بن عدی سرداران قریش میں سے تھے، اور باپ حارث اس کینہ پرور گروہ میں تھا جو قرآن کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا، اور جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی[۵]

والذین جعلوا القرآن عضین | جن لوگوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے
فوربک لنسئلنھم اجمعین | کر ڈالے تمہارے رب کی قسم ہم ان کے

---

[۱] استیعاب جلد ۲ ص ۶۹۵ [۲] ابن سعد جلد ۳ قسم ۱ ص ۳۰۲ [۳] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۰، مستدرک میں تبوک کا ذکر نہیں ہے لیکن ابن سعد نے تصریح کر دی ہے [۴] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۶۲۹ [۵] استیعاب جلد ۲ ص ۷۰۴

عما کانوا یعملون فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستھزئین

اعمال کی ضرور باز پرس کرین گے بس تمکو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنادو اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو، جو لوگ تم پر ہنستے ہین ہم ان کے لیے کافی ہین،

(حجر - ۵)

اسلام وہجرت لیکن اسی آذر کے گھر مین ابوقیس جیسا بت شکن پیدا ہوا، جس نے دعوت حق کی آواز سنتے ہی لبیک کہا، اور سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل کیا، اسلام کے بعد پھر ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا[1]

غزوات احد اور خندق وغیرہ سب مین شریک ہوئے[2]

شہادت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد خلافت مین ارتداد کے سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین شہادت پائی[3]

حضرت ابوکبشہ رضؓ

نام ونسب سلیم نام، ابوکبشہ کنیت، وطن اور نسب کے بارہ مین مختلف روایات ہین بعض فارسی بعض دوسی اور بعض مکی بتاتے ہین، ابوکبشہ غلام تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کیا[4]

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جاسکتا، شرف غلامی سے قیاس ہوتا ہے کہ دعوت اسلام کے قریب تر زمانہ مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہون گے۔

---

[1] اصابہ ج ۷، ص ۱۵۸ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۹ [3] اصابہ ج ۷، ص ۱۵۸،

[4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۲،

ہجرت مکہ کے ارباب ثروت اور صاحب وجاہت مسلمانوں کی عزت وآبرو تک مشرکین کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی، ابوکبشہ غلام تھے، ان کا پشت پناہ کون تھا، اسلیے اذن ہجرت کے بعد مدینہ چلے آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہاں مقیم ہوئے[1]

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدری ہونے کا شرف حاصل کیا، پھر احد اور دوسرے غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے[2]

مشرکین کی سفاہت کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتے تھے، چنانچہ ایک سفاہت یہ بھی تھی کہ آپ کو نعوذ باللہ ابوکبشہ کا بیٹا کہتے تھے، ارباب سیر اس کی مختلف توجیہیں کرتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ابوکبشہ کے ناہنالی اجداد میں کوئی شخص ابوکبشہ گذرا تھا، جو تمام عرب کے خلاف "شعری" کی پرستش کرتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرے سے بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی تھی، اس لیے عربوں کی مخالفت کے اس اشتراک کی بنا پر لوگ کہنے لگے کہ یہ دوسرا اس کا بیٹا پیدا ہوا اور یہ ابوکبشہ اصحاب کرام میں تھے، اس لیے ادھر ڈھال دیا کہ محمد ابوکبشہ کے بیٹے ہیں[3]

وفات ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ یوم سہ شنبہ کو جس دن حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، وفات پائی[4]

---

[1] ابن سعد جلد ۳ قسم اول ص ۳۳ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۶۷۴

[3] استیعاب جلد ۲ ص ۶۷۴ [4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۳

حضرت سلیطؓ بن عمرو

نام ونسب سلیط نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی، ماں کا نام خولہ تھا، ماںنھالی شجرۂ نسب یہ ہے، خولہ بنت عمرو بن حارث بن عمرو بن علس،

اسلام دعوتِ اسلام کے آغاز میں مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور حبشہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا[1]، پھر مدینہ آئے،

غزوات مدینہ آنے کے بعد بدر واحد، خندق وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے[2]،

سفارت سنہ ۶ھ میں جب آپ نے آس پاس کے امراء اور سلاطین کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ہوذہ بن علی حنفی کے پاس خط لیجانے کی خدمت سلیطؓ کے سپرد ہوئی، ہوذہ نے بڑی خاطر ومدارات کی اور انعام واکرام اور خلعت سے نوازا، اور جواب میں لکھا کہ تم جس چیز کی دعوت دیتے ہو وہ بہت بہتر ہے، لیکن میں بھی عرب کا ایک معزز ومقتدر شخص ہوں، اس لیے اگر بعض امور میں مجھے بھی شریک کر لو تو میں تمہاری پیروی کے لیے تیار ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سنا تو فرمایا کہ اگر وہ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگے تو میں نہیں دے سکتا[3]،

---

[1] استیعاب جلد اول ص ۱۴۸ [2] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۴۹ بدر کی شرکت کا ذکر اصابہ میں ہے،

[3] زرقانی جلد ۳ ص ۴۰۰ و ۴۰۴

شہادت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت مین فتنۂ ارتداد کی مشہور جنگ یمامہ مین شہید ہوئے، اولاد مین تنہا ایک لڑکے سلیط بن سلیط تھے۔[۱]

حضرت ابومرثد غنویؓ

نام ونسب کناز نام، ابومرثد کنیت، باپ کا نام حصین تھا نسب نامہ یہ ہے، کناز بن حصین ابن یربوع بن جہینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان ابن غنم بن یحیی بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر،

اسلام وہجرت ابومرثد نے آغاز دعوت مین اسلام قبول کیا، اور اذن ہجرت کے بعد مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین اور عبادہ بن صامتؓ مین مواخاۃ کرادی،[۲]

غزوات بدر، احد، خندق اور دوسری معرکہ آرائیون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے،[۳] مشہور صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے، لیکن ان کے اہل وعیال مکہ ہی مین ان کے حلیف کے نگرانی مین تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا ارادہ کیا تو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اپنے بال بچون کی حفاظت کے خیال سے اپنے حلیف کو اس کی خفیہ تحریری اطلاع دیدی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے چند سوار حضرت علیؓ کی سرکردگی مین اس تحریر کی تلاش مین دوڑائے، ان مین ایک ابومرثد بھی تھے، ان لوگون نے خاخ کے باغ مین خط لیجانیوالی عورت کو گرفتار کر لیا اور جامہ تلاشی لیکر خط برآمد کیا،[۴]

وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت ۱۲ھ مین چھیاسٹھ سال کی عمر مین وفات پائی،[۵]

---

[۱] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۱۵۹ [۲] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۰۰ [۳] ایضاً [۴] بخاری جلد ۲ ص ۹۲۵ [۵] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۹۴

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

نام و نسب عمیر نام، ابو محمد کنیت، ذوالشمالین لقب، نسب نامہ یہ ہے، عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ بن عمرو بن غبشان بن سلیم بن مالک بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر،[1]

اسلام و ہجرت ان کا زمانۂ اسلام متعین نہین، قبول اسلام کے بعد مدینہ ہجرت کی، اور سعد بن خیثمہ کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین اور یزید بن حارث مین مواخاۃ کرادی،[2]

شہادت حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب بزرگون مین تھے جن کا دامن زیادہ عرصہ تک

[1] بعض ارباب سیر ذوالشمالین اور ذوالیدین ایک ہی شخص کو قرار دیتے ہین جو محض التباس ہے، یہ دونون دو شخص ہین، احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ذوالیدین کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے، جس کو صحیحین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ رکعتون کے بجائے دو ہی رکعتین نماز پڑھکر سلام پھیر دیا، تمام صحابہ متحیر تھے لیکن کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، ذوالیدین جری آدمی تھے، انھون نے بڑھکر پوچھا یا رسول اللہ نماز کم کردیگئی یا آپ بھول گئے ہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے تصدیق چاہی، سبھون نے تائید کی کہ ہان آپ نے دو ہی رکعتین پڑھین، تصدیق کے بعد آپ نے بقیہ دو رکعتین پوری کرکے سجدۂ سہو کیا (بخاری کتاب الاذان باب ہل یاخذ الامام اذا شک بقول الناس) اس روایت کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہین جو غزوۂ خیبر ۷ھ مین اسلام لائے اور ذوالشمالین اس کے پانچ سال قبل بدر ۲ھ مین شہید ہوچکے تھے، اس لیے ذوالیدین اور ذوالشمالین دونون ایک شخص نہین ہوسکتے، دونون کے نام مین بھی فرق ہے، ذوالیدین کا نام خرباق ہے، اور ذوالشمالین کا عمیر تھا۔ [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۱۹،

دنیا سے ملوث نہ ہونے پایا، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے، ان کا اول وآخر غزوہ یہی تھا، اس میں جام شہادت پی کر پاک وصاف دنیا سے اٹھ گئے[1]، غربت کے غمگسار بھائی یزید نے بھی جو زندگی میں رفیق تھے، سفر آخرت میں ساتھ نہ چھوڑا، اور انھوں نے بھی اسی غزوہ میں مرتبہ شہادت حاصل کیا[2]

حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم رض

نام ونسب ابو سبرہ کنیت ہے، مگر اس کی شہرت نے اصل نام چھپا دیا، نسب نامہ یہ ہے ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری، ان کی والدہ برہ عبد المطلب کی بیٹی تھیں، اس رشتہ سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہوئے[3]،

اسلام وہجرت حضرت ابو سبرہؓ سابقین اسلام میں تھے، اور حبشہ کی دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل کیا، دوسری ہجرت میں ان کی بیوی کلثوم بھی ساتھ تھیں، ہجرت مدینہ کے بعد دوسرے مہاجرین کے ساتھ حبشہ سے مدینہ آئے، اور منذر بن محمد کے یہاں اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور سلمہ بن سلامہ میں مواخاۃ کرادی[4]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد بدر، احد اور خندق وغیرہ جس قدر غزوات ہوئے سب میں شریک رہے[5]، تاحیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں قیام رہا، آپ کی وفات کے بعد مکہ چلے آئے، بدری صحابیوں میں تنہا یہی ہیں جنھوں نے مدینہ کا قیام ترک کرکے دوبارہ

1. اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۸۱ 2. ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۱۱۹ 3. ایضاً ص ۲۹۳ 4. ایضاً 5. استیعاب جلد ۲ ص ۶۰۷

مکہ کی سکونت اختیار کی۔[1]

وفات — اور یہین حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی۔[2]

حضرت خنیسؓ بن حذافہ

نام و نسب — خنیس نام، ابوحذیفہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی قرشی، ام المومنین حضرت حفصہؓ پہلے ان ہی کی زوجیت مین تھین، ان کے انتقال کے بعد ام المومنین کے زمرہ مین شامل ہوئین[3]

اسلام و ہجرت — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے سے پہلے آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے اور پھر وہان سے مدینہ آئے، اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین اور ابی عبس بن جبیر مین مواخاۃ کرادی،[4]

غزوات و شہادت — سب سے پہلے بدر عظمیٰ مین تلوار کے جوہر دکھائے، پھر احد مین شریک ہوئے اور میدان جنگ مین زخم کھایا، زخم کاری تھا، اس سے جان بر نہ ہو سکے، اور اسی صدمہ سے ۳ھ مین مدینہ مین وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو مین دفن کیے گئے۔ وفات کے وقت کوئی اولاد نہ تھی،

---

[1] اصابہ جلد ۷ ص ۱۸۱ [2] ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۲۹۳ [3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۲۵ [4] ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۲۸۶ [5] ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۲۸۶، زخمی ہونے کا واقعہ استیعاب سے ماخوذ ہے،

حضرت عتبہ بن مسعودؓ

نام ونسب | عتبہ نام، والدہ کا نام مسعود تھا، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ابن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ، حضرت عتبہؓ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حقیقی بھائی تھے،[1]

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، ہجرتِ ثانیہ میں حبشہ پھر وہاں سے مدینہ گئے،[2]

غزوات | مدینہ آنے کے بعد سب سے اول احد میں شریک ہوئے، اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا فخر حاصل کرتے رہے،[3]

وفات | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی، ان ہی نے نماز جنازہ پڑھائی[4] حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس وقت زندہ تھے، ان کو بھائی کی موت کا سخت قلق ہوا، ضبط وتحمل کے باوجود بے اختیار آنسو جاری ہوگئے،[5] لوگوں نے تعجب کے لہجہ میں پوچھا آپ بھی روتے ہیں؟ جواب دیا میرا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا میرا ساتھی تھا، اور عمرؓ بن الخطاب کے علاوہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھا،[6]

فضل وکمال | عبداللہ بن مسعودؓ اپنے فضل وکمال کے لحاظ سے حبر الامۃ کہلاتے تھے، عتبہ بھی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے ان سے کم نہ تھے، لیکن دنیا سے کم سن گئے، اس لیے ان کے جوہر نہ چمکنے پائے،[5]

---

[1] ابن سعد جلد ۴ ق اول ص ۹۳ [2] ایضاً [3] استیعاب جلد ۲ ص ۵۰۸ [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۸،
[5] ابن سعد جلد ۴ ص ۹۳ [6] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۵۸ [7] ایضاً

حضرت صفوان بن بیضاءؓ

نام ونسب | صفوان نام، ابو عمرو کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صفوان بن وہب بن ربیعہ ابن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری، حضرت صفوانؓ، حضرت سہلؓ اور سہیلؓ کے بھائی تھے،

اسلام وہجرت | حضرت سہلؓ ارض مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور اذن ہجرت کے بعد مدینہ آئے، اور کلثومؓ بن ہدم کے یہاں اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور رافع بن معلی میں مواخاۃ کرادی،[1]

غزوات | ہجرت کے بعد سب سے اول عبد اللہ بن جحش کے ساتھ ایک سریہ میں شریک ہوئے پھر بدر عظمیٰ میں شرکت کا شرف حاصل کیا، ابن اسحٰق کی روایت کی رو سے اسی غزوہ میں طعیمہ ابن عدی کے ہاتھ سے جام شہادت پیا، لیکن ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طاعون عمواس میں وفات پائی، اور بعض روایتوں سے ۳۸ھ میں وفات کا پتہ چلتا ہے[2]

حضرت سنان بن ابی سنانؓ

نام ونسب | سنان نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، سنان بن ابی سنان بن محصن بن حرثان بن قیس بن لبید بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ،

اسلام وہجرت | زمانۂ اسلام وہجرت متعین نہیں، غالباً اپنے والد حضرت ابی سنانؓ کے ساتھ

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۳ [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۵۱ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۷

اسلام لائے ہوں گے اور ان ہی کے ساتھ ہجرت کی ہوگی،

غزوات بدر و احد و خندق وغیرہ تمام لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے[1]، پھر ۹ھ میں غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے، اور بیعت رضوان میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی بیعت لینی شروع کی تو سنانؓ نے بھی ہاتھ بڑھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس چیز پر بیعت کرتے ہو، عرض کی جو آپ کے دل میں ہے[2]،

وفات ۳۲ھ میں وفات پائی،

حضرت آنسہؓ

نام و نسب آنسہ نام، ابو مسروح کنیت، سراۃ میں پیدا ہوئے، نسب کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ سرور عالمؐ کی غلامی کا طوق ان کی گردن میں تھا[3]

اسلام و ہجرت اس شرف کی بنا پر آنسہؓ دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کے زمانہ میں مدینہ گئے، اور سعد بن خیثمہ کے مہمان ہوئے[4]، اور جب تک زندہ رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری محبوب مشغلہ رہا،

غزوات ہجرت کے بعد بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی میں جام شہادت پیا،

وفات لیکن زیادہ روایتیں حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں وفات کی ہیں[5]،

[1] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۶۶ [2] ایضاً و استیعاب ج ۲ ص ۷۰، ابن عبد البر نے یہ واقعہ حضرت ابی سنانؓ کی طرف منسوب کیا ہے، جو صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابی سنان بیعت رضوان کے قبل بنو قریظہ میں وفات پا چکے تھے، [3] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۲ [4] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۳۳ [5] ایضاً و اصابہ تذکرۂ آنسہ

حضرت طفیلؓ بن حارث

نام و نسب | طفیل نام، والد کا نام حارث، نسب نامہ یہ ہے، طفیل بن حارث بن مطلب ابن عبد مناف قرشی مطلبی، ماں کا نام سخیلہ تھا، یہ ثقفی قبیلہ سے تھیں،

اسلام و ہجرت | بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کر کے مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور سفیان بن نسر میں مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، بدر، احد اور خندق وغیرہ کوئی غزوہ نہ چھوٹا[2]،

وفات | عمر کے ستر مرحلے طے کرنے کے بعد ۳۲ھ میں وفات پائی[3]،

اولاد | اولاد میں صرف عامر بن طفیل کا پتہ چلتا ہے[4]،

حضرت سائبؓ بن عثمان

نام و نسب | سائب نام، باپ کا نام عثمان تھا، نسب نامہ یہ ہے، سائب بن عثمان بن مظعون ابن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی الجمحی، ماں کا نام خولہ تھا، نانہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص،

ہجرت حبشہ اور واپسی | دعوت اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، اور ۵ نبوی[5] میں

---

[1] ابن سعد جلد ۳ ق اول ص ۳۵ [2] استیعاب جلد اول ص ۲۱۶ [3] ایضاً [4] ابن سعد جلد ۳ ق اول ص ۳۵ [5] اصابہ جلد ۳ ص ۶۰

اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے[۱]، وہاں سے اہل مکہ کے اسلام کی افواہ سنکر مکہ واپس آئے۔ قریب پہنچے تو یہ خبر غلط نکلی، اس وقت واپس جانا بھی دشوار تھا، سخت کشمکش میں مبتلا ہوئے۔ بالآخر حضرت عثمان بن مظعونؓ اور ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کر کے مکہ میں مقیم ہو گئے[۲]،

ہجرت مدینہ | بدر سے پہلے اپنے پورے کنبہ کے ساتھ مکہ کی سرزمین چھوڑ کر یثرب کی غریب الوطنی اختیار کی[۳]، مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حارثہ بن سراقہ انصاری میں مواخاۃ کرا دی تھی[۴]،

نیابت رسول | بدر سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے دستے قریش کے کاروان تجارت کا پتہ لگانے کے لیے بھیجتے تھے، اور بعض میں بنفس نفیس شرکت فرماتے تھے، اسی سلسلہ کے ایک سریہ بواط میں جب نکلے تو سائب کو مدینہ میں اپنی قائم مقامی کا شرف عطا فرمایا[۵]،

غزوات | سائب مشہور تیرانداز تھے، اس لیے غزوات میں بڑے جوش و ولولہ کے ساتھ شریک ہوتے تھے، چنانچہ بدر، احد، خندق اور ان کے علاوہ تمام معرکوں میں داد شجاعت دی،

وفات | حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت ۱۲ھ میں جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور جنگ میں ایسا کاری زخم کھایا کہ اس کے صدمہ سے کچھ دنوں بعد وفات پا گئے، وفات کے وقت ۳۰ سال سے کچھ اوپر عمر تھی[۶]،

---

[۱] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۲ [۲] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۰۵ [۳] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۸ [۴] ایضاً ص ۲۹۲ [۵] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۴۳ [۶] استیعاب ج ۲ ص ۵۸۸، [۷] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۲

حضرت عامر بن ابی وقاصؓ

نام و نسب عامر نام، والد کا نام ابی وقاص تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عامر بن ابی وقاص بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، ماں کا نام حمنہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس اموی، عامر مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کے حقیقی بھائی اور امیر معاویہؓ کے بھانجے تھے[1]

اسلام حضرت عامرؓ کے نانا ابو سفیان اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے، لیکن حضرت عامرؓ نے اس ماحول میں اور اس وقت دعوتِ اسلام کو لبیک کہا جب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی، چنانچہ اسلام لانے والوں میں ان کا دسواں نمبر ہے،[2] اس وقت ان کی والدہ زندہ تھیں، ان کو لڑکے کی اس "بے راہ روی" کا سخت صدمہ ہوا، انھوں نے قسم کھائی کہ جب تک عامر اسلام سے تائب نہ ہوں گے اُس وقت تک وہ نہ سایہ میں بیٹھیں گی، اور نہ کھانا کھائیں گی حضرت سعدؓ بھی اس وقت دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے، ماں کی اس بے جا ضد پر بولے، اماں آپ عامر کے لیے یہ عہد کیوں کرتی ہیں میرے لیے کیجئے، انھوں نے کہا کیوں؟ کہا تاکہ اس وقت تک آپ نہ سایہ میں بیٹھ سکیں اور نہ کھا سکیں جب تک اپنے جائے قیام دوزخ کو نہ دیکھ لیں، انھوں نے جواب دیا میں تیرے لیے کیوں عہد کروں، میں اپنے سعادت مند بیٹے کے لیے عہد کرتی ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،[3]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۰۱ [2] استیعاب ج ۲ ص ۱۱۴ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۷۸، لیکن ارباب سیر و صحاح شان نزول حضرت سعدؓ سے متعلق کرتے ہیں،

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ	اگر تیرے ماں باپ تجھ کو اس بات پر مجبور کریں
بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا	کہ تو کسی کو میرا شریک بنا جس کا تجھکو کوئی علم
تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا	نہیں تو اس میں ان کی اطاعت نہ کر، ہاں
مَعْرُوْفًا (لقمان)	دنیا میں بھلائی کیساتھ ان کی رفاقت کر،

ہجرت اور غزوات بالآخر ماں کی اس بیجا ضد سے تنگ آکر ہجرتِ ثانیہ میں حبشہ چلے گئے، اور وہاں سے حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آکر[1] احد میں شریک ہوئے،[2]

وفات حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں شام میں وفات پائی،[3]

حضرت وہب بن سعدؓ

نام و نسب وہب نام، والد کا نام سعد تھا، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی،

اسلام و ہجرت زمانۂ اسلام تعیین طور پر نہیں بتایا جا سکتا، لیکن سرزمین مکہ ہی میں اسلام لائے،[4] اسلام کے بعد مدینہ ہجرت کی اور کلثوم بن ہدم کے یہاں اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور سوید بن عمرو کو رشتۂ اخوت میں منسلک کر دیا،[4]

غزوات مدینہ آنے کے بعد احد، خندق اور حدیبیہ وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے،[5]

شہادت غزوۂ موتہ ۸ھ میں حق مذہب ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کے اسلامی بھائی سوید جنہوں نے زندگی میں رفاقت کی تھی، موت میں بھی ساتھ دیا، چنانچہ وہ بھی اسی

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۱۰ [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۰ [3] اصابہ ج ۴ ص ۱۶ [4] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۹۶ [5] ایضاً

جنگ میں شہید ہوئے، شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال تھی،[۲]

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

نام ونسب عبداللہ نام، والد کا نام حارث تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی، ماں کا نام غزیہ تھا، ناتھالی شجرہ یہ ہے، غزیہ بنت قیس، بن طریف بن عبدالعزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر آبائی، نام عبد شمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا تھا،[۱]

اسلام وہجرت فتح مکہ کے پہلے اسلام قبول کرکے مدینہ آئے،[۲]

غزوات گو ان کی شرکتِ غزوات کی تصریح و تفصیل نہیں ملتی لیکن اس قدر مسلّم ہے کہ اس شرف سے محروم نہ تھے،

وفات چنانچہ کسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، وادی صفرا میں پہنچکر وفات پاگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیراہنِ مبارک میں کفنا کر دفن کیا، اور فرمایا کہ ان کو سعادت مل گئی،[۵]

حضرت عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب عمرو نام، والد کا نام سراقہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے، عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس ابن اداہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی،

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۸ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۶۵ [۳] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۳۳
[۴] ایضاً [۵] اصابہ ج ۴ ص ۱۵ و ابن سعد حوالہ مذکور

اسلام و ہجرت دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور بلاکشان اسلام کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے یہان مہمان ہوئے[1]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، بدر، احد اور خندق سب مین شرف جہاد حاصل کیا[2]، بڑے معرکون کے علاوہ چھوٹے چھوٹے سرایا مین بھی شریک ہوتے رہتے تھے، بعض بعض سریون مین فاقہ پر فاقہ ہوتے لیکن ابرو پر شکن تک نہ پڑتی، عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہین کہ ایک مرتبہ ایک سریہ مین عمرو بن سراقہ ہمارے ہمراہ تھے، راستہ مین فاقہ کی نوبت آگئی، عمرو چھریرے بدن کے نازک اندام اور لمبے آدمی تھے، اس لیے ان کی حالت زیادہ نازک ہوگئی، اور پتھر باندھکر چلنے کے لائق ہوئے[3]،

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی، اولاد کوئی نہ تھی[4]،

حضرت عبداللہؓ بن سراقہ

نام ونسب عبداللہ نام، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اواہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی،

حضرت عبداللہؓ مذکور الصدر صحابی حضرت عمروؓ کے بھائی تھے،

اسلام و ہجرت بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور مکہ سے براہ راست مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے یہان اترے[5]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد بدر، احد وغیرہ تمام معرکون مین شریک ہوتے رہے[6]،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۱ [2] ایضاً [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۹۹ [4] ابن سعد جزو ۳ ق ۱ ص ۲۸۱ [5] ایضاً [6] ابن سعد جزو ۳ ق ۱ ص ۱۰۴ [7] استیعاب ج ۱ ص ۳۹۳ و اصابہ ترجمہ عبداللہ بن سراقہ

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، وفات کے بعد انکی نسل نہ چلی[۱]

حضرت اسود بن نوفلؓ

نام ونسب | اسود نام، والد کا نام نوفل تھا شجرۂ نسب یہ ہے، اسود بن نوفل بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اسدی، ماں کا نام فریعہ تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، فریعہ بنت عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی، حضرت اسودؓ ام المومنین خدیجہؓ صدیقہ کے بھتیجے اور ورقہ بن نوفل کے بھائی تھے، ان کے والد نوفل سخت کینہ پرور مشرک اور مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے،[۲]

اسلام | لیکن جس گھر میں خدا کا نام لینا سخت ترین جرم تھا، اسی میں اسود نے توحید کی صدا بلند کی،[۳]

ہجرت | سبقت اسلام کے ساتھ اسود نے ہجرت حبشہ کا شرف بھی حاصل کیا، اور وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد مدینہ گئے[۴]

حضرت ثمامہ بن عدیؓ

نام ونسب | ثمامہ نام، باپ کا نام عدی تھا، نسبی تعلق قریش سے تھا، لیکن اس کی تصریح نہیں ملتی کہ اس کی کس شاخ سے تعلق تھا،[۵]

اسلام | زمانۂ اسلام کی تعیین بھی نہیں کیجا سکتی، مگر اتنا معلوم ہے کہ یہ شرف ابتدائی ایام میں حاصل ہوا، چنانچہ ارباب سیر نے آپ کو مہاجرین اولین کے زمرہ میں شامل کیا،[۶]

---

[۱] تہذیب الکمال ص ۱۹۹ [۲] اسد الغابہ ج اول ص ۸۸ [۳] ایضاً [۴] اصابہ ج اول ص ۴۵
[۵] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۸ [۶] اصابہ ج اول ص ۲۱۲

غزوات | ہجرت کے بعد بدر عظمیٰ مین شریک ہو کر امتیاز خاص حاصل کیا[۴]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین صنعا، کی مسند حکومت پر سرفراز ہوئے، آپ کی شہادت کے وقت یہین تھے، یہ المناک خبر سنکر آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے، اسی حالت مین خطبہ دیا، ضبط گریہ گلوگیر تھا، بمشکل چند جملے کہہ سکے کہ "امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین آج خلافت سلطنت سے بدل گئی، اب جو شخص جس چیز پر قابض ہوگا اسکو کھائیگا،[۵]

حضرت سعد بن خولہؓ

نام ونسب | سعد نام، والد کا نام خولہ تھا، یہ عجمی نژاد یمنی مسکن اور بنو عامر بن لوئی کے حلیف تھے،

اسلام وہجرت | حضرت سعدؓ سابقین اسلام مین تھے، حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی وہان سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہان قیام پذیر ہوئے،[۱]

غزوات | بدر، احد، خندق اور حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بدر مین پچیس ۲۵ سال کی عمر تھی،[۲]

وفات | حجۃ الوداع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ گئے، یہین بیمار پڑے اور وفات پاگئے،[۳] مہاجرین کے لیے مکہ مین مرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرماتے تھے، اسلیے سعد کی وفات سے بہت محزون ہوئے،[۴]

اولاد | آپ کی وفات کے دوہی ایک دن بعد آپ کی بیوی سبیعہ بنت حارث کے بطن سے ایک اولاد ہوئی، لیکن کچھ ہی دنون کے بعد فوت ہوگئی،

---

[۱] اسد الغابہ جلد اول ص ۴۹۰ [۲] استیعاب ج اول ص ۹، [۳] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۰ [۴] ایضاً [۵] مسلم ج اول ص ۵۰۷ طبع مصر [۶] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۷

حضرت معمرؓ بن ابی سرح

نام ونسب | معمر نام، ابوسعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، معمر بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری، ماں کا نام زینب تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے۔ زینب بنت ربیعہ بن ہلال بن ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے، دوسری ہجرت میں حبشہ گئے، وہاں سے مدینہ ہجرت کی اور کلثوم بن ہدم کے مہمان ہوئے،[1]

غزوات | بدر، احد اور خندق تمام مشہور لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے،[2]

وفات | حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،[3]

ازواج واولاد | حضرت معمرؓ کے دو بیویاں تھیں، امامہ بنت عامر اور حضرت ابوعبیدہؓ کی بہن، پہلی کے بطن سے عبداللہ تھے اور دوسری سے عمیر،[4]

حضرت محمیہؓ بن جزء

نام ونسب | محمیہ نام، والد کا نام جزء تھا، نسب نامہ یہ ہے، محمیہ بن جزء بن عبدیغوث ابن عویج بن عمرو بن زبید الاصغر، بنو جمح کے حلیف تھے، حضرت عباسؓ کے چھوٹے صاحبزادے فضل کے ساتھ ان کی صاحبزادی بیاہی تھیں،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی ایام میں اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ میں

---

[1] ابن سعد جلد ۳ ق ۱ ص ۳۰۔ [2] ایضاً [3] استیعاب ج اول ص ۲۷۰۔ [4] ابن سعد حوالہ مذکور

حبشہ گئے ہوں۔

غزوات | غزوۂ مریسیع (بنو مصطلق) کے زمانہ میں مدینہ ہجرت کی، اسی غزوہ سے شرکت کی ابتدا ہوئی،[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خمس کا عامل بنایا، غزوۂ مریسیع میں بھی یہ خدمت ان ہی کے سپرد تھی،[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش رہا کرتے تھے، ایک مرتبہ اظہار خوشنودی کے طور پر نہایت خوبصورت لونڈی عطا فرمائی تھی،[۳]

حضرت عدی بن نضلہؓ

نام ونسب | عدی نام، والد کا نام نضلہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے، عدی بن نضلہ بن عبد العزی ابن حرثان بن عوف بن عویج بن عدی بن کعب،

اسلام وہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز میں مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کرکے حبشہ گئے،[۴]

وفات | وقت پورا ہوچکا تھا، اس لیے مدینہ جانے کی نوبت نہیں، اور اسی غربت کدہ میں پیوند خاک ہوگئے، مہاجرین میں عدی پہلے شخص ہیں جنھوں نے ارضِ حبشہ کو آرامگاہ بنایا،[۵]

اولاد | وفات کے بعد متعدد اولادیں یادگار چھوڑیں، صاحبزادوں میں نعمان اور نعیم

---

[۱] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۵۴ [۲] استیعاب ج ۱ ص ۵۲۹ [۳] اصابہ ج ۱ ص ۸۶ و ابن سعد جو الہ مذکور [۴] اصابہ ج ۴ ص ۸۹ [۵] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۰۳ [۶] ایضاً و اصابہ ج ۴ ص ۲۲۳

اور صاحبزادے یہن ہین آمنہ تھین، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین نعمان کو میسان کا عامل بنایا تھا، یہ شاعر آدمی تھے، ایک غزل مین ایک عورت کی تشبیب کر ڈالی حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا، تو انھون نے فوراً معزول کر دیا، نعمان نے بڑی صفائی پیش کی کہ اس کا مقصد شاعری تھا، واقعہ سے اس کو کوئی تعلق نہین لیکن آپ نے کوئی عذر معقول نہ سمجھا اور فرمایا، ان اشعار کے بعد تم میرے عامل نہین رہ سکتے[۵]

حضرت یزید بن زمعہؓ

مطلب

نام و نسب یزید نام، والد کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ قرشی اسدی، ماں کا نام قریبہ تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھین، یزید کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے مشورہ کے عہدۂ جلیل کا عامل چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت یہ اس پر فائز تھے[۲]

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[۳]

غزوات و شہادت مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر جہاد مین شریک ہوتے رہے، غزوۂ طائف مین بھی آپ کے ساتھ تھے، اتفاق سے میدان جنگ مین ان کا گھوڑا بھڑک کر بھاگا، انھون نے پکڑ کر شہید کر دیا[۴]، کوئی اولاد نہ تھی۔

---

۵ ابن سعد جلد ۴ ق اول ص ۱۰۳ ۲ اصابہ ج ۶ ص ۳۴۰ ۳ ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۴۹ ۴ ایضاً و استیعاب ج ۲ ص ۶۲۶ قصہ کی تفصیل ابن سعد مین ہے

حضرت سکرانؓ بن عمرو

نام ونسب سکران نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، سکران بن عمرو بن عبد شمس ابن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری، ماں کا نام حبی تھا، ناںہالی شجرہ یہ ہے، حبی بنت قیس بن ضبیس بن ثعلبہ بن حیان بن غنم بن ملیح بن عمرو خزاعی،

اسلام وہجرت دعوت اسلام کے آغاز مین اسلام قبول کیا، اور ہجرت ثانیہ مین مع اپنی اہلیہ سودہ کے حبشہ گئے،

وفات موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق حبشہ مین وفات پائی اور ابن اسحاق کی روایت کے روسے حبشہ سے مکہ آئے اور مدینہ جانے کی نوبت نہ آسکی، یہین وفات پاگئے، ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی سودہؓ ام المومنین کے زمرہ مین شامل ہوئین،

حضرت ابوسنانؓ بن محصن

نام ونسب وہب نام، ابوسنان کنیت، والد کا نام محصن تھا، نسب نامہ یہ ہے، وہب ابن محصن بن حرثان بن قیس بن لبہ بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، وہب مشہور صحابی حضرت عکاشہؓ بن محصن کے بھائی اور قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے،

اسلام وہجرت زمانۂ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجاسکتی، مگر اتنا مسلّم ہے کہ اذن ہجرت کے پہلے اسلام لاچکے تھے، اور بدر سے پہلے مدینہ آگئے تھے،

ـــــــ

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۵۰ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۹ [3] ابن سعد حوالۂ مذکور

بدر | مدینہ آنے کے بعد ہی بدر کا معرکہ پیش آیا، چنانچہ اول اول اسی میں شریک ہوئے پھر احد اور خندق میں جانبازیاں دکھائیں[1]

وفات | ۵ھ میں بنو قریظہ کی مہم میں نکلے اور دوران محاصرہ میں انتقال کر گئے، اور بنو قریظہ کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے[2]

بعض ارباب سیر کا بیان ہے کہ ابو سنان صلح حدیبیہ میں موجود تھے، اور بیعت رضوان میں سب سے پہلے ان ہی نے بیعت کی تھی لیکن یہ محض التباس ہے، غزوہ بنو قریظہ میں ان کی وفات مسلم ہے، اور بیعت اس سے ایک سال بعد ۶ھ میں ہوئی۔ بیعت کرنے والے یہ نہیں بلکہ ان کے لڑکے سنان بن ابو سنان تھے،

حضرت فراس بن نضر رضی اللہ عنہ

نام و نسب | فراس نام، والد کا نام نضر تھا، نسب نامہ یہ ہے، فراس بن نضر بن حارث ابن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی، ماں کا نام زینب تھا، ناننہالی شجرہ یہ ہے، زینب بنت بناش بن زرارہ بن اسد بن عمرو بن تمیم تمیمی،[3]

اسلام و ہجرت | مکہ میں ابتداء میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے،[4]

شہادت | ان کی مدنی زندگی کے حالات کچھ نہیں معلوم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام کی لڑائیوں میں شریک ہوئے، اور اس سلسلہ کے مشہور معرکہ یرموک میں جام شہادت پیا،[5]

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۹۵ [2] اصابہ ج ۸ ص ۹۲ [3] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۹۰

[4][5] اصابہ و استیعاب ترجمۂ فراس،

حضرت حاطبؓ بن حارث

نام و نسب حاطب نام، والد کا نام حارث تھا، نسب نامہ یہ ہے، حاطب بن حارث بن معمر بن حبیب ابن وہب بن حذافہ بن جمح، ماں کا نام قتیلہ تھا، نانہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، قتیلہ بنت مظعون ابن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح،

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے اور ہجرتِ ثانیہ مین مع اہل و عیال حبشہ گئے،[1]

وفات پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا، اس لیے مدینہ جانے کی نوبت نہ آسکی اور اسی سرزمین کو آرامگاہ بنایا،[2] ۷ھ مین آپ کے اہل و عیال مدینہ واپس ہوئے، بچون مین محمد اور حارث یادگار تھے،[3]

حضرت معمرؓ بن حارث

نام و نسب معمر نام، والد کا نام حارث تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، معمر بن حارث بن معمر ابن حبیب ابن وہب بن حذافہ بن جمح، ماں کا نام قتیلہ تھا، حضرت معمرؓ مشہور صحابی حضرت عثمانؓ ابن مظعون کے بھانجے تھے،

اسلام ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقمؓ کے گھر مین تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کے زمانہ مین مکہ سے مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین

[1] ابن سعد ج ۴ ق اص ۱۴۲، [2] اصابہ ج ۲ ص ۵ ۳۱، [3] ابن سعد حوالہ مذکور

اور معاذ بن عفراء مین مواخاۃ کرا دی،[۱]

غزوات	مدینہ آنے کے بعد بدر و احد و خندق وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،[۲]
وفات	حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی،

حضرت ابورہم اشعریؓ

نام ونسب	مجدی نام، ابورہم کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، مجدی بن قیس بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکیر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر، حضرت ابورہمؓ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے چھوٹے بھائی تھے،[۳]
اسلام و ہجرت	بڑے بھائی کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے اور ان ہی کے ساتھ حبشہ گئے

اور حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے، یہ جنگ خیبر کا زمانہ تھا مگر ابورہمؓ اس مین شریک نہ ہو سکے تھے، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مال غنیمت مین ان کا حصہ بھی لگایا، اور فرمایا تم لوگ دوہرے مہاجر ہو، ایک مکہ سے حبشہ کی ہجرت، دوسری حبشہ سے مدینہ کی،[۴]

مدینہ آنے کے بعد سے ان کے حالات کا پتہ نہین چلتا، پھر وہ فتن مین نظر آتے ہین، یہ طبعاً ہنگامہ پسند تھے، فتنہ کے زمانہ مین بھی بہت نکلتے تھے، اور حضرت ابوموسیٰؓ ان کو روکتے تھے،

---

[۱] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۲۹۳ [۲] استیعاب ج اول ص ۲۷۰ [۳] ایضاً
[۴] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴۵ [۵] استیعاب ج ۲ صفحہ ۶۴۵

حضرت ابوبردہؓ

نام ونسب عامر نام، ابوبردہ کنیت، یہ بھی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بھائی تھے،

اسلام بھائی کے ساتھ اسلام لائے اوران ہی کے ساتھ حبشہ گئے، پھر وہاں سے حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے،[1]

مدینہ آنے کے بعد کے حالات کاکچھ پتہ نہیں چلتا،

حضرت حارث بن خالدؓ

نام ونسب حارث نام، والد کا نام خالد تھا، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن خالد بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ،

اسلام وہجرت دعوت کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے اور دوسری ہجرت میں مع اپنی اہلیہ ربطہ کے حبشہ گئے،[2]

وفات حبشہ میں ان کے چار اولادیں ہوئیں، موسیٰ، عائشہ، زینب اور فاطمہ، حبشہ سے مدینہ کی واپسی میں ایک مقام پر پانی پیا، اس میں سمیت تھی، اس کے اثر سے گھر کا گھر صاف ہوگیا، البتہ خود بچ گئے، اور راہ خدا میں پورے گھر کو دفنا کر یکہ وتنہا مدینہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجمعی کے لیے یزید بن ہاشم کے غلام کی لڑکی سے شادی کر دی،[3]

---

[1] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۹۷ [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۵

[3] اصابہ جلد اول ص ۲۹۰

حضرت عیاض بن زہیرؓ

نام ونسب عیاض نام، ابوسعد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر قرشی، ماں کا نام سلمی تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے سلمی بنت عامر بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث[۱]،

اسلام وہجرت زمانۂ اسلام کی تعیین نہیں کی جاسکتی، ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے، وہاں سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہاں اترے[۲]،

غزوات بدر واحد اور خندق وغیرہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے[۳]،

وفات سنہ ۳۰ھ میں وفات پائی،[۴]

---

[۱] ارباب سیر میں عیاض بن زہیر اور عیاض بن غنم فاتح جزیرہ کے بارہ میں سخت اختلاف ہے، بعض ان دونوں کو دو شخص بتاتے ہیں، اور عیاض بن غنم کو عیاض بن زہیر کا بھتیجا کہتے ہیں، اور بعض دونوں کو ایک ہی شخص لکھتے ہیں، اور نسبت کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ عیاض بن زہیر اپنے دادا زہیر کی طرف منسوب ہوگئے، ورنہ دراصل وہ ان کے بیٹے نہیں بلکہ پوتے ہیں اور اصل سلسلہ اس طرح ہے، عیاض بن غنم بن زہیر، بہرحال جن لوگوں کے نزدیک یہ دو شخص ہیں انھوں نے ان دونوں کے حالات الگ الگ لکھے ہیں لیکن عیاض بن غنم کا نام مہاجرین کے زمرہ میں کہیں نہیں ملتا، اس لیے وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں،

[۲] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۲۹۰ [۳] ایضاً [۴] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶۴

حضرت خبابؓ

نام و نسب خباب نام، ابو یحییٰ کنیت، خباب بنو نوفل بن عبد مناف کے حلیف اور مشہور صحابی حضرت عتبہؓ بن غزوان کے غلام تھے،

اسلام و ہجرت ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہیں، لیکن قیاس ہے کہ اپنے آقا حضرت عتبہؓ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے ہوں گے، حضرت عتبہؓ قدیم الاسلام تھے، ان ہی کے ساتھ انھوں نے ہجرت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور تمیم کے غلام خراش ابن صمہ میں مواخاۃ کرادی،[۱]

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے، پھر احد اور خندق وغیرہ میں داد شجاعت دی،[۲]

وفات حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت ۱۹ھ میں مدینہ میں وفات پائی، وفات کے وقت پچاس سال کی عمر تھی[۳]

حضرت مسعود بن ربیعؓ

نام و نسب مسعود نام، ابو عمیر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مسعود بن ربیع بن عمرو بن سعد بن عبد العزیٰ،

اسلام و ہجرت دعوت اسلام کے آغاز یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر میں

---

[۱] ابن سعد جزو ۳ ق ۱ ص ۲۸۲ و ۲۸۳ [۲] ایضاً [۳] استیعاب ج اول ص ۱۵۶

تشریف لانے سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، پھر ہجرت کے زمانہ مین مکہ سے مدینہ گئے،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غربت کی اجنبیت دور کرنے کے لیے ان مین اور عبیدہ بن
تیہان مین مواخاۃ کرادی[1]

غزوات	مدینہ آنے کے بعد بدر، احد اور خندق وغیرہ تمام غزوات مین شریک ہوتے رہے[2]
وفات	۳۰ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ساٹھ سال سے اوپر کی عمر تھی[3]

حضرت ربیعہ بن اکثم رض

نام ونسب	ربیعہ نام، ابو زید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ بن عمرو بن بکیر

ابن عامر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام وہجرت	بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت کرکے مدینہ گئے[4]
شہادت	اور سب سے پہلے بدر عظمیٰ مین شرکت کا امتیاز حاصل کیا، پھر اس کے بعد کی تمام مہمون

احد، خندق اور حدیبیہ وغیرہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، اور غزوۂ
خیبر مین حارث یہودی کے ہاتھ سے جام شہادت پیا[5]

حضرت عمیر بن رئاب رض

نام ونسب	عمیر نام، والد کا نام رئاب تھا، شجرۂ نسب یہ ہے، عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن جشم

ابن سعد بن سہم، مان کا نام ام وائل تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، ام وائل بنت معمر بن

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۰، [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۱۹ [3] استیعاب ج اول ص ۲۵۱
[4] ایضاً ۱۰۵ [5] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۶۷

حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح،

اسلام و ہجرت | اذن ہجرت کے قبل اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے،[۱]

شہادت | عراق کی مہم مین خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تھے، اور عین التمر کے معرکہ مین شہید ہوئے،[۲]

حضرت عمرو بن عثمانؓ

نام و نسب | عمرو نام، والد کا نام عثمان تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ،

اسلام و ہجرت | مکہ مین دعوتِ اسلام کے آغاز مین اسلام لائے، اور ہجرتِ ثانیہ مین حبشہ گئے،[۳]

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایران کی فوج کشی مین شریک ہوئے، اور اس سلسلہ کے مشہور معرکہ قادسیہ مین شہادت پائی، شہادت کے وقت کوئی اولاد نہ تھی،[۴]

حضرت خطابؓ بن حارثؓ

نام و نسب | خطاب نام، والد کا نام حارث تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، خطاب بن معمر بن حبیب ابن وہب بن حذافہ بن جمح،

اسلام | دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ مین مع اپنے بچون کے حبشہ گئے،[۵]

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی،[۶]

---

[۱] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۴۵ [۲] ۔۔ جلد ۲ ص ۱۳۴ [۳] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۹۲ [۴] اصابہ ج ۵ ص ۶ [۵] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۰ [۶] اصابہ جلد ۳ ص ۱۸

حضرت عاقل بن ابی بکیرؓ

نام و نسب حضرت عاقلؓ ۴ بھائی تھے، عاقل، ایاس، خالد اور عامر، ان کے والد کا نام ابی بکیر تھا، ان سب کا نسب نامہ یہ ہے، ابناء ابی بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ ابن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی لیثی،

اسلام و ہجرت ارقم کے گھر میں قبول اسلام کا آغاز ان ہی چاروں بھائیوں سے ہوا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے یہی چاروں مشرف باسلام ہوئے اور سب نے مع بال بچوں کے ایک ساتھ مدینہ کی ہجرت کی اور مکہ میں گھر کا دروازہ بالکل بند ہوگیا، مدینہ آنے کے بعد چاروں رفاعہ بن عبد المنذر کے یہاں اترے[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایاس اور حارث بن خزیمہ میں، خالد اور زید بن دثنہ میں، عاقل اور مجذر بن زیاد میں، اور عامر اور ثابت بن قیس بن شماس میں مواخاۃ کرادی،

غزوات مدینہ آنے کے بعد چاروں غزوات میں شریک ہوتے رہے عاقل ان سب میں زیادہ خوش نصیب تھے، انھوں نے بدر میں مالک بن زہیر کے ہاتھوں حیات جاوید حاصل کی،[2] اس کے بعد خالد نے بدر اور احد کے معرکوں میں شرکت کے بعد سریہ رجیع میں سنہ ۴ھ میں جام شہادت پیا،[3] عامر، بدر، احد اور خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، اور سنہ ۱۳ھ میں مرتدوں کی سرکوبی پر مامور ہوئے اور اس سلسلہ کی مشہور

[1] ابن سعد جزو ۳ ق ۱ ص ۲۸۳ [2] ایضاً [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۶

جنگِ یمامہ مین شہادت حاصل کی[1] سب سے آخر مین ایاس، بدر، احد، خندق، خیبر اور دوسری معرکہ آرائیون مین شریک ہوتے رہے[2] سنہ ۳۴ھ مین راہی ملکِ بقا ہوئے[3]

اس طرح آخر الذکر بزرگ کے سوا ۳۱ سال کی مدت مین تین بھائی خدا کی راہ مین کام آئے۔

حضرت عبد اللہ الاصغرؓ

نام ونسب عبد اللہ نام، والد کا نام شہاب تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن شہاب ابن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب، عبد اللہ مشہور صحابی حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے بھانجے اور امام شعبی کے نانا تھے،

ہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام مین اسلام قبول کیا، اور اذنِ ہجرت کے بعد حبشہ گئے[4]

وفات پیمانۂ عمر لبریز ہوچکا تھا، اس لیے مدینہ آنے کی نوبت نہ آسکی، اور اسی غربتکدہ مین پیوند خاک ہوئے[5]

حضرت قیس بن عبد اللہؓ

نام ونسب قیس نام، والد کا نام عبد اللہ تھا، نسبی تعلق قبیلۂ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا، ان کی لڑکی آمنہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی دایہ تھین اور یہ خود ان کے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش کے خدمتگار تھے[6]

اسلام وہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور اپنے

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۱۶۱ [2] ایضاً جلد ۱ ص ۸۴ [3] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۵۳ [4] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۲۹ و اصابہ ج ۴ ص ۱۰۵ [5] ایضاً [6] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۲۱ و اصابہ جلد ۵ ص ۲۶،

آقا عبید اللہ بن جحش کے ساتھ مع اپنی بیوی برکہ بنت یسار کے حبشہ گئے. عبید اللہ نے
یہان مذہب عیسوی قبول کرلیا، لیکن قیس نے اس دین آقا کی پیروی نہ کی، اور اپنے
مذہب پر قائم رہے،[1]

حضرت مالک بن زمعہ رضؓ

نام و نسب | مالک نام، والد کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن زمعہ بن قیس.
ابن عبد شمس بن عبد وُد بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، مالک ام المومنین حضرت
سودہؓ کے حقیقی بھائی تھے[2]

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرتِ ثانیہ
مین مع اپنی بیوی عمیرہ کے حبشہ گئے[3] اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہین،

حضرت حاطب بن عمرو رضؓ

نام و نسب | حاطب نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، حاطب بن عمرو بن
عبد شمس بن عبد وُد بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، مان کا نام اسماء تھا،

اسلام و ہجرت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل
مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد حبشہ کی ہجرت کی، دونون ہجرتون کا شرف حاصل
کیا[4] پھر وہان سے مدینہ گئے، اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے،[5]

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۷۰، [2] ایضاً ص ۱۵۰ [3] ایضاً [4] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۳

[5] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۲۹۴

عزوات | مدینہ آنے کے بعد بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے[۱] بدر کے بعد احد میں بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے[۲] مگر اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں،

حضرت اربد بن حمیر رض

نام ونسب | اربد نام، ابو مخشی کینت، نسباً قبیلۂ بنو اسد بن خزیمہ سے تھے،

اسلام وہجرت | مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، پھر ہجرت کر کے حبشہ گئے، وہاں سے ہجرت کے زمانہ میں مدینہ آئے[۳]

غزوات | اور بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے، بدر کے بعد کے حالات کا پتہ نہیں چلتا[۴]

حضرت جہم بن قیس رض

نام ونسب | جہم نام، ابو خزیمہ کینت، نسب نامہ یہ ہے، جہم بن قیس بن عبد اللہ ابن شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد دار بن قصی، ماں کا نام رہیمہ تھا[۵]

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں مع بیوی بچوں کے حبشہ گئے، یہیں ان کی بیوی حرملہ نے وفات پائی[۶] ان کی وفات کے حالات نہیں معلوم،

۱؎ اصابہ جلد اول ص ۱۵۱ ۲؎ ابن سعد حوالۂ مذکور

۳؎ اسد الغابہ جلد اول ص ۵۸ ۴؎ ابن سعد جلد ۳ قسم اول ص ۶۸

۵؎ ابن سعد و اسد الغابہ ترجمہ جہم ۶؎ ایضاً

حضرت ہاشمؓ بن ابو حذیفہ

نام ونسب | ہاشم نام، والد کا نام ابو حذیفہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہاشم بن ابو حذیفہ ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی،

ہجرت | حضرت ہاشمؓ قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے،[1]

وفات | وفات کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہے کہ اس وقت کوئی اولاد نہ تھی،

تمت

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم اول صفحہ ۹۹،
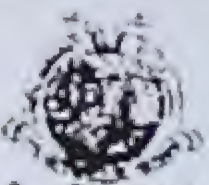
مصنف کی دوسری تصنیفات

سلسلۂ سیر الصحابہ

مہاجرین جلد دوم: سیر الصحابہ کے سلسلہ کی تیسری جلد، جس مین اُن صحابہ کے حالات وسوانح اور اخلاق وفضائل کی تفصیل بیان کی گئی ہی، جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور ہجرت کی، (زیر طبع)

سیر الصحابہ جلد ششم: اس مین عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کی چار اہم ہستیون حضرت حسینؓ، امیر معاویہؓ اور ابن زبیرؓ کے سوانح اور اُن کے مذہبی، اخلاقی اور سیاسی مجاہدات اور کارنامون کی تفصیل ہی، قیمت :- للعہ

سیر الصحابہ جلد ہفتم: اس میں ان ۲۵۰ صحابہ کے حالات ہین، جو فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے، یا شرف ہجرت سے محروم رہے، یا سنہ ہجرت کے کچھ قبل یا بعد پیدا ہوئے، (زیر طبع)

تابعین: چھیانوے اکابر تابعین کی سوانح قیمت :- صہ

سلسلۂ تاریخ اسلام

تاریخ اسلام حصۂ اول (رسالت) قیمت ۸؍

تاریخ اسلام حصۂ دوم (بنو امیہ) " ۸؍

تاریخ اسلام حصۂ سوم (بنی عباس اول) " معہ

تاریخ اسلام حصۂ چہارم (بنی عباس دوم) زیر طبع ۸؍

عرب کی موجودہ حکومتین قیمت ۱۲؍

نئی کتاب

اسلام اور عربی تمدن

یعنی شام کے مشہور فاضل محمد کرد علی کی کتاب الاسلام والحضارۃ العربیہ کا ترجمہ جس مین مذہب اسلام اور اسلامی تمدن وتہذیب پر علمائے مغرب کے اہم اعتراضات کا جواب دیا گیا ہی اور یورپ پر اسلام اور مسلمانون کے اخلاقی، علمی اور تمدنی احسانات اور اس کے اثرات ونتائج کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اور قرون وسطیٰ کی پرفریب سیاست کا پردہ چاک کیا گیا ہی .... قیمت :- ۸؍

مُرتبہ

شاہ معین الدین احمد ندوی اڈیٹر معارف

(طابع وناشر صدیق احمد)